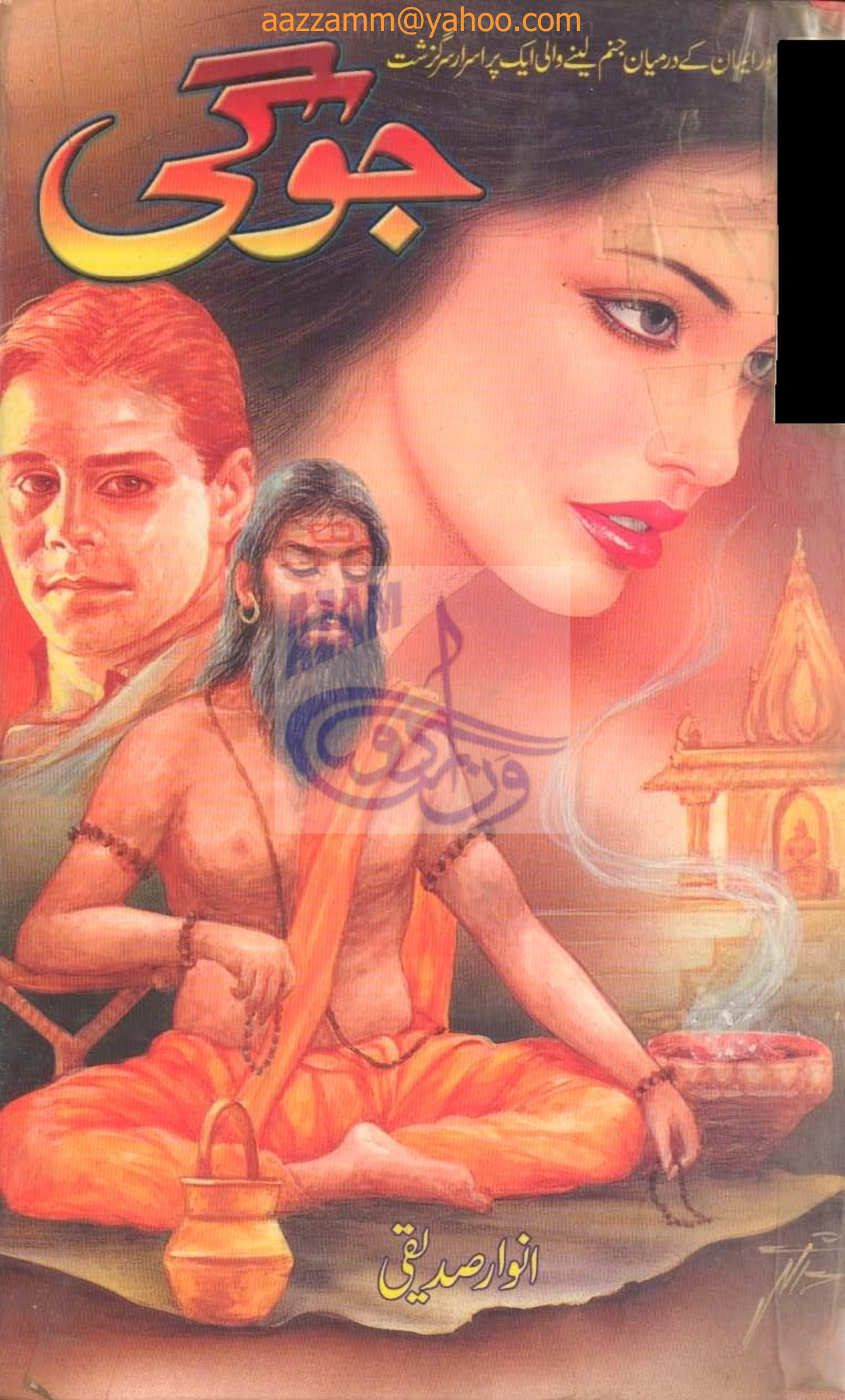
aazzamm@yahoo.com

ور ایمان کے درمیان جنم لینے والی ایک پراسرار سرگزشت

جوگی



انوار صدیقی

aazzamm@yahoo.com

ایک ایسے گھرانے کی کہانی جس پر پُراسرار موت کا سا

آذر _____

رتن کمار _____

برکت علی _____

ایک شخصیت _____ تین مختلف روپ _____

حالات کی گردش نے اسے ایک جوگی کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا دیا تھا _____!



جوگی

AZAD

- جو حیرت انگیز اور ناقابل یقین شیطانی قوتوں کا مالک تھا _____!
- وہ انمول شے کیا تھی جس نے جوگی کو بھی دیوانہ بنا دیا _____؟
- کفر اور ایمان کے درمیان جنم لینے والی ایک پراسرار سرگزشت _____!
- "انکا' انکارانی' اقابلا' سونا گھاٹ کا پجاری' اور امبر بیل" جیسی لازوال کہانیوں
- کے خالق انوار صدیقی کا ایک اور شاہکار _____!!
- وہ کالی طاقتوں کے نشے میں چُور بلوان بننے چلا تھا۔
- اس نے موت کو سامنے دیکھ کر اپنا دین و ایمان جوگی کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔
- ننگا ملنگ کون تھا؟ کہاں سے آیا؟
- مہان بننے کی خواہش اسے لے ڈوبی تھی۔

aazzamm@yahoo.com

کفر اور ایمان کے درمیان جنم لینے والی پُر اسرار سرگزشت

رحمی جوگی

انوار صدیقی

Azam & Ali
aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

aazzamm@yahoo.com

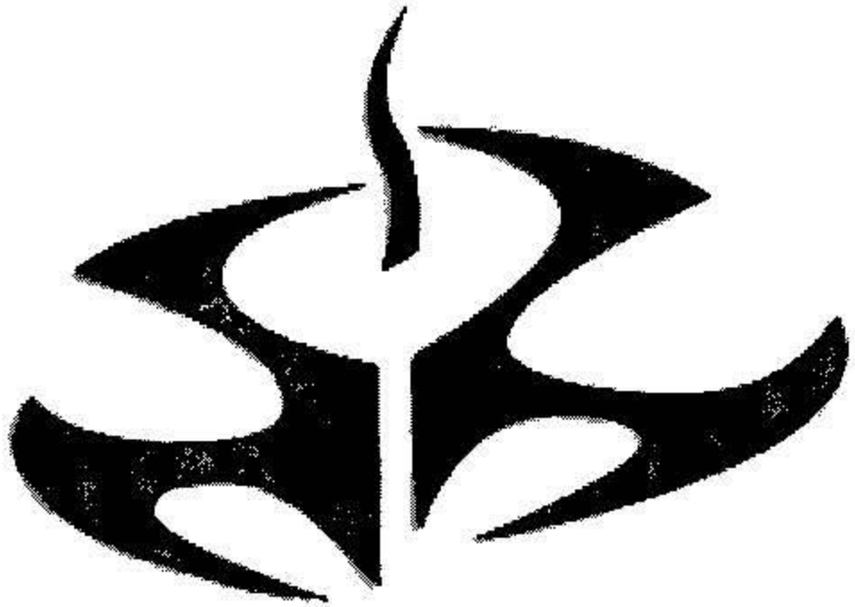
وہ ایک لمحہ.....!

"انکا رانی" کی تکمیل کے بعد میرا ارادہ کچھ عرصہ آرام کرنے کا تھا لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" والی صورت آڑے آ گئی۔ علی میاں پبلی کیشنز کے محترم عبدالغفار صاحب جو بلقیس کنول کے پے در پے چار ناول شائع کر کے مجھے "بیگماتی سفارش" کے حصار میں گھیرنے کی راہ ہموار کر چکے تھے' عین اس وقت بڑی انکساری سے ایک عدد مسودے کی فرمائش کر بیٹھے جب میں کسی پُرفضا مقام کی سمت پرواز کرنے کی خاطر پَر تول رہا تھا۔ موصوف کا انداز کچھ اس قدر سادہ اور پُراثر تھا کہ میں انکار نہ کر سکا' چنانچہ "جوگی" کی صورت میں پھر قارئین کی عدالت میں حاضر ہوں۔

ہر چند کہ میں نے زیرِ نظر ناول کو پرانی روش کی یکسانیت سے ذرا ہٹ کر تحریر کیا ہے لیکن ہر لمحہ اپنے چاہنے والوں کی پسندیدگی اور ذوقِ سلیم کا خیال بھی میرے پیش نظر رہا ہے۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ کہانی میں پُراسرار' حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات کا بہاؤ آخری سطر تک آپ کی دلچسپی کو برقرار رکھے گا۔

"جوگی" کا نام غفار صاحب کا تجویز کردہ ہے' موضوع کے انتخاب میں بھی موصوف کی گزارشات شامل ہیں۔ بہرحال میں نے اب تک پُراسرار (MYSTERY)' ہولناک (HORROR)' ایڈونچر' فکشن (FICTION)' دیومالائی (MYTHOLOGY) اور ناقابل یقین (UN-BELIEVABLES) کے موضوعات پر جو ناول اور کہانیاں تحریر کی ہیں ان کی کامیابی میں آپ کے قیمتی مشوروں اور بے لاگ تبصروں نے ہمیشہ میری رہنمائی کی ہے۔ آپ کی پسندیدگی کی سند نہ ہوتی تو شاید انوار صدیقی کا نام بھی اب تک زندہ نہ رہتا۔

"جوگی" کے سلسلے میں مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ انسان کی زندگی کا وہ ایک لمحہ بڑا کٹھن ہوتا ہے جب زندگی اور موت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا مرحلہ درپیش ہو



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

aazzamm@yahoo.com

—— جو ثابت قدم اور صالح ہوتے ہیں' جن کے اعمال نیک ہوں' جو کسی لغزش کے مرتکب نہ ہوں' ان کے لئے شہادت یا موت بھی کسی انعام سے کم نہیں ہوتی کہ یہ بھی خدا کے قرب کا ایک بہترین ذریعہ ہے —— اور وہ جو موت کی ابدی نیند سے گھبراتے ہیں ان کے لئے وہی ایک لمحہ بڑا دشوار گزار ہوتا ہے جب تقدیر اور تدبیر' نفع اور نقصان کے چکر میں الجھ کر بڑے بڑے عابد اور زاہد بھی اکثر غلط فیصلہ کر بیٹھتے ہیں۔

اکثریوں بھی ہوتا ہے کہ اس ذوالجلال والاکرام کی کوئی مصلحت جو انسان کی ناقص عقل و دانش کی دسترس سے دور ہوتی ہے' آڑے آجاتی ہے۔ اس قادر مطلق' خالق دو جہاں کو جب کسی بندے کا امتحان مقصود ہو تو پھر اس کی آزمائش کے رنگ و ڈھنگ بھی نرالے ہوتے ہیں مگر ہوتا وہی ہے جو اسے منظور ہو۔ بلاشبہ وہ سب سے عظیم تر اور قوت والا ہے۔

کفر اور ایمان کی جنگ میں فتح ہمیشہ ایمان کی ہوتی ہے اور اس لئے کہ ایمان ہی خدا کے وجود کی علامت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایمان کی دولت کے حصول کی خاطر بندے کو بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے' صبر آزما لمحات کی تپتی دھوپ برداشت کرنی پڑتی ہے' اپنی "میں" کو مارنا پڑتا ہے' ناہموار اور سنگلاخ راہوں کی صعوبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ انسان کے سب سے بڑے عیار' مکار' چالاک اور قوی دشمن "شیطان مردود" کو زیر کرنے میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ دانتوں تلے لوہے کے چنے چبانے کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے —— "دانہ" اگر خاک میں نہ ملے تو گل و گلزار کی صورت کبھی اختیار نہیں کر سکتا —— یقین شرط ہے۔

زیر نظر ناول "جوگی" کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات اور عرض کرنا چاہوں گا۔ میں نے اپنے ناول "انکا رانی" کے دوسرے حصے میں ایک ثانوی کردار کا نام "جھرنا" رکھا تھا۔ نام چونکہ معنوی اعتبار سے بڑا خوبصورت اور "فرحت بخش" ہے شاید اسی لئے میرے ن سے چپک کر رہ گیا اور "جوگی" میں ایک مخصوص کردار کے روپ میں دوبارہ "دام ر" میں آگیا۔ اس "اتفاقیہ امر" کی نشاندہی کرتے ہوئے برخوردار شہزاد احمد صدیقی نے ے معنی خیز انداز میں مسکرا کر "چبھتے ہوئے" لہجے میں پوچھا۔

"انکل! کیا آپ ابھی تک فلمی اداکارہ شبنم کو فراموش نہیں کر سکے؟"

میں نے "عہد پیری شباب کی باتیں" کے پیش نظر موصوف کو تیز نظروں سے گھورا تو بڑی سنجیدگی سے بات بناتے ہوئے بولے۔

"اداکارہ شبنم کا اصل نام بھی جھرنا ہی تھا۔" (واللہ اعلم بالصواب)

میں نے پہلو بدل کر اطمینان کا سانس لیا لیکن شرمندگی بہرحال دامن گیر رہی کہ ایک ذرا سی بھول بھی کیا کیا گل کھلا سکتی ہے۔ میں اپنے پرستاروں سے یہی کہوں گا کہ "جھرنا" کے نام کا استعمال محض ایک اتفاق تھا۔ رہا اداکارہ شبنم کا معاملہ تو وہ جانیں اور ان کے چاہنے والے' میں بلاوجہ کسی کی "رقابت" کیوں مول لوں؟

آپ بھی نام کو چھوڑ کر کام کی بات کریں۔ "جوگی" کا بہ نظر غور مطالعہ کریں اور پھر مجھے بتائیں کہ یہ ناول آپ کے معیار کی کسوٹی پر پورا اترا یا نہیں؟ اس کی پسند اور ناپسند کا حتمی فیصلہ بہرحال آپ کو کرنا ہے ورنہ اپنی "جھرنا" کو..... میرا مطلب ہے کہ اپنی دہی کو کون کھٹا کہتا ہے؟

آپ کی محبتوں کا طلبگار
انوار صدیقی

Scanned By:
Azam & Ali
aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

aazzamm@yahoo.com

حسبِ معمول کرب میں ڈوبی ہوئی وہ اعصاب شکن آواز میرے وجود کے سناٹے میں گونجی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے خوفزدہ نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا لیکن کمرے میں ہر سمت سوگوار خاموشی مسلط تھی۔ وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا صرف میرے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ میرے ساتھ یہ پہلا اتفاق نہیں تھا اس سے پیشتر بھی متعدد بار یہی اذیتناک چیخوں کی دل ہلا دینے والی آواز میرے وجود کو جھنجھوڑ چکی تھی۔

کچھ دیر گم صم کھڑا میں اپنی بے چارگی کا ماتم کر رہا پھر میرے دل کی دھڑکنیں معمول پر آنے لگیں میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ یوں جیسے میں برسوں سے پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہا تھا۔ میں نے کچن میں جا کر پانی کا گلاس بھرا اور ایک ہی سانس میں حلق سے نیچے اتارتا چلا گیا مگر میری پیاس کی شدت کم نہ ہوئی' میرے اندر سلگتا ہوا آتش فشاں پھٹ پڑنے کو مچلنے لگا لیکن ابلتے ہوئے لاوے کی نکاسی کا کوئی راستہ نہیں تھا' میں نے بے بسی کے احساس سے مٹھیاں بھینچ لیں' ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے جوان خون کی گردش تیز ہونے لگی' میرے دل و دماغ میں گرم آندھی کے تیز جھکڑ چلنے لگے جس کی تپش میرے احساسات کو جھنجھوڑ رہی تھی' میری مردانگی کو للکار رہی تھی' میرے وجود میں نشتر چبھو رہی تھی' میرے سینے میں سلگتی انتقام کی اس آگ کو ہوا دے کر بھڑکا رہی تھی جو ایک عرصے سے سرد نہیں ہوئی تھی۔ روز بروز شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔

میں کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی شیر کی طرح کمرے میں ٹہلنے لگا' میں نے گھپ اندھیرے کو دور کرنے کی خاطر روشنی کا سہارا نہیں لیا' مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ تاریکی کے باوجود میری نظریں اس بھیانک اور ہولناک حادثے کے ایک ایک منظر کو دیکھ سکتی تھیں جس کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک پل میرے دل و دماغ پر روزِ اوّل کی طرح



Azam & Ali
aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

aazzamm@yahoo.com

آج بھی نقش ہے۔ کرب میں ڈوبی چیخ کی وہ اذیتناک آوازیں متعدد بار میری قوتِ سماعت سے صدائے بازگشت بن کر ٹکرا چکی تھیں۔ زندگی اور موت کے درمیان ہونے والی بھیانک کشمکش' چنگھاڑتی ہوئی گولیوں کی آوازیں اور تڑپتے جسم سے ابلنے والے خون کے فوارے — وہ سب کچھ وہم نہیں تھا' کسی ہارر (HORROR) فلم کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے فرضی مناظر یا اس کے صوتی اثرات بھی نہیں تھے۔ وہ سب کچھ میری زندگی کی سب سے زیادہ بھیانک اور تلخ حقیقت تھی جو دس سال سے کسی سائے کی مانند میرا تعاقب کر رہی تھی۔ آج بھی وہ مناظر اور میرے ساتھ پیش آنے والے ہولناک' ناقابل یقین واقعات اور حادثات مجھے یاد آتے ہیں تو میں سر تا پا لرز اٹھتا ہوں' برسوں کے شب و روز سمٹ کر رہ جاتے ہیں' مجھے یوں لگتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔

میں اپنی اس دل فگار داستان کو کلی پھندنے لگا کر رنگین بنانے کی خاطر دروغ گوئی کا سہارا نہیں لوں گا' جو کچھ میرے اوپر بیتی' میرے ذہن نے جو محسوس کیا' میری گناہگار نظروں نے جو دیکھا' حالات اور واقعات جس تسلسل اور ترتیب سے پیش آتے رہے' سب کچھ اسی انداز میں بیان کر دینا زیادہ مناسب سمجھوں گا۔

مجھے مطلق یاد نہیں کہ میری پیدائش پر میرے والدین نے کوئی جشن منایا تھا یا نہیں۔ ذہن پر دھندلا دھندلا سا یہ خیال طاری ہے کہ میری تیسری سالگرہ بھی خاموشی سے دبے پاؤں گزر گئی تھی لیکن اس کے بعد مجھے خوب یاد ہے کہ نویں سالگرہ تک کوئی تقریب ایسی منعقد نہیں ہوئی جس سے والدین کی خوشی کا اظہار ہوتا۔ شعور بیدار ہونے کے ساتھ ساتھ مجھے اس بات کا احساس بھی شدت سے ہونے لگا کہ میرے والدین میرے سلسلے میں ہمیشہ فکرمند رہتے تھے۔ کیوں؟ میں اس کی وجہ نہ جان سکا لیکن مجھے یاد ہے کہ جب میں نے دسویں سال میں قدم رکھا تو میرے والدین کے ہونٹوں پر تبسم جاگنے لگا' ان کے چہرے سے تفکرات کے بادل بتدریج چھٹنے لگے تھے' وقت کے ساتھ ساتھ ان کی خوشوں میں اضافہ ہونے لگا پھر میری دسویں سالگرہ نہایت دھوم دھام سے منائی گئی۔ اس موقع پر میرے دادا مولوی فراست علی جو میری دادی کے انتقال کے بعد زیادہ تر الگ تھلگ رہنے کے عادی ہو گئے تھے۔ والد صاحب کے اصرار پر خاص طور سے شرکت کرنے کی خاطر رامپور سے تشریف لائے تھے۔ وہ بے حد نمازی' تہجد گزار' پرہیزگار اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ دادی کے انتقال کے بعد انہوں نے سرکاری ملازمت ترک کر

کے رامپور ہی میں ایک اسلامی مدرسے میں درس و تدریس کے شعبے سے وابستگی اختیار کر لی تھی اور دن رات عبادت اور یادِ الٰہی میں غرق رہتے تھے۔ خداوند کریم نے انہیں اپنے کرم سے اس درجہ نواز رکھا تھا کہ وہ مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ میرے علاوہ میرے والدین کو بھی دادا مرحوم کی ان مخفی صلاحیتوں کا علم اس وقت ہوا جب وہ اٹھتر سال کی عمر پا کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ مَیں جو داستان رقم کر رہا ہوں اس میں میرے دادا کی شخصیت کو بھی خاص عمل دخل رہا ہے جس کا ذکر درمیان میں آتا رہے گا۔

مَیں یہاں بطور خاص اس بات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ میری دسویں سالگرہ کا جشن شاید اس لئے بے حد جوش و خروش اور اہتمام سے منایا گیا تھا کہ مجھ سے قبل میری دو بہنیں اور ایک بھائی نو سال کی عمر تک پہنچنے سے پیشتر ہی یا تو طبعی موت مر گئے تھے یا کسی اتفاقیہ حادثے کا شکار ہو کر والدین کو داغِ مفارقت دے گئے تھے۔ ممکن ہے میرے بھائی بہنوں کی موت محض اتفاقیہ ہو لیکن میرے والدین کے دل و دماغ میں نو کا ہندسہ وہم کی حد تک خوف کی علامت بن چکا تھا۔ مَیں اسے فی الحال ان کی ضعیف الاعتقادی کہوں گا اس لئے کہ ازل سے ابد تک کے جو واقعات لوحِ محفوظ پر رقم کر دیئے جاتے ہیں وہ قدرت کا منشا ہوتے ہیں جس میں زیر زبر یا پیش کی ترمیم کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ انسان کسی غیر معمولی یا خلاف توقع حادثے سے دوچار ہو کر ہونی انہونی کو جو نام دیتا ہے وہ محض اس کے دماغ کی اختراع ہوتی ہے لیکن مَیں اس بحث کو طول دے کر اصل واقعات کو پسِ پشت ڈالنے سے گریز کروں گا۔

میری پیدائش پر میرے والدین نے بہت سوچ بچار کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رعایت سے میرا نام آذر رکھا تھا۔ ان دنوں ہمارا قیام پٹنہ میں تھا' میرے والد حکومت کے ملازم تھے' ان کی تنخواہ واجبی تھی اس لئے میں یہی کہوں گا کہ ہمارا تعلق درمیانہ طبقے سے تھا۔ میری والدہ چونکہ تلے اوپر تین اولادوں کا غم جھیل چکی تھیں اس لئے وقت سے پہلے بوڑھی نظر آنے لگی تھیں چنانچہ میرے والد ہمہ وقت ان کی دلجوئی کا خیال رکھتے تھے۔ میری پیدائش اور پھر دس سال کی مدت گزر جانے کے بعد میرے والدین کی خوشیاں واپس لوٹ آئی تھیں' خاص طور پر میری والدہ کی گرتی ہوئی صحت پر بڑا خوشگوار اثر پڑا تھا' انہوں نے نہ صرف یہ کہ شکرانے کی نمازیں ادا کیں بلکہ صدقہ اور

aazzamm@yahoo.com

خیرات کے معاملے میں بھی دل کھول کر حصہ لیا۔ میری دسویں سالگرہ کا دن میرے گھر والوں کے لئے روزِ عید سے کم نہ تھا۔ اس روز صبح ہی سے سالگرہ کا اہتمام شروع ہو گیا تھا' گھر کو دلہن کی طرح سجایا گیا' میرے لئے قیمتی لباس تیار کرایا گیا' میرے ہم عمر ساتھیوں کے علاوہ محلے کے تمام بچوں کو نام بنام مدعو کیا گیا' دادا جان کی امامت میں عصر کی نماز ادا کی گئی پھر کیک کاٹا گیا' بچوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ رات گئے تقریب ختم ہوئی تو میں اپنے والدین کے ہمراہ فرش پر بیٹھ کر تحائف کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ ایک ایک پیکٹ کھولنے پر میرے ساتھ میرے والدین بھی خوشی سے تالی بجا رہے تھے' اپنی مسرت کا اظہار کر رہے تھے لیکن میرے دادا جان ایک آرام کرسی پر بیٹھے کسی گہری سوچ میں مستغرق تھے اور ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ وہ سنجیدہ اور مذہبی مزاج کے مالک تھے اس لئے ان کی خاموشی پر کسی نے زیادہ دھیان نہیں دیا لیکن اسی رات جب سونے سے پہلے میں والدہ کو تلاش کرتا ہوا دادا جان کے کمرے کے قریب گیا تو میرے قدم دروازے پر جم کر رہ گئے۔ دادا جان مرحوم کے وہ جملے روزِ اوّل کی طرح آج بھی میری یادداشت کے ذخیروں میں محفوظ ہیں جو انہوں نے نہایت سنجیدگی سے میرے والد سے کہے تھے۔

"شوکت علی! غیب کا حال سوائے اس قادرِ مطلق کے اور کوئی نہیں جانتا' ہر شے اس کے دائرۂ اختیار میں ہے' اس کے حکم کے بغیر کوئی سوکھا پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا خیال نہ رکھنا بھی اس کی ناراضگی کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں اور دانشوروں نے پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کا مشورہ دیا ہے۔ ہماری مقدس کتاب میں بھی جگہ جگہ بنی نوع انسان کو عقل اور شعور سے کام لینے کی تاکید کی گئی ہے۔ جلد بازی میں بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ ایک ذرا سی بھول کبھی کبھی انسان کے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے۔" دادا جان نے تھوڑے توقف کے بعد دبی زبان میں کہا۔ "انسان کچھ کھو کر کچھ پاتا ہے لیکن تم نے پا کر کھو دینے کی غلطی کی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" والد صاحب نے چونک کر دریافت کیا۔ "کیا ہم سے کوئی بھول ہو گئی ہے؟"

"میں بڑے عرصے سے تمہیں ایک نیک مشورہ دینے پر غور کر رہا تھا لیکن....." دادا جان نے میری والدہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "دلہن کی دل شکنی نہ ہو اور میری بات کو

غلط نہ سمجھا جائے اس لئے خاموش رہا۔"

"آپ کیسی بات کر رہے ہیں ابا حضور!" میری والدہ نے کسمسا کر بڑے ادب سے کہا۔ "بھلا آج تک مَیں نے آپ کی کسی بات کا بُرا مانا ہے؟"

"میں تم سے شکایت نہیں کر رہا دلہن!" دادا جان نے بڑی شفقت بھری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بس ایک خدشہ تھا جس نے لب کشائی سے روکے رکھا' شاید قدرت کو بھی یہی منظور تھا..... لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ مَیں تم دونوں کو اس بات سے آگاہ کر دوں۔"

"ایسی کیا بات ہے جسے کہتے ہوئے آپ اس قدر ہچکچا رہے ہیں؟" میرے والد نے دریافت کیا۔ "آپ جو مشورہ دیں گے وہ ہمارے لئے یقیناً مفید ہی ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے تم میرے خیال سے اتفاق نہ کرو۔" دادا جان پہلو بدل کر بولے۔ "کسی چیز کے بارے میں سعد یا نحس ہونے کا تصور کر لینا انسان کی ذاتی سوچ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی قدرت اپنے بندوں کا امتحان بھی لیتی ہے' اکثر یہ امتحان بڑے کٹھن اور ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں' جس پر گزرتی ہے وہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ تین جگر گوشوں کی جدائی کا تم دونوں کے دل و دماغ پر کیا اثر ہوا ہو گا۔ اس کی مصلحت کو سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے' جو کچھ ہوتا ہے اس میں انسان کی کوئی نہ کوئی بہتری بھی ضرور ہوتی ہے....." دادا جان پھر ایک لمحے کو خاموش ہو گئے' ان کی نگاہیں خلا میں کچھ تلاش کر رہی تھیں' میرے والدین انہیں وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے' کمرے میں چند ثانیے کو گہرا سکوت طاری رہا۔

تین بچوں کی موت کے تذکرے نے میرے والدین کو ملول کر دیا تھا' مجھے صرف یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ دادا جان نہ جانے کیا مشورہ دینا چاہتے تھے۔ بات اگر سیدھی سادی ہوتی تو انہیں اسے گھما پھرا کر کہنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟ ہر چند کہ میری عمر اتنی زیادہ نہیں تھی کہ مجھے کسی قسم کی تشویش لاحق ہوتی لیکن میرے دل و دماغ میں نہ جانے کیوں ایک عجیب سی کھلبلی مچی تھی۔ میرے والدین کی نظریں بھی دادا جان کے چہرے پر مرکوز تھیں جب انہوں نے ایک طویل سانس لے کر بڑی گھمبیر آواز میں کہا۔

"میں تم دونوں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی ممکن ہو آذر کا نام تبدیل کر دو۔"

aazzamm@yahoo.com

خیرات کے معاملے میں بھی دل کھول کر حصہ لیا۔ میری دسویں سالگرہ کا دن میرے گھر والوں کے لئے روزِ عید سے کم نہ تھا۔ اس روز صبح ہی سے سالگرہ کا اہتمام شروع ہو گیا تھا' گھر کو دلہن کی طرح سجایا گیا' میرے لئے قیمتی لباس تیار کرایا گیا' میرے ہم عمر ساتھیوں کے علاوہ محلے کے تمام بچوں کو نام بنام مدعو کیا گیا' دادا جان کی امامت میں عصر کی نماز ادا کی گئی پھر کیک کاٹا گیا' بچوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ رات گئے تقریب ختم ہوئی تو میں اپنے والدین کے ہمراہ فرش پر بیٹھ کر تحائف کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ ایک ایک پیکٹ کھولنے پر میرے ساتھ میرے والدین بھی خوشی سے تالی بجا رہے تھے' اپنی مسرت کا اظہار کر رہے تھے لیکن میرے دادا جان ایک آرام کرسی پر بیٹھے کسی گہری سوچ میں مستغرق تھے اور ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ وہ سنجیدہ اور مذہبی مزاج کے مالک تھے اس لئے ان کی خاموشی پر کسی نے زیادہ دھیان نہیں دیا لیکن اسی رات جب سونے سے پہلے میں والدہ کو تلاش کرتا ہوا دادا جان کے کمرے کے قریب گیا تو میرے قدم دروازے پر جم کر رہ گئے۔ دادا جان مرحوم کے وہ جملے روزِ اوّل کی طرح آج بھی میری یادداشت کے ذخیروں میں محفوظ ہیں جو انہوں نے نہایت سنجیدگی سے میرے والد سے کہے تھے۔

"شوکت علی! غیب کا حال سوائے اس قادرِ مطلق کے اور کوئی نہیں جانتا' ہر شے اس کے دائرۂ اختیار میں ہے' اس کے حکم کے بغیر کوئی سوکھا پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا خیال نہ رکھنا بھی اس کی ناراضگی کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں اور دانشوروں نے پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کا مشورہ دیا ہے۔ ہماری مقدس کتاب میں بھی جگہ جگہ بنی نوع انسان کو عقل اور شعور سے کام لینے کی تاکید کی گئی ہے۔ جلد بازی میں بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ ایک ذرا سی بھول کبھی کبھی انسان کے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے۔" دادا جان نے تھوڑے توقف کے بعد دبی زبان میں کہا۔ "انسان کچھ کھو کر کچھ پاتا ہے لیکن تم نے پا کر کھو دینے کی غلطی کی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" والد صاحب نے چونک کر دریافت کیا۔ "کیا ہم سے کوئی بھول ہو گئی ہے؟"

"میں بڑے عرصے سے تمہیں ایک نیک مشورہ دینے پر غور کر رہا تھا لیکن....." دادا جان نے میری والدہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "دلہن کی دل شکنی نہ ہو اور میری بات کو

غلط نہ سمجھا جائے اس لئے خاموش رہا۔"

"آپ کیسی بات کر رہے ہیں ابا حضور!" میری والدہ نے کسمسا کر بڑے ادب سے کہا۔ "بھلا آج تک میں نے آپ کی کسی بات کا بُرا مانا ہے؟"

"میں تم سے شکایت نہیں کر رہا دلہن!" دادا جان نے بڑی شفقت بھری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بس ایک خدشہ تھا جس نے لب کشائی سے روکے رکھا' شاید قدرت کو بھی یہی منظور تھا..... لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ میں تم دونوں کو اس بات سے آگاہ کر دوں۔"

"ایسی کیا بات ہے جسے کہتے ہوئے آپ اس قدر ہچکچا رہے ہیں؟" میرے والد نے دریافت کیا۔ "آپ جو مشورہ دیں گے وہ ہمارے لئے یقیناً مفید ہی ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے تم میرے خیال سے اتفاق نہ کرو۔" دادا جان پہلو بدل کر بولے۔ "کسی چیز کے بارے میں سعد یا نحس ہونے کا تصور کر لینا انسان کی ذاتی سوچ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی قدرت اپنے بندوں کا امتحان بھی لیتی ہے' اکثر یہ امتحان بڑے کٹھن اور ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں' جس پر گزرتی ہے وہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ تین جگر گوشوں کی جدائی کا تم دونوں کے دل و دماغ پر کیا اثر ہوا ہو گا۔ اس کی مصلحت کو سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے' جو کچھ ہوتا ہے اس میں انسان کی کوئی نہ کوئی بہتری بھی ضرور ہوتی ہے....." دادا جان پھر ایک لمحے کو خاموش ہو گئے' ان کی نگاہیں خلا میں کچھ تلاش کر رہی تھیں' میرے والدین انہیں وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے' کمرے میں چند ثانیے کو گہرا سکوت طاری رہا۔

تین بچوں کی موت کے تذکرے نے میرے والدین کو ملول کر دیا تھا' مجھے صرف یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ دادا جان نہ جانے کیا مشورہ دینا چاہتے تھے۔ بات اگر سیدھی سادی ہوتی تو انہیں اسے گھما پھرا کر کہنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟ ہر چند کہ میری عمر اتنی زیادہ نہیں تھی کہ مجھے کسی قسم کی تشویش لاحق ہوتی لیکن میرے دل و دماغ میں نہ جانے کیوں ایک عجیب سی کھلبلی مچی تھی۔ میرے والدین کی نظریں بھی دادا جان کے چہرے پر مرکوز تھیں جب انہوں نے ایک طویل سانس لے کر بڑی گھمبیر آواز میں کہا۔

"میں تم دونوں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی ممکن ہو آذر کا نام تبدیل کر دو۔"

aazzamm@yahoo.com

"میں سمجھا نہیں۔" والد صاحب نے قدرے پریشان لہجے میں پوچھا۔ "آذر کے نام میں کیا خرابی ہے؟"

"خدانخواستہ میرے آذر کے دشمنوں کی جان کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟" میری والدہ نے بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

"نہیں....." دادا جان نے ہاتھ مسلتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "تمہارے بیٹے کی عمر خدا نے چاہا تو طویل ہو گی مگر بہتر ہے کہ اس کا نام بدل دیا جائے۔"

"میں آپ کے علم' تجربات اور مشاہدات کا معترف ہوں لیکن دس سال بعد نام کی تبدیلی میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔" میرے والد نے دبی زبان میں کہا۔

"میں جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ نام کی تبدیلی کا کام پہلی فرصت میں ہو جانا چاہئے۔" دادا جان اپنے مشورے پر اٹل رہے تو میری والدہ نے بے چین ہو کر دریافت کیا۔

"ابا حضور! میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپ کوئی اہم بات کہنے سے گریز کر رہے ہیں۔ کیا آپ اپنے مشورے کا سبب بتانا پسند کریں گے؟"

دادا جان نے نظر بھر کر میری والدہ کو دیکھا۔ ان کے چہرے پر جو تاثرات تھے اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں۔

"تم پریشان مت ہو۔" انہوں نے میری والدہ کو دلاسہ دیتے ہوئے جواب دیا۔ "جب تک میں زندہ ہوں تمہارے آذر پر کوئی آنچ نہ آنے دوں گا مگر اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ناموں کے اثرات انسان کی زندگی پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔"

"آپ کے خیال میں آذر کے علاوہ دوسرا کیا نام مناسب رہے گا؟" میرے والد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"رات کافی ہو چکی ہے' مجھ پر نیند کا غلبہ بھی طاری ہو رہا ہے' ایک دو روز میں غور کر کے تمہیں دوسرا نام تجویز کر دوں گا۔" دادا جان نے جماہی لیتے ہوئے کہا پھر اٹھ کر اپنے بستر پر چلے گئے' میرے والدین نے اصرار مناسب نہیں سمجھا اس لئے اٹھ کر باہر آ گئے۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ والدہ کو دادا جان کی باتوں سے تشفی نہیں ہوئی' والد صاحب

بھی شش و پنج میں گرفتار نظر آ رہے تھے۔ خود میرا ذاتی خیال بھی یہی تھا کہ دادا جان کسی خاص وجہ یا مصلحت کی بنا پر نام کی تبدیلی کے موضوع کو ٹالنا چاہتے تھے۔ اصل راز کیا تھا یہ ہم میں سے اس وقت کوئی بھی نہیں جان سکا۔

والدین کو دادا جان کے کمرے سے نکلتا دیکھ کر میں تیزی سے لپکتا ہوا اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا اور اس طرح آنکھیں موند لیں جیسے سو رہا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ اپنے کمرے میں واپس آ کر میرے والدین دادا جان کے مشورے پر کچھ نہ کچھ تبادلۂ خیال ضرور کریں گے۔ میرا اندازہ غلط نہیں ہوا۔ میں نے جان بوجھ کر دروازے کی سمت پشت کر لی تھی تاکہ میرے چہرے کے تاثرات سے بھی یہ اندازہ نہ لگایا جا سکے کہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔

میرے والد نے کمرے میں داخل ہو کر مجھے ایک دو آوازیں دیں پھر والدہ سے مخاطب ہو کر مدھم آواز میں بولے۔ "میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم نے والد صاحب کے مشورے کا کچھ زیادہ ہی اثر لیا ہے' ان کی عمر اٹھتر سال ہونے کو ہے' اس عمر کو پہنچنے کے بعد اکثر بزرگ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی محتاط ہو جاتے ہیں' انہوں نے آذر کے نام کی تبدیلی والی بات یوں ہی کہہ دی ہو گی' تم پریشان مت ہو' میں ان کے جانے سے پیشتر اس موضوع پر کھل کر بات کروں گا۔"

"آپ شاید مجھے بہلانے کی خاطر ایسا کہہ رہے ہیں۔" میری والدہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "ابا حضور کی عمر ضرور اٹھتر سال ہو گئی ہے لیکن یہ بات میرے علاوہ آپ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کم سخن اور سنجیدہ طبیعت کے مالک ہیں' کبھی بلاوجہ کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے' انہوں نے ضرور کوئی بات محسوس کی ہو گی جو خاص طور سے نام کی تبدیلی والی بات چھیڑی ہے۔"

"بلاوجہ وہم میں مت مبتلا ہو۔" والد صاحب نے سمجھاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر ابا جان نے نام کی تبدیلی ضروری سمجھی تھی تو دس سال تک خاموشی کیوں اختیار رکھی؟ پہلے بھی وہ نام کی مخالفت کر سکتے تھے۔"

جواز چونکہ معقول تھا اس لئے میری والدہ نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' تھوڑے توقف سے بولیں۔ "خدا کرے آپ کا خیال درست ہو لیکن میرے دل کو اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک ابا حضور کھل کر کچھ نہیں کہتے۔"

aazzamm@yahoo.com

"تم دل پر بوجھ مت ڈالو' میں صبح ہوتے ہی ان کو اس مسئلے پر دوبارہ کریدوں گا۔"

میرے والدین کے درمیان خاصی دیر تک اسی مسئلے پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا پھر وہ بھی سونے کے ارادے سے کمرے کی بتی بجھا کر لیٹ گئے' میں بھی کچھ دیر بعد خراٹے نشر کرنے لگا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر میں بھی موجود تھا' دادا جان خلاف توقع کچھ زیادہ ہی خاموش نظر آ رہے تھے' میری والدہ کو چونکہ میرے نام کے سلسلے میں فکر لاحق ہو گئی تھی اس لئے وہ کچھ دیر تو انتظار کرتی رہیں پھر انہوں نے میرے والد کو اشارے سے اصل موضوع چھیڑنے کو اکسایا مگر اس سے پیشتر کہ والد صاحب بات شروع کرتے دادا جان نے مہر خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔

"شوکت میاں! مجھے ایک اشد ضروری کام یاد آ گیا ہے اس لئے میں آج دوپہر کی گاڑی سے واپس رامپور جانا پسند کروں گا۔"

"اتنی جلدی۔" والد صاحب نے کہا۔ "آپ تو اس مرتبہ ایک ہفتہ رہنے کے ارادے سے آئے تھے۔"

"ارادہ تو یہی تھا لیکن....." دادا جان کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔

"کیا بات ہے؟ آپ خاموش کیوں ہو گئے؟" والد صاحب نے ان کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کوئی اہم مسئلہ درپیش ہے؟"

"ہاں۔ آں....." دادا جان نے طویل سانس لے کر بڑے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "کوئی مسئلہ غیر اہم نہیں ہوتا۔ ہم اس کی نزاکت اور موقع محل کو نہ سمجھ سکیں تو اور بات ہے۔"

"کیا ایک دو روز بھی اور قیام نہیں کر سکتے؟"

"زندگی نے مہلت دی تو پھر کبھی آرام سے آؤں گا۔ اس وقت جو کام یاد آ گیا ہے اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔"

"لیکن....."

"زیادہ اصرار مت کرو بیٹے! ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور وقت پر کسی کا اختیار نہیں چلتا۔"

میں محسوس کر رہا تھا کہ دادا جان اندر سے بڑے مضطرب نظر آ رہے تھے' وہ

بااصول شخص تھے ان کے فیصلے اٹل ہوتے تھے چنانچہ والد صاحب نے انہیں روکنے کے لئے زیادہ اصرار نہیں کیا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد والد صاحب سیٹ مخصوص کرانے کے ارادے سے اسٹیشن چلے گئے۔ میری والدہ کے دل میں نام کی تبدیلی والی بات پھانس کی طرح چبھ رہی تھی چنانچہ والد صاحب کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر صبر کرتی رہیں پھر صبر پر اختیار نہ رہا تو دادا جان کے کمرے میں چلی گئیں' میں ان کے ساتھ تھا اس لئے انہوں نے بات کو گھما کر شروع کیا۔

"ابا حضور! میں آپ سے وہ بات معلوم کرنے کی غرض سے آئی ہوں جس کا ذکر آپ نے....."

"میں سمجھ گیا کہ تم کیا دریافت کرنے کی خاطر بے چین ہو لیکن خدا پر بھروسہ رکھو۔" دادا جان نے بات کاٹ کر جواب دیا۔ "وہ رحیم و کریم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا مسبّب الاسباب بھی ہے' اس کی ذات سے مایوسی گناہ ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں مگر جب تک آپ اپنے مشورے کی وضاحت نہ کر دیں گے میرے دل کو چین نہیں آئے گا۔" میری والدہ نے بڑے مہذب لہجے میں اصرار کیا۔

"مجھ بدنصیب کی ممتا پر جو چرکے لگ چکے ہیں آپ بھی اس سے بخوبی واقف ہیں۔"

"میں تمہارے دل کی کیفیت سمجھتا ہوں دلہن!" دادا جان نے مضطرب ہو کر خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے کل رات جو مشورہ دیا تھا اب اس پر عمل کرنے کا وقت گزر چکا ہے مگر تم حوصلے سے کام لو' میں جلدی میں نہ ہوتا تو تم سے تفصیل سے گفتگو کرتا۔"

"اگر کوئی مصلحت آڑے آ رہی ہے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی لیکن صرف اتنا بتا دیں کہ میری ممتا کو پھر کوئی ٹھیس تو....." میری والدہ کی آواز کپکپانے لگی۔

"ایسی بُری فال زبان سے مت نکالو۔" دادا جان نے بڑی شفقت سے میری والدہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "میں نے کل رات بھی غالباً کہا تھا کہ تمہارے آذر کی عمر طویل ہو گی۔ میری بات پر یقین کرو' جو کچھ پہلے ہو چکا اب نہیں ہو گا۔" پھر دادا جان نے اپنی تسبیح میرے گلے میں ڈال کر سنجیدگی سے ہدایت کی۔ "کوشش کرنا کہ یہ تسبیح چالیس روز تک بچے کے جسم سے علیحدہ نہ ہو۔"

"میں سمجھی نہیں۔" میری والدہ نے خود پر بمشکل قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا

aazzamm@yahoo.com

ہمارے آذر کو خدانخواستہ....."

"غیب کے حال وہی بہتر جانتا ہے لیکن تم کوئی تردد نہ کرو' میں وعدہ کرتا ہوں کہ آذر کو اپنی دعاؤں میں برابر شامل رکھوں گا۔" دادا جان نے مجھے اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔ "تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ آذر میرے شوکت کی اولاد ہے۔"

"ایک سوال کی گستاخی کر سکتی ہوں؟" میری والدہ نے کچھ توقف کے بعد مدھم آواز میں کہا۔

"پوچھو..... کیا معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

"آپ نے کل رات دوسرا نام تجویز کرنے کی بات بھی کی تھی' کیا آپ کے ذہن میں کوئی مناسب نام ہے؟"

"میں نے ابھی کہا تھا کہ اب نام تبدیل کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بہرحال اگر زندگی نے وفا کی تو رامپور پہنچنے کے بعد تمہاری تسلی کی خاطر کوئی مناسب نام سوچ کر روانہ کر دوں گا۔"

دادا جان نے دوسرا نام تجویز کرنے کا وعدہ کیا تو میری والدہ کو قرار آ گیا۔ وہ مطمئن انداز میں شکریہ ادا کر کے کمرے سے باہر چلی گئیں۔ میں خاصی دیر تک دادا جان کے پاس رہا' وہ بار بار مجھے سینے سے لگا کر پیار کرتے رہے اور کچھ پڑھ پڑھ کر میرے اوپر دم کرتے رہے — کاش اس روز میں دادا جان کی باتوں اور ان کی قلبی کیفیت کا صحیح اندازہ لگا سکتا۔

☆======☆======☆

دوپہر کو کھانے کے بعد دادا جان واپس چلے گئے۔ جاتے جاتے انہوں نے ایک بار پھر مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھا پھر میری ماں کو تسبیح کا خیال رکھنے کی دوبارہ تاکید کی۔ ان کی نظریں بار بار آسمان کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتے ہوں لیکن کہہ نہ پا رہے ہوں۔ میری والدہ انہیں دروازے تک رخصت کرنے گئیں' انہوں نے خاموشی سے میری ماں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور تیزی سے پلٹ کر باہر چلے گئے۔ میں دادا جان کی ایک ایک حرکت کو محسوس کر رہا تھا۔ میں نے ایک دو بار سوچا تھا کہ اپنی ماں سے ان باتوں کے سلسلے میں دریافت کروں جس کی بنا پر گزشتہ رات سے گھر کی فضا پر ایک عجیب سوگوار سنجیدگی مسلط تھی لیکن ہر بار کوئی نامعلوم طاقت مجھے میرے ارادے سے

روک دیتی۔

دادا جان کے جانے کے بعد میری والدہ کچھ دیر گم صم رہیں پھر مجھے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

"آذر بیٹے! تمہارے دادا ابو نے تمہارے گلے میں جو تسبیح ڈالی ہے اس کا خاص خیال رکھنا' اس کی طرف سے ایک پل کو بھی غافل نہ ہونا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے معصومیت سے جواب دیا۔ "میں اسکول جاتے وقت اسے سنبھال کر اپنی الماری میں رکھ دوں گا' واپس آ کر دوبارہ پہن لیا کروں گا۔"

"نہیں....." میری والدہ نے پیار سے سمجھایا۔ "تمہیں چالیس روز تک اسے بدن سے علیحدہ نہیں کرنا۔"

"اور اسکول میں اگر میرے ساتھیوں نے میرا مذاق اڑایا تو؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"تم اسے قمیض کے نیچے کئے رہنا' نہ کوئی دیکھے گا نہ مذاق اڑائے گا۔"

میرے ذہن میں اس تسبیح کے سلسلے میں بہت سارے سوالات کلبلا رہے تھے لیکن میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا' میں نے ان سے کبھی اپنی بہنوں اور بھائی کی موت کے بارے میں بھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ خود اپنی پیدائش کے بعد میں نے اپنے والدین کو نو سال تک جس کرب سے دوچار دیکھا تھا وہی میرے لئے بہت تھا۔ میں دبی ہوئی چنگاریوں کو کرید کر ماں کے دل کے زخموں کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا' خاص طور پر مجھے ماں کی دل شکنی منظور نہیں تھی اس لئے میں نے دادا جان کی دی ہوئی تسبیح کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور کھیل کود میں مصروف ہو گیا۔

والد صاحب دادا جان کو گاڑی پر بٹھا کر واپس آئے تو کچھ پریشان پریشان سے دکھائی دے رہے تھے۔ میں دالان میں تخت پر بیٹھا تفصیل سے ان تحفوں کو دیکھ رہا تھا جو مجھے سالگرہ کی خوشی میں دیئے گئے تھے۔ والد صاحب کی عادت تھی کہ جب بھی باہر سے آتے تھے مجھ سے پیار کی دو چار باتیں کئے بغیر کوئی دوسرا کام نہیں کرتے تھے لیکن اس روز انہوں نے میرے اوپر کوئی توجہ نہیں دی' خاموشی سے تھکے تھکے انداز میں قدم اٹھاتے کمرے میں چلے گئے۔ مجھے والد صاحب کی خلاف توقع عدم توجہی گراں گزری لیکن میں نے ان سے شکایت نہیں کی۔ میرے ذہن میں فوری طور پر یہی خیال ابھرا کہ شاید وہ دادا

aazzamm@yahoo.com

جان کے اچانک جانے سے ملول ہوا، گے۔ میں دوبارہ تختوں کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا لیکن اسی رات میں نے اپنے والدین کی کھسر پھسر کی آواز سنی تو میری نیند اچاٹ ہو گئی۔ وہ میرے بارے میں ہی گفتگو کر رہے تھے' میں اپنے بستر پر دم سادھے پڑا ان کی باتیں سننے لگا۔ میری والدہ کہہ رہی تھیں۔

"آپ کو میری جان کی قسم' مجھے سچ سچ بتا دیں کہ آپ کے اور ابا حضور کے درمیان آذر کے سلسلے میں کیا گفتگو ہوئی ہے؟ آپ نے اگر چھپانے کی کوشش کی تو میری خلش اور بڑھ جائے گی۔"

"میں تم سے غلط بیانی نہیں کر رہا۔" والد صاحب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابا جان نے راستے میں آذر کا ذکر ضرور چھیڑا تھا' وہ کوئی خاص بات کہنا چاہتے تھے لیکن نہ جانے کیوں اور کس مصلحت سے بات درمیان سے گول کر گئے۔ میں نے اصرار کیا تو کہنے لگے کہ ایک ہفتہ اور انتظار کر لو' اس کے بعد میں کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔"

"کوئی بات پوشیدہ نہ رکھنے سے اُن کی کیا مراد تھی؟" میری ماں کی تشویش قدرتی امر تھا۔

"یہی بات تو مجھے بھی رہ رہ کر کھٹک رہی ہے' جو بات ایک ہفتہ بعد کہی جا سکتی ہے وہ آج بھی بتائی جا سکتی تھی۔"

"آپ نے اُن کی باتوں سے کوئی اندازہ تو ضرور قائم کیا ہو گا؟"

"جب سے اسٹیشن سے واپس لوٹا ہوں اسی معمے کو حل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"کیسا معمہ؟"

"یہی کہ ابا جان نے پہلے اصرار کیا کہ آذر کا نام پہلی فرصت میں تبدیل کر دیا جائے اور اب ان کا خیال ہے کہ نام کی تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ خدانہ کرے میرے آذر کو....."

"پریشان مت ہو۔" والد صاحب نے والدہ کی بات کاٹ کر کہا۔ "وہم کرو گی تو تمہاری صحت اور متاثر ہو گی۔"

"لیکن میرے دل کو چین جو نصیب نہیں ہو رہا۔" والدہ بھرائی ہوئی آواز سے بولیں۔ "خدانخواستہ اگر آذر کو بھی کچھ ہو گیا تو....."

"کچھ نہیں ہو گا ہمارے بیٹے کو۔" والد صاحب نے سمجھانے کی کوشش کی۔ "ابا جان نے میرے اصرار پر اس بات کا یقین دلایا ہے کہ خدا نے چاہا تو آذر کو کچھ نہیں ہو گا' انہوں نے بڑے یقین سے کہا ہے کہ ہمارے بیٹے کی عمر طویل ہو گی۔"

"پھر وہ اصل بات بتانے سے کیوں کترا رہے ہیں؟"

"یہی ایک بات مجھے بھی پریشان کر رہی ہے کہ ابا جان فی الحال کچھ کہنے سے گریز کیوں کر رہے ہیں۔"

"آپ میری ایک بات مانیں گے؟" میری والدہ نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"کہو..... کیا بات ہے؟"

"آپ دو روز بعد خود رامپور چلے جائیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے کہ ابا حضور آپ کی پریشانی دیکھ کر اپنے دل کی بات زبان پر لے آئیں۔"

"میں ایک اور بات پر بھی غور کر رہا ہوں۔" والد صاحب نے کہا۔ "ہم آذر کا نام ہی کیوں نہ تبدیل کر دیں' میرا مطلب ہے کہ سنت کے اصول سے کوئی دوسرا نام رکھ لیں لیکن اس کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے' دلوں کے بھید تو نیلی چھتری والا جانتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ہمارے اس نیک قدم کو اپنے حبیبؐ کے صدقے میں قبول کر لے۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال کلبلا رہا ہے مگر میرا خیال ہے کہ اگر آپ رامپور جا کر ابا حضور سے بھی کوئی مناسب نام دریافت کر لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔" میری والدہ نے کہا۔ "انہوں نے دبی زبان میں مجھے بھی یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ نام کے اچھے اور بُرے اثرات انسان کی زندگی کے نشیب و فراز پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" والد صاحب نے کچھ توقف سے کہا۔ "اگر یہی تمہاری رائے ہے تو میں کل ہی دفتر جا کر رخصت حاصل کرنے کے لئے درخواست دیئے دیتا ہوں اور اگر خدا کو منظور ہوا تو دو روز بعد رامپور بھی چلا جاؤں گا۔"

"آپ نے ابا حضور سے یہ تو ضرور دریافت کیا ہو گا کہ انہوں نے اپنی تسبیح آذر کے گلے میں کیوں ڈالی ہے؟"

"ارے ہاں....." والد صاحب نے چونک کر پوچھا۔ "وہ تسبیح اب کہاں ہے؟"

aazzamm@yahoo.com

"آذر کے گلے میں' میں نے اسے سمجھا دیا ہے' اسے گلے سے نہ اتارے اور خاص طور پر خیال رکھے۔"

"تم نے اچھا کیا۔ ابا جان نے روانہ ہونے تک دو تین بار سختی سے ہدایت کی تھی کہ ان کی دی ہوئی تسبیح چالیس روز تک آذر کے جسم سے دور نہ ہو۔"

"اس کی کوئی وجہ بھی بتائی تھی؟"

"ہاں ..... انہوں نے کہا تھا کہ خدا کے حکم سے تسبیح کی موجودگی میں ہمارا بیٹا آفت و بلایات سے محفوظ رہے گا۔"

"خدا اُن کی زبان مبارک کرے۔"

میرے والدین کے درمیان اس موضوع پر خاصی دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا لیکن میرے اوپر نیند کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ میں اس کے آگے کچھ نہ سن سکا۔ اگلی صبح میں حسب معمول بیدار ہوا اور روزمرہ کے کاموں سے فارغ ہو کر اسکول جانے کو تیار ہو گیا۔ والد صاحب مجھے اسکول چھوڑتے ہوئے دفتر جاتے تھے' اس روز بھی ایسا ہی ہوا' دوپہر کو میں تین بجے اسکول بس سے واپس آ گیا۔ دادا جان کی تسبیح کو میں نے اپنی ماں کی ہدایت کے مطابق بنیان کے اندر کر رکھا تھا اس لئے اسکول میں اس پر کسی کی نظر نہیں پڑی۔ اسی شام والد صاحب دفتر سے آئے تو سب سے پہلے میری والدہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ انہوں نے ایک ہفتے کی اتفاقیہ رخصت حاصل کر لی ہے اور دفتر سے واپسی پر اگلے روز کے لئے رامپور جانے کی خاطر اپنی نشست بھی محفوظ کرا لی ہے۔ اس وقت ہم سب ناشتے کی میز پر موجود تھے' ہرچند کہ مجھے والد صاحب کے دادا جان کے پاس جانے کی بھنک مل چکی تھی لیکن پھر بھی میں چپ نہ رہ سکا۔

"آپ رامپور کیوں جا رہے ہیں؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"تمہارے دادا ابو سے ضروری کام پیش آ گیا ہے۔" والد صاحب نے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کی غیر موجودگی میں میرے اسکول کا کیا بنے گا' میں کس کے ساتھ جایا کروں گا؟"

"تم چار روز کی چھٹی کر لینا۔" میری والدہ نے کہا۔ "ابھی تو تمہارے امتحان بھی دور ہیں۔"

میرے ذہن میں اس وقت بھی کئی سوال کلبلائے۔ میرا دل چاہا کہ اپنے والدین سے پوچھوں کہ انہیں اچانک میرے نام کی تبدیلی کی اتنی فکر کیوں لاحق ہو گئی ہے؟ جب دادا جان نے جاتے جاتے والدِ صاحب سے کہہ دیا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر انہیں ساری مصلحتوں کا علم ہو جائے گا تو پھر رامپور جانے کی کیا ضرورت ہے؟ خود دادا جان نے اپنے مشورے کی تردید کرتے ہوئے کہا تھا کہ اب نام کی تبدیلی بھی مؤثر ثابت نہیں ہو گی۔ اس بات کی بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ میری عمر طویل ہو گی۔ مجھے کسی ممکنہ خطرے سے محفوظ رکھنے کی خاطر بطور خاص اپنی تسبیح بھی عنایت کر دی تھی تو پھر بھاگ دوڑ کی کیا حاجت پیش آ رہی ہے؟ وہ خطرہ کیا تھا جس کی نشاندہی سے دادا جان نے پرہیز کیا تھا؟ جب انہیں علم تھا کہ نام کی تبدیلی کا وقت گزر چکا ہے تو اس بات کا ذکر کیوں کیا گیا؟ ایسی کیا بات تھی جو ایک ہفتے پیشتر نہیں بتائی جا سکتی تھی؟ اس کے علاوہ بھی کئی اور باتیں وضاحت طلب تھیں لیکن میں نے زبان کھولنی مناسب نہیں سمجھی مگر اس کے بعد جو حالات تیزی سے پے در پے پیش آئے انہوں نے میری عقل بھی ضبط کر دی۔

میرے والد صاحب نشست محفوظ کرانے کے باوجود دوسرے روز رامپور روانہ نہ ہو سکے' ان کی گھر سے روانگی سے ایک گھنٹہ قبل ہمارے پڑوسی حکیم احسان احمد کی بیگم جو کئی مہینوں سے دق کے موذی مرض میں مبتلا تھیں' انتقال کر گئیں۔ والد صاحب اور حکیم احسان احمد میں بڑی گاڑھی چھنتی تھی' دونوں ایک دوسرے کے آڑے وقتوں میں کام آیا کرتے تھے اس لئے والد صاحب کو اپنی رامپور کی روانگی مجبوراً ملتوی کرنی پڑی۔ اس کے بعد چوبیس گھنٹے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ دادا جان بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ والد صاحب کو ان کی موت کی اطلاع ملی تو ان پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ میرے معصوم ذہن میں پھر بھونچال آ گیا' دادا جان کی باتیں یاد آنے لگیں۔ انہوں نے والد صاحب سے ایک ہفتہ انتظار کی بات کی تھی اور خود انہیں اپنے بارے میں علم نہیں تھا کہ چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات والی مثال ان پر صادق آنے والی تھی۔ یا تو انہوں نے محض والد صاحب کو ٹالنے کی خاطر ایک ہفتے والی بات کہی تھی یا پھر شاید انہیں علم تھا کہ سات روز کے اندر اندر خود ان کا چراغ گل ہونے والا ہے۔ اگر دوسری بات درست تھی تو پھر انہوں نے ان خدشات کے اظہار سے گریز کیوں کیا جس کا تعلق میری ذات سے تھا؟ ان کی خاموشی کی کیا مصلحت تھی' کیا مجبوری لاحق تھی جو ان کے آڑے آ رہی تھی؟

aazzamm@yahoo.com

دادا جان کی تسبیح میرے جسم پر موجود تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ انسان اور پانی کے بلبلے میں کیا فرق ہے؟ دونوں ہی ناپائیدار ہوتے ہیں۔ ہوا کا ایک جھونکا دونوں کو ناپید کر دیتا ہے۔ دادا جان نے اپنی تسبیح میرے گلے میں ڈال کر چالیس روز تک ہر قسم کی آفت اور خطرات سے محفوظ رہنے کی بات کی تھی لیکن خود انہیں اپنے بارے میں علم نہیں ہو سکا' موت کا فرشتہ دبے قدموں ان کے قریب آ رہا تھا۔ میرے ذہن میں الٹے سیدھے سوالات کی یلغار ہوتی رہی۔ میں فی الحال ان کے بارے میں بھی کوئی حتمی بات کہنے سے معذرت خواہ ہوں لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ دادا جان نے یہ بات صد فیصد درست کہی تھی کہ خدا کی مصلحتیں سمجھنا بندوں کے اختیار کی بات نہیں۔ میں بھی شاید اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔

بہرحال دادا جان کی موت کی اطلاع نے میرے والد کو بے حال کر دیا' میری والدہ نے انہیں مشورہ دیا کہ رامپور جا کر باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھ آئیں لیکن غم کی شدت نے انہیں اس قدر نڈھال کر رکھا تھا کہ وہ کمرے میں پڑے اس سائے کی محرومی پر آنسو بہاتے رہے جو ان کے سر سے اٹھ چکا تھا' مشیت ایزدی کے آگے ان کا بھی کوئی اختیار نہ چل سکا۔

چار روز تک ہمارے گھر میں آہوں اور سسکیوں کی آوازیں گونجتی رہیں۔ یار دوست' واقف کار اور پاس پڑوس میں رہنے والے افسوس کا اظہار کرنے آتے تو زخموں پر جمتی کھرنڈ پھر ٹھیس لگنے سے ہری ہو جاتی۔ میری والدہ ہمہ وقت والد صاحب کی دلجوئی میں لگی رہتیں' میں بھی والد صاحب کے دائیں بائیں منڈلاتا رہتا۔ میرے پاس غم کا اظہار کرنے والے الفاظ تو نہیں تھے لیکن میں والد صاحب کے قریب رہ کر انہیں اس بات کا احساس ضرور دلاتا رہتا تھا کہ میرے وجود کو ابھی ان کے سہارے کی ضرورت ہے لیکن کل کیا ہونے والا تھا اس کا علم شاید میرے فرشتوں کو بھی نہیں تھا۔

میرے والد صاحب کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں' جس دن انہیں غم روزگار کو برقرار رکھنے کی خاطر ملازمت پر حاضر ہونا تھا اس سے ایک رات قبل والدہ انہیں بڑے پیار سے سمجھا رہی تھیں کہ ہمت سے کام لیں۔

"دفتر میں میرا دل نہیں لگے گا۔" والد صاحب نے اداس لہجے میں کہا۔ "سوچتا ہوں کچھ دنوں کی چھٹی اور لے لوں۔"

"میں آپ کی اس بات سے اتفاق نہیں کروں گی۔ دفتر میں آپ کا ذہن بٹ جائے گا۔ گھر میں پڑے رہے تو طبیعت پر مستقل ایک بوجھ طاری رہے گا۔"

"لیکن لوگ وہاں بھی....."

"ہمت سے کام لیں۔" میری والدہ نے بڑی بردباری سے کہا۔ "ابھی آپ کو آذر کے لئے جینا ہے' موت اور زندگی تو خدا کے ہاتھ ہے' انسان کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے۔ میری طرف دیکھئے' میں تین جان لیوا صدموں سے دوچار ہونے کے باوجود زندہ ہوں۔"

"آپ نے آذر کے نام کے سلسلے میں کیا سوچا ہے؟" والد صاحب نے موضوع بدلنے کی خاطر گفتگو کا رخ بدل دیا۔

"میں آپ کی رائے سے متفق ہوں۔" والدہ صاحبہ نے جواب دیا۔ "ہم خاموشی سے نام تبدیل کر لیتے ہیں' اس کا ڈھنڈورا نہیں پیٹیں گے۔ آگے جو قدرت کو منظور۔"

"اگر آپ متفق ہیں تو پھر ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے' میں کل ہی جامع مسجد کے پیش امام سے بات کروں گا' جو نام وہ تجویز کریں گے وہی رکھ لیں لیا جائے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ خدا کے کسی نیک بندے سے مشورہ کر لیا جائے تو بہتر رہے گا۔"

میں بستر پر لیٹا والدین کی بات سن رہا تھا' اس وقت رات کے تقریباً سوا نو کا عمل تھا جب دروازے پر کسی نے زور زور سے دستک دی' والد صاحب نے چونک کر کہا۔

"اتنی رات گئے پرسہ دینے کون آ گیا؟ لوگ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کوئی آرام کر رہا ہو گا۔"

"آپ لیٹے رہئے میں دیکھتی ہوں۔" والدہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کوئی خاص واقف کار نہ ہوا تو آپ کے سونے کا بہانہ کر کے ٹال دوں گی۔"

"نام ضرور پوچھ لیجئے گا تاکہ میں بعد میں ان کا شکریہ ادا کر سکوں۔"

والدہ اٹھ کر کمرے سے چلی گئیں تو میں نے کچھ سوچ کر پوچھ لیا۔

"ابا جان! دادا جان کی تسبیح اب پہنے رکھوں یا اسے اتار دوں؟"

"کیا مطلب....." والد صاحب نے مجھے چونک کر دیکھا۔ "تم ابھی تک سوئے نہیں ..... اور یہ دادا جان کی تسبیح اتارنے کا خیال تمہیں کیوں آیا؟"

"میرا خیال ہے کہ جب دادا ابو نہیں رہے تو ان کی تسبیح بھی سنبھال کر کہیں رکھ

aazzamm@yahoo.com

دینی چاہئے۔"

"ایسی باتیں نہیں کرتے آذر بیٹے!" میرے والد نے مجھے پیار سے سمجھایا۔ "بزرگوں کی دعائیں اور ان کی بخشی ہوئی چیزیں ہمیشہ انسان کے کام آتی ہیں' ایسی چیزوں کی قدر کرنا چاہئے۔"

"ایک بات پوچھوں ابو!" میں نے سنبھل کر سوال کیا۔ "دادا جان نے میرا نام تبدیل کرنے کا مشورہ کیوں دیا تھا؟"

"میں نے ان سے پوچھا تھا لیکن اب جب کہ وہ اس دنیا میں ہی نہیں رہے تو اس کا جواب کون دے سکے گا۔" میرے والد دادا جان کے تذکرے پر دوبارہ اداس ہونے لگے تو میں نے جلدی سے باتوں کا رخ بدل کر کہا۔

"کل سے تو میں بھی اسکول جانے لگوں گا؟"

"کیوں نہیں۔" والد صاحب نے بڑے لاڈ سے کہا۔ "ابھی تو تم کو خوب جی لگا کر پڑھنا ہے اور پڑھ لکھ کر بہت بڑا آدمی بننا ہے۔"

ابھی میں بڑا آدمی بننے کے سلسلے میں کوئی سوال کرنے والا تھا کہ میں نے والد صاحب کو چونک کر بستر سے اٹھتے دیکھا' ان کے چونکنے کا انداز ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کسی بات سے خوفزدہ نظر آ رہے ہیں' میرا رخ والد صاحب کی سمت تھا اس لئے میں دروازے کی جانب نہ دیکھ سکا لیکن جب والد صاحب کے اضطراب کی وجہ جاننے کی خاطر میں نے دروازے کی سمت نظر گھمائی تو خوف اور دہشت کے مارے میں ساری جان سے لرز اٹھا۔

دروازے کے بیچ و بیچ میری والدہ سہمی کھڑی تھیں اور ان کے دائیں بائیں دو ہٹے کٹے نووارد منہ پر ڈھاٹا باندھے کھڑے تھے' ان کی سرخ سرخ خوفناک نظریں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ بھلے آدمی نہیں تھے۔

"کون ہو تم لوگ؟" والد صاحب نے اٹھتے ہوئے قدرے درشت لہجے میں پوچھا۔

"زیادہ گرمی کھانے کی حماقت مت کرو میاں جی! اور اپنی آواز بھی ذرا مدھم رکھو ورنہ ہم سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔" ایک شخص نے بڑے سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔

"ایک بات اور غور سے سن لو۔" دوسرا تیور بدل کر بولا۔ "جلادوں سے رحم کی اپیل نہیں کی جاتی ..... کیا سمجھے؟"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" والد صاحب نے بمشکل اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے

دریافت کیا۔

میں پھٹی پھٹی نظروں سے ان دونوں بدمعاشوں کو دیکھ رہا تھا جو ملک الموت کی طرح میری ماں کے سر پر سوار تھے۔ ایک مردود نے اپنا ریوالور میری ماں کی کنپٹی پر رکھ رکھا تھا' میری غریب ماں ان دونوں کے درمیان کھڑی اس طرح تھر تھرا رہی تھی جیسے اس کا جسم ننگے تاروں میں لپیٹ کر اس میں کرنٹ دوڑا دیا گیا ہو۔

"جو کچھ جمع پونجی سمیٹ کر رکھی ہے ہمارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دو ورنہ....." ریوالور والا شخص اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر کمینگی سے مسکرانے لگا۔

"تم غلط جگہ آ گئے ہو میرے عزیز!" میرے والد نے صاف گوئی سے کام لیا۔ "دولت جمع کرنا تو دور کی بات ہے ہمارے لئے اپنی سفید پوشی برقرار رکھنا بھی دشوار ہے۔"

"ہمارا پورا گھر حاضر ہے۔" میری والدہ نے کپکپاتی آواز اور خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "تم خود تلاشی لے لو' جو تمہارے ہاتھ لگے بڑے شوق سے لے جاؤ۔"

"اور تم کو زندہ چھوڑ جائیں تاکہ تم بعد میں تھانے میں شناخت پریڈ کرتی رہو۔" جواب میں اس حرامزادے نے بڑی کینہ توز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے بازاری انداز میں کہا۔ "جوانی میں ضرور پٹاخہ رہی ہو گی لیکن اب ہم تمہاری چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آئیں گے' جو کچھ ناز نخرے کر کے اور مسکرا مسکرا کر شوہر سے سمیٹا ہے سارا زیور شرافت سے لا کر ہمارے حوالے کر دو ورنہ تمہاری بچی کھچی بچیہ بھی ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔"

"بکواس بند کرو۔" والد صاحب زہر کا گھونٹ پی کر بولے۔ "تمہیں جو کہنا ہے مجھ سے کہو' عورت کے ساتھ میں تمہاری کسی قسم کی بدتمیزی برداشت نہیں کروں گا۔ تم پورے گھر کا سامان سمیٹ کر لے جاؤ ہم تمہارا ہاتھ نہیں روکیں گے لیکن شرافت سے تجاوز کرنا بھی برداشت نہیں کریں گے۔"

"کتنی رقم دبا کر رکھی ہے؟" ایک نے زہریلے انداز میں پوچھا۔ "دو لاکھ ..... پانچ لاکھ ..... دس لاکھ۔"

"تم خود تلاشی لے کر دیکھ لو' جو ہاتھ آ جائے تمہارا ہو گا۔" والد صاحب نے لہجہ بدل کر کہا۔ "اس سے زیادہ ہم اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

aazzamm@yahoo.com

"گویا تم سیدھی انگلیوں سے راہ راست پر نہیں آؤ گے۔" ریوالور والے کا لہجہ اور زیادہ سفاک ہو گیا۔ "ہم تمہیں دو تین منٹ سے زیادہ نہیں دیں گے' ایک بات اور سمجھ لو' انسانی خون سے ہولی کھیلنا ہماری عادت بن گیا ہے۔"

"تم اپنا وقت برباد کرنے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔" میرے والد نے جھلا کر جواب دیا۔

"ہم تین تک گنیں گے۔" دوسرے نے اپنا جدید آتشیں اسلحہ ہوا میں لہرا کر دبنگ آواز میں کہا۔ "اس کے بعد پہلی گولی تمہاری عورت کو ایک بازو سے محروم کر دے گی۔"

"یہ سراسر ظلم ہے ..... زیادتی ہے۔" میرے والد نے احتجاج کیا۔

"ایک....." اسلحہ لہرانے والے نے گنتی شروع کی۔

میں اپنے بستر پر سہما بیٹھا تھا' ابھی تک ان دونوں ڈاکوؤں نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔

"میری بات کا یقین کرو' میرے گھر میں اس وقت دو ڈھائی سو سے زیادہ کی رقم نہیں ہو گی' بیوی کے زیورات جو بھی ہیں وہ تم لے جا سکتے ہو۔"

"اس کے علاوہ بھی جو مرضی آئے گی چھاتی ٹھونک کر لے جائیں گے لیکن تم دونوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد۔" دوسرے نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ اس نے ریوالور کی نال بدستور میری ماں کی کنپٹی پر جما رکھی تھی جن کا چہرہ خوف سے سفید ہو رہا تھا۔

"دو....." دوسرے نے زیادہ سرد لہجے میں گنتی آگے بڑھائی۔

"میں کہتا ہوں اپنے ناپاک ارادوں سے باز آ جاؤ۔" والد صاحب نے بے بسی سے کہا۔ "ہمارے مرنے کے بعد بھی تمہارے ہاتھ کوئی مال غنیمت نہیں آئے گا۔"

"گولیوں کی آواز محلے والوں کو بھی چوکنا کر دے گی۔" میری والدہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "تم بھی پکڑے جاؤ گے۔"

"ڈرانے کی کوشش کر رہی ہے ..... کھیائی۔" ریوالور والا گرجا۔ "باہر ہمارے دو ساتھی اور بھی موجود ہیں' جس نے سامنے آنے کی کوشش کی اسے بھی ڈھیر کر دیں گے۔"

"اور حاصل کیا ہو گا؟" میرے والد نے آخری بار انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن

وہ درندہ صفت لوگ تھے۔

تین کی گنتی گننے کے بعد جدید اسلحہ والے نے پہلا فائر کیا۔ اس کا نشانہ خطا نہیں ہوا' میری بے گناہ ماں کے الٹے بازو سے خون کا فوارہ ابل پڑا' وہ بلبلاتی ہوئی زمین پر گر کر تڑپنے لگیں' والد صاحب جوش میں آگے بڑھے تو درندوں نے ان پر بھی گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

میں اپنے بستر پر تصویر حیرت بنا خاموش بیٹھا سب کچھ دیکھتا رہا' گولیاں تڑتڑاتی رہیں' میرے والدین کے جسموں سے خون کی دھاریں ابلتی رہیں' وہ تڑپ تڑپ کر موت سے ہمکنار ہو گئے۔ مرنے والوں کی دل خراش چیخیں میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونجتی رہیں۔ مجھے حیرت تھی کہ اگر وہ درندے سارے ثبوت مٹا دینا چاہتے تھے تو پھر مجھے کیوں زندہ چھوڑ دیا؟ دونوں نے ایک بار بھی میری طرف توجہ نہیں دی حالانکہ میں ان کی نظروں کے سامنے بیٹھا تھا۔

میرے والدین کے جسموں کو چھلنی کر دینے کے بعد وہ گھر کے تمام سامان' الماریوں اور صندوقوں کو الٹتے پلٹتے رہے۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب تھا کہ گولیوں کی چنگھاڑ کی آواز سن کر بھی کوئی ہماری مدد کو نہیں آیا۔

میں ڈرتے ڈرتے اپنے بستر سے اتر کر ماں کے پاس گیا' اس کے جسم سے گرم گرم خون ابل رہا تھا۔ میرا کلیجہ پھٹنے لگا' میں بے اختیار "امی جان" کہتا ہوا ماں کے خون سے لت پت جسم سے لپٹ گیا پھر میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ گئیں۔ میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ ماں اور باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے صدمے نے میرے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا' میرے گھر کی خوشیاں اتنی جلدی ایک ایک کر کے روٹھ جائیں گی' مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ دنیا میں تنہا رہ جانے کا احساس میرے کمزور اور ناپائیدار وجود کو کسی کوڑیالے ناگ کی طرح ڈس رہا تھا۔ جب تک میرے ہوش و حواس قائم رہے میں ماں کی اکڑی ہوئی لاش سے کسی جونک کی طرح چپکا اپنی یتیمی اور بیسری کا ماتم کرتا رہا پھر مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔

مجھے یاد نہیں کہ والدین کی موت نے کتنے دنوں تک میرے ذہن کو معطل رکھا' میں کب تک بے ہوشی اور دیوانگی کی کیفیتوں سے دوچار رہا' لوگوں کا کہنا ہے کہ میں جب بھی ہوش میں آتا والدین کی موت کا ہولناک منظر یاد کر کے چیخیں مارنے لگتا' ماہی بے

aazzamm@yahoo.com

آب کی مانند پچھاڑیں کھاتا' جنونی انداز میں والدین کو پکارتا پھر دوبارہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا۔ بہت دونوں تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر میں ہار گیا' وقت آہستہ آہستہ میرے زخموں کے لئے مرہم ثابت ہوتا گیا۔ کاتب تقدیر نے جو کچھ میری قسمت میں رقم کر دیا تھا اس کے سامنے مجھے سر نگوں ہونا پڑا۔

جب میرے اوسان بحال ہوئے تو میں نے خود کو حکیم احسان احمد کے گھر میں پایا۔ وہ والد صاحب سے اپنی دوستی کا حق نباہنے میں کسی طرح پیچھے نہیں رہے۔ میرے کچھ دور پرے کے عزیز و رشتے دار ضرور تھے لیکن کوئی میری کفالت کا بوجھ اٹھانے پر آمادہ نہیں ہوا۔ انہیں اگر کوئی دلچسپی تھی تو اس مکان سے تھی جو میرے والد نے خون پسینے کی کمائی جمع کر کے سر چھپانے کو بنایا تھا۔ اگر احسان انکل نے اس آڑے وقت میں دور اندیشی سے کام نہ لیا ہوتا تو شاید میری زندگی کا وہ آخری سرمایہ بھی میرے ہاتھ سے نکل جاتا' مجھے مکمل ہوش آنے پر معلوم ہوا کہ میں تقریباً ایک ماہ تک اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ میرے عزیزداروں نے مکان پر اپنا حق جمانے کی مجرمانہ کوشش کی تھی مگر احسان انکل نے موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پہلے تو فوری طور پر مکان کو تالا لگا دیا پھر دانشمندی سے کام لیتے ہوئے اسے اپنے ایک پرانے دوست اور واقف کار کو کرائے پر دے دیا۔ میرے عزیزدار مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔

دانشوروں کا کہنا ہے کہ وقت اور حالات انسان کے سب سے بڑے معلم ہوتے ہیں۔ انسان ٹھوکریں کھانے کے بعد ہی کچھ سیکھتا ہے' وقت کی تراکتیں اس کی تربیت کرتی ہیں پھر وہ دوسروں کی انگلی پکڑ کر چلنے کے بجائے آہستہ آہستہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سیکھ جاتا ہے' میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ قسمت کے ہاتھوں میں جن شدید ذہنی جھٹکوں سے دوچار ہوا وہی میرے شعور کو بیدار کرنے کے لئے کافی تھے۔ تمام عمر میں احسان انکل پر بوجھ نہیں بن سکتا تھا — کیا ہو گا' مجھے اپنا مستقبل سنوارنے کی خاطر کن دشوار گزار مرحلوں سے گزرنا ہو گا' زندگی کے شب و روز کس طرح گزریں گے؟ — میں ہر وقت ان ہی سوچوں میں گم رہتا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ میں ان سنگدل لٹیروں کے ہاتھ سے زندہ کس طرح بچ گیا؟ میرے والدین نے انہیں اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی کی پیشکش کی تھی لیکن وہ پیشہ ور ڈاکو تھے' وہ جس واردات کے ارادے سے آئے تھے اس کا کوئی ثبوت چھوڑ دینا ان کے لئے خطرناک ہو سکتا تھا اسی لئے اپنی زندگی بچانے

کی خاطر میرے والدین کا جسم گولیوں سے چھلنی کر ڈالا تھا لیکن مجھے کیوں نظرانداز کیا گیا — کیا میری ذات سے انہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا' کیا دس سال کی عمر کا لڑکا اپنے والدین کے قاتلوں کو شناخت نہیں کر سکتا تھا؟ دانشمندی کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ مجھے بھی اپنے راستے سے ہٹا دیتے' ان کے لئے کوئی خدشہ' کوئی اندیشہ' کوئی خطرہ باقی نہ رہتا' میں بھی آج اپنی زندگی کی المناک داستان قلم بند کرنے کو زندہ نہ رہتا' سارا قصہ پاک ہو جاتا — لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے مجھے یکسر نظرانداز کر دیا تھا' میں ان کی نظروں کے سامنے تھا مگر ان دونوں شقی القلب قاتلوں نے ایک بار بھی میری سمت نظر اٹھا کر نہیں دیکھا — شاید وہ اندھے ہو گئے تھے یا کسی غیبی طاقت نے مجھ بدنصیب پر ترس کھا کر میرے اور ان کے درمیان کوئی پردہ تان دیا تھا۔ جس وقت وہ میرے گھر کی تمام خوشیاں اپنے ناپاک قدموں تلے روند کر' مال غنیمت لوٹ کر' اپنی جیت اور میری بیچارگی پر قہقہہ لگاتے ہوئے واپس جا رہے تھے اس وقت بھی میں اپنی والدہ کے بے جان جسم کو پاگلوں کی طرح جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر دیوانہ وار آوازیں دے رہا تھا — کیا وہ بہرے تھے جو میری دلدوز چیخوں کی آوازیں ان کے کانوں تک نہیں پہنچی تھیں؟

واقعات کو کریدتے کریدتے میرے ذہن میں دادا جان کی دی ہوئی تسبیح کا خیال آیا' انہوں نے کہا تھا کہ چالیس روز تک اس تسبیح کا میرے جسم پر رہنا ضروری تھا — تو کیا وہی تسبیح میرے اور قاتلوں کے درمیان دیوار بن گئی تھی؟ — میں نے سوچا پھر میرا ذہن دوبارہ الجھنے لگا۔ اگر دادا جان کو پیش آنے والے حالات کا علم تھا تو انہوں نے خاموشی سے کیوں کام لیا؟ وہ اگر چاہتے تو قبل از وقت خطرے کی نشاندہی کر کے میرے سر پر والدین کا سایہ برقرار رکھ سکتے تھے لیکن انہوں نے میرے والدین کے بار بار اصرار کے باوجود زبان نہیں کھولی — آخر کیوں؟ کیا مصلحت تھی جو وہ میری سالگرہ کے دوسرے ہی دن کسی کام کا بہانہ کر کے رامپور واپس چلے گئے؟ — میں ہوش آنے کے بعد بھی کئی دنوں تک خود اپنی سوچوں میں الجھتا رہا پھر ایک دن میں نے احسان انکل کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"آپ نے میرے بارے میں کیا سوچا ہے؟" میں نے کرب میں ڈوبی آواز میں پوچھا۔ "میں کب تک آپ کے لئے بوجھ بنا رہوں گا؟"

"ایسی باتیں مت کرو آذر بیٹے!" احسان انکل نے بڑی شفقت سے جواب دیا۔ "تم میرے پڑوسی اور میرے مرحوم دوست کی نشانی ہو' میں تمہیں کبھی اپنے لئے بوجھ سمجھوں

aazzamm@yahoo.com

گا..... یہ خیال تمہارے دل میں کیوں آیا؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' احسان انکل کا جواب سن کر میرا دل بھر آیا تھا۔

"بس آذر میاں! بس....." انہوں نے میری پلکوں پر مچلتے آنسوؤں کو دیکھ کر تیزی سے کہا۔ "اگر تمہیں میری خوشی منظور ہے تو اب ایک آنسو بھی نہ بہانا۔ جو کچھ ہو گیا ہے اسے بھولنے کی کوشش کرو' جو کچھ آئندہ کرنا ہے اس کے لئے سوچو اور بہادری کے ساتھ وقت کا مقابلہ کرنے کی خاطر خود کو آمادہ کرو' وقت کا یہی تقاضہ ہے۔"

احسان انکل مجھے حالات کی اونچ نیچ کے بارے میں سمجھاتے رہے پھر بڑی اپنائیت سے بولے۔

"اس بات کو بھی دل و دماغ سے نکال دو کہ تم میرے اوپر بوجھ ہو' میں نے تمہارا مکان کرائے پر اٹھا دیا ہے' وہ تمہاری ملکیت ہے' اس کا جو کرایہ آئے گا وہی تمہاری کفالت کے لئے بہت ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دوبارہ اسکول جانا شروع کر دو' خوب جی لگا کر پڑھو اور ایک اچھا انسان بننے کے لئے پوری طرح تن من سے جدوجہد کرو' جب تک تم کسی قابل نہیں ہو جاتے میں تمہیں اپنے پاس رکھوں گا' اس کے بعد تمہیں اپنی مرضی پر اختیار ہو گا۔"

احسان انکل نے مجھے اپنا فیصلہ سنا دیا' میرے پاس اس پر عمل کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ میرے استفسار پر انہوں نے مختصراً بتایا کہ جن ڈاکوؤں نے میری خوشیوں کو تاراج کیا تھا وہ بھی فرار ہوتے وقت ایک حادثے سے دوچار ہو کر موت کی ابدی نیند سو چکے تھے' میرے گھر سے لوٹا ہوا سامان اور کچھ روپے جو برآمد ہوئے وہ پولیس کی تحویل میں تھے اور قانونی کارروائی کے بعد مجھے واپس ملنے کی امید بھی تھی لیکن مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ اس تسبیح کا خیال پریشان کر رہا تھا۔ جس نے قاتلوں کو میرے سلسلے میں اندھا اور بہرا کر دیا تھا۔ میں نے دبی زبان میں اس کے بارے میں دریافت کیا تو احسان انکل نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جائے وقوعہ سے کوئی تسبیح برآمد نہیں ہوئی' کیوں وہ کوئی قیمتی تسبیح تھی؟"

"جی نہیں۔" میں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔ "دراصل وہ تسبیح دادا جان نے مجھے سالگرہ پر بطور تحفہ عنایت کی تھی۔"

"اگر وہ تحفہ تمہیں مولوی فراست علی صاحب نے دیا تھا تو یقیناً بہت متبرک اور اہم ہو گا۔" احسان انکل نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے اور شاید....." احسان انکل کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا۔

"آپ نے بات مکمل نہیں کی انکل!"

"میں سوچ رہا تھا کہ جن ڈاکوؤں نے ثبوت مٹانے کے لئے تمہارے والدین کو راستے سے ہٹا دیا انہوں نے تمہاری جان کیوں بخش دی لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ تمہارے دادا کی تسبیح کی کرامت تھی کہ جو تم محفوظ رہے۔" احسان انکل نے کہا۔ "میرے ایک عزیز رامپور میں رہتے ہیں اور تمہارے دادا کے مریدوں میں سے تھے' ان کا کہنا ہے کہ تمہارے دادا بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے اور مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ ایسے بزرگوں کو روشن ضمیر بھی کہا جاتا ہے۔"

احسان انکل کی بات سن کر میرا تجسس بڑھنے لگا' میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا جو لوگ روشن ضمیر ہوتے ہیں انہیں سب کچھ پہلے سے معلوم ہو جاتا ہے؟"

"کیوں نہیں ..... اللہ جس کو چاہے نواز دے' مگر ایسے بزرگ حضرات صرف اشاروں کنایوں میں بات کرتے ہیں' کھل کر کچھ نہیں کہتے۔"

"اس میں کیا مصلحت ہوتی ہے؟"

"بس یہ سمجھ لو کہ انہیں اس کی اجازت نہیں ہوتی۔"

"تو کیا دادا جان کو معلوم تھا کہ ہمارے اوپر کیا آفت نازل ہونے والی ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا انہی کی دی ہوئی کراماتی تسبیح تھی جس نے تمہیں معجزاتی طور پر بچا لیا لیکن تم ابھی بچے ہو' یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

میں نے احسان انکل کی بات سن کر خاموشی اختیار کر لی لیکن مجھے اس بات کا ملال ضرور تھا کہ اگر دادا جان کو سب کچھ پہلے سے معلوم تھا تو وہ میرے والدین کو بھی بچا سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔

"آذر بیٹے! تم اپنے ذہن پر کوئی بوجھ مت ڈالو۔" احسان انکل نے میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "جو کچھ ہوا اس میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت بھی ہو گی' تم اب صرف یہ ٹھان لو کہ تمہیں اپنا مستقبل بنانے کی

aazzamm@yahoo.com

خاطر بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لینا ہے' میں تمہیں ہر اعتبار سے ایک کامیاب انسان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کی توقعات پر پورا اتر سکوں۔" میں نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی۔

"ایک بات کا اور وعدہ کرو۔"

"آپ حکم دیں' میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے بے حد انکساری سے کہا۔

"مجھ سے وعدہ کرو کہ جب تک تم میٹرک نہیں کر لیتے اس گھر کو اور مجھے اپنا ہی سمجھو گے' کسی قسم کا تکلف نہیں کرو گے۔"

احسان انکل کے لہجے میں ایسی مٹھاس' ایسا پیار و خلوص تھا کہ میں نے سچے دل سے ان سے وعدہ کر لیا۔

☆------☆======☆

پندرہ سال کا طویل عرصہ میں نے حکیم احسان احمد کے ساتھ گزارا' ان کے احسانات کا بوجھ مجھ پر روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ ہر چند کہ میرے مکان کا کرایہ میرے اوپر خرچ ہو رہا تھا لیکن حکیم انکل کی محبت' ان کے خلوص کی کوئی قیمت ادا نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ جس طرح مجھے کندن بنانے کی خاطر اپنے علم' اپنے تجربوں' اپنی محبت اور اپنے مشوروں سے نوازتے رہتے ان کا کوئی مول نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کچی عمر میں میرے سر پر ہاتھ نہ رکھا ہوتا تو شاید میں بھٹک جاتا' وہ غیر ہونے کے باوجود اپنوں جیسا سلوک کر رہے تھے' جو اپنے تھے وہ بیگانے بن گئے تھے۔ والدین کا سایہ سر سے اٹھنے کے بعد انہوں نے نظریں پھیر لی تھیں' ان کی دلچسپی مجھ سے زیادہ میرے مکان میں تھی جو حکیم انکل کی دور اندیشی سے بچ گیا تھا۔ میں اپنے خونی رشتوں کے تذکرے سے گریز کروں گا' جب انہوں نے سارے تعلقات ختم کر دیئے تھے تو میں کیوں ان کی طرف پلٹ کر دیکھتا' ان سے زیادہ قابل احترام تو ڈپٹی بشیر علی تھے جو پولیس کے محکمے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز تھے۔ میرے مکان کو انہوں نے کرائے پر لے رکھا تھا' پٹنہ میں بشیر علی کو بچہ بچہ جانتا تھا' بڑے رعب داب کے اور اصول پرست انسان تھے' سارے شہر میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ وہ بھی حکیم انکل کی وجہ سے دامے' درمے' سخنے میرے کام آتے رہے۔ میں ان دونوں حضرات کا جس قدر شکریہ کروں کم ہو گا۔ ان کی مہربانیاں بے شمار

تھیں' وہ میرے اتالیق تھے' میرے رہبر تھے' میرے بزرگ تھے' میرے محسن تھے' میں ان کی محبتوں کا قرض کبھی نہیں اتار سکتا۔

پندرہ سال کے وہ ایک ایک لمحے' ایک ایک پل آج بھی میرے ذہن پر نقش ہیں۔ میں ان کی تفصیل لکھنے بیٹھوں تو شاید وہ ایک علیحدہ داستان کی شکل اختیار کر لے لیکن میں ان باتوں کو رقم کر کے اپنی داستان کو طول دینے کی کوشش نہیں کروں گا۔ صرف اتنا ہی لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ان کے احسانوں کا مجھ پر جو قرض ہے وہ شاید میں تمام عمر نہ اتار سکوں۔

میں نے انیس سال کی عمر میں میٹرک کا امتحان ممتاز نمبروں سے پاس کیا۔ میرے پاس وقت کی کوئی کمی نہیں تھی' میرے اوپر بس ایک ہی دھن سوار تھی کہ پڑھ کر بڑا آدمی بنوں اور اپنے والدین کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکوں' میری محنت رائیگاں نہیں گئی' میں نے میٹرک کے چار سال بعد بی اے کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔ حکیم انکل اور ڈپٹی بشیر علی کا مشورہ تھا کہ میں مقابلہ کے امتحان کی تیاری کروں اور سول سروس میں کوئی اعلیٰ عہدہ حاصل کر لوں لیکن ان دنوں حکیم انکل کی صحت خراب تھی' ان کے اپنوں نے بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا اس لئے وہ دل برداشتہ رہنے لگے تھے۔ میں نے حالات کے پیش نظر ملازمت کرنی مناسب سمجھی۔ ڈپٹی بشیر علی نے اس موقع پر بھی میرا ساتھ دیا' ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ میں محکمہ آبکاری میں انسپکٹر کا عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ورنہ اس آسامی کے حصول کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے تھے۔

دو سال تک میں پٹنہ میں تعینات رہا' میری کارکردگی قابل ستائش تھی لیکن یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ میری بہتر کارکردگی کے سبب دفتر میں میرے دوستوں کی تعداد کم اور دشمنوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ شاید میری ایمانداری ان کو پسند نہیں تھی' میری وجہ سے ان کی ناجائز کمائی کے راستے کھوٹے ہونے لگے تھے' میرے افسران اور میرے ساتھی میرے منہ پر میری تعریفیں کرتے لیکن وہ دل سے چاہتے تھے کہ میرا تبادلہ کہیں اور ہو جائے اور ان کے درمیان کا کانٹا نکل جائے۔

ان ہی دنوں حالات نے پلٹا کھایا' حکیم انکل عمر کی اس سرحد پر پہنچ گئے تھے جہاں ایک ذرا سی بات بھی انسان کے دل پر گہرا اثر کرتی ہے' چنانچہ اپنوں کی بے رخی اور بے اعتنائی کے سبب عارضۂ قلب میں مبتلا ہو کر کچھ ہی مہینوں میں دنیا سے منہ موڑ گئے۔ مجھ

aazzamm@yahoo.com

پر قیامت ٹوٹ پڑی' میں نے ان کی موت پر دل کھول کر آنسو بہائے پھر حالات نے میرا وہ بسیرا بھی اجاڑ دیا جہاں میں نے پندرہ سال تک بڑے سکون اور اطمینان سے زندگی کے دن گزارے تھے۔

حکیم احسان احمد کی وفات کے بعد ان کے عزیزداروں نے جو مجھے ایک آنکھ پسند نہیں کرتے تھے اور جائیداد کے بٹوارے کے خواہاں تھے' مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال دیا۔ اس موقع پر ڈپٹی بشیر علی نے میرے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی میں تمام عمر فراموش نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مجھے میرے ہی مکان کی بیٹھک میں قدم ٹکانے کی جگہ فراہم کر دی لیکن میرا دل اب پٹنہ سے اکتا گیا تھا' میں کسی پر مزید بوجھ نہیں بننا چاہتا تھا چنانچہ میں نے ایک روز بشیر علی صاحب سے دبی زبان میں کہا۔

"آپ کے احسانات مجھ پر بے شمار ہیں' ایک مہربانی اور کر دیں تو میں مرتے دم تک آپ کا شکرگزار رہوں گا۔"

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو تم کو میرے ساتھ رہنا پسند نہیں ہے۔" انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "خودداری اچھی چیز ہے لیکن ابھی تمہیں زندگی کے نشیب و فراز کا زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اگر تم دو تین سال اور یہاں گزار لو تو مناسب ہو گا۔"

"آپ بزرگ ہیں' میں آپ کے تجربے کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن پھر بھی میری درخواست ہے کہ آپ میرا تبادلہ کہیں اور کرا دیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اب میں اپنے قدموں پر کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔"

"ایک بات پوچھوں؟" انہوں نے مجھ کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں اپنے مکان میں میرے ساتھ رہنا....."

"مجھے شرمندہ نہ کریں۔" میں نے ان کے جملے کا مفہوم سمجھ کر تیزی سے وضاحت کی۔ "آپ جو سمجھ رہے ہیں میں اس کے بارے میں سوچنا بھی اپنی کم ظرفی سمجھتا ہوں۔"

"تم اگر بضد ہو تو میں تمہارے تبادلے کے لئے کوشش کر دوں گا لیکن ایسا کرنے سے پیشتر میں تم سے ایک دو ضروری باتیں کرنا مناسب سمجھوں گا بشرطیکہ تم بُرا نہ مانو۔"

"میں اور آپ کی کسی بات کا بُرا مناؤں گا' یہ کیسے سوچ لیا آپ نے؟" میں نے

قدرے جذباتی انداز میں پوچھا تو بشیر احمد نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا پھر تھوڑے توقف سے بولے۔

"اپنے مکان کے سلسلے میں تم نے کیا غور کیا ہے؟" انہوں نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ تم اسے بدستور کرائے پر رکھنا چاہتے ہو یا اسے فروخت کرنے کا ارادہ ہے؟"

"جب اپنے ہی نہیں رہے تو مکان کے بارے میں کچھ سوچ کر کیا کروں گا۔" میں نے بڑی حسرت سے جواب دیا۔

"تم اب عملی زندگی میں قدم رکھ چکے ہو اور عملی زندگی میں جذباتی فیصلے کرنے سے انسان کو اکثر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔" انہوں نے بزرگ کی حیثیت سے نصیحت کی۔ "میں تمہیں دوراندیشی سے نہایت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ دوں گا۔"

"میں کوشش کروں گا کہ ہمیشہ آپ کے بتائے ہوئے راستوں پر ثابت قدم رہوں۔" میں نے انکساری سے جواب دیا۔

"یہ تمہاری سعادت مندی ہے جو مجھے کسی قابل سمجھتے ہو لیکن تم نے ابھی تک مکان کے سلسلے میں کوئی حتمی جواب نہیں دیا۔"

"کیا آپ اس ضمن میں میری کوئی رہنمائی نہیں کر سکتے؟" میں دبی زبان میں بولا۔

"میں مکان کا فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں' آپ میرے محسن بھی ہیں اور بزرگ بھی' مجھے مکمل اعتماد ہے کہ آپ جو فیصلہ کریں گے وہ میرے حق میں بہتر اور مفید ہی ہو گا۔"

"تم نے مجھے یہ اختیار سونپ کر بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔" بشیر علی کچھ دیر کی غور و فکر میں مبتلا رہے پھر بولے۔ "میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لئے اس مکان کو فروخت کر دینا زیادہ مناسب رہے گا ورنہ تمہارے عزیزدار اس کے حصول کی خاطر تمہیں پریشان کرتے رہیں گے۔ میں ایک ہفتے کے اندر اندر مکان خالی کر دوں گا اس کے بعد تمہیں مکمل اختیار ہو گا۔"

"آپ کہاں جائیں گے مکان چھوڑ کر؟" میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"میرا ارادہ ہے کہ اب اپنی رہائش کے لئے کوئی مکان خرید ہی لوں' بار بار سامان اِدھر اُدھر کرنے کی زحمت سے بچ جاؤں گا۔"

"کیا یہ مکان آپ کو پسند نہیں ہے؟" میں نے برجستہ سوال کیا۔

aazzamm@yahoo.com

"میں نے اس کے سلسلے میں ایک بار دبی زبان میں مرحوم احسان احمد سے بات کی تھی لیکن ان کا مشورہ تھا کہ تمہارے بڑے ہونے تک میرا چپ رہنا زیادہ مناسب رہے گا۔"

"لیکن اب تو میں جوان ہو گیا ہوں۔" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر یہ مکان آپ کے پاس رہے گا تو کبھی کبھار میں آتا جاتا رہوں گا۔ بڑی یادیں وابستہ ہیں اس مکان سے ..... کسی اور کے ساتھ معاملہ طے کر کے میں اسے ایک نظر جھانک لینے کے حق سے بھی دستبردار ہو جاؤں گا۔" میں نے آخری جملے اتنے جذباتی انداز میں کہے کہ ڈپٹی بشیر علی بھی ایک لمحے کو آبدیدہ ہو گئے۔

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن....." وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

"میں آپ کی خاموشی کا سبب محسوس کر سکتا ہوں۔" میں نے ان کے چہرے کے تاثرات بھانپ کر کہا۔ "میری عاجزانہ درخواست ہے کہ آج سے اس مکان کو آپ اپنی ذاتی ملکیت سمجھیں' آپ اس کی جو بھی قیمت لگائیں گے مجھے خوشی سے منظور ہو گی۔ رقم کی ادائیگی کی بھی کوئی جلدی نہیں ہے۔ جب بھی آپ کو سہولت ہو ادا کر دیجئے گا۔"

"آذر بیٹے! مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی مگر میں نہیں چاہتا کہ کل کلاں کو تمہارے اپنوں کو میرے اوپر انگلیاں اٹھانے کا موقع ملے اس لئے بہتر ہو گا کہ جائیداد کی منتقلی تمہاری موجودگی میں ہی ہو جائے۔"

"جو آپ کا حکم۔"

"تمہیں ایک بات میری بھی ماننی پڑے گی۔" انہوں نے بزرگانہ انداز میں حکم دیتے ہوئے کہا۔ "میں مکان کے عوض جو معاوضہ بھی ادا کروں گا تمہیں اس میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہیں ہو گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

میری رضامندی کے اظہار کے آٹھ روز کے اندر اندر بشیر علی نے ہر طرح سے قانونی لکھا پڑھی کر کے مکان اپنے نام کرا لیا۔ میں نے بیع نامہ کو پڑھے بغیر اس پر دستخط کر دیئے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے ساتھ کوئی دھوکہ یا فریب نہیں کریں گے۔ مگر جب انہوں نے مکان کی قیمت چیک کی صورت میں میرے حوالے کی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے انہوں نے مجھ پر ترس کھا کر وہ سودا کیا ہو۔ چیک پر جس رقم کا اندراج تھا وہ میری

توقع اور شاید مکان کی اصل قیمت سے بھی کہیں زیادہ تھی۔ میں نے چیک جیب میں رکھنے کے بجائے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بڑی شفقت سے مسکرا کر بولے۔

"آذر میاں! تم اس رقم کو اپنے مکان کی قیمت سمجھ کر نہیں بلکہ اپنے بشیر انکل کی طرف سے ایک حقیر نذرانہ سمجھ کر قبول کر لو۔"

میں جواب میں کچھ نہ کہہ سکا جو کچھ کہتا وہ بات بڑی ہلکی پڑ جاتی۔ بشیر علی نے جس محبت کا سلوک کیا تھا اس کے لئے شکریے کے گھسے پٹے دو چار جملے بڑے حقیر ثابت ہوتے چنانچہ میں نے نظریں جھکا کر چیک جیب میں رکھ لیا اور اسی روز اسے اپنے نام بینک میں جمع کرا دیا۔

مکان کی طرف سے بے فکر ہونے کے بعد میں تقریباً تین چار روز پٹنہ ہی میں رہا اس کے بعد ایک روز بشیر علی نے دفتر سے واپسی پر بتایا کہ ان کی کوششوں سے میرا تبادلہ ڈھاکہ کر دیا گیا ہے۔ مجھے خوشی تھی کہ اب ان لوگوں سے میرا پیچھا چھوٹ جائے گا جو محض میری ایمانداری اور بہتر کارکردگی کی وجہ سے مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے لیکن یہ محض میرا خیال تھا۔ جس روز میں پٹنہ سے ڈھاکہ کے لئے روانہ ہونے والا تھا اس سے ایک رات قبل بشیر علی نے مجھے اپنے ایک واقف کار کمال بنرجی کے نام تعارفی خط دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر ہیں اور حکومتی حلقوں میں خاصہ اثر و رسوخ بھی رکھتے ہیں اس لئے میں ڈھاکہ پہنچ کر ان ہی سے رابطہ قائم کروں' وہ میرے لئے رہائش کے علاوہ دوسرے تمام مسئلے بھی حل کر دیں گے اور آڑے وقتوں میں کام بھی آتے رہیں گے۔ خط میرے حوالے کرنے کے بعد بشیر علی نے پہلی بار کھل کر مجھ سے دفتری معاملات اور اس کی اونچ نیچ پر بات کی۔

"آذر میاں! میرا اور تمہارا تعلق جس محکمے سے ہے اس میں شرافت اور ایمانداری بھی انسان کی راہ میں بے شمار دشواریاں اور رکاوٹیں پیدا کر دیتی ہیں اس لئے میں تمہیں ایک مشورہ دینا ضروری سمجھتا ہوں' تم اسے میرے تجربات کا نچوڑ بھی کہہ سکتے ہو۔" انہوں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "خود ایمانداری کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو لیکن دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کبھی نہ کرنا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے کسمسا کر حیرت کا اظہار کیا تو وہ ایک تلخ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر بولے۔

aazzamm@yahoo.com

"رشوت ایک لعنت ہے' تم اس سے پرہیز کرتے ہو یہ بڑی اچھی اور قابل تعریف بات ہے لیکن اپنے ماتحتوں کو بھی پیٹ پر پتھر باندھ کر جینے کا مشورہ دینے سے ہمیشہ گریز کرنا۔ یہ اصول ہرچند کہ ایک ایماندار افسر کی شان کے منافی ہے مگر اس پر عمل کرنے کے بعد تم اپنے دشمنوں اور مخالفوں کا دل ضرور جیت سکتے ہو۔"

"میں اب بھی آپ کی بات کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے بدستور تعجب کا اظہار کیا۔

"یوں سمجھ لو کہ ہمارے اور تمہارے محکمے میں راہِ راست پر چلنے والے افسروں کے لئے ماتحتوں کی طرف سے چشم پوشی ہی ایک ایسا حربہ ہے جسے کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ اس پر عمل نہیں کرو گے تو دیانت اور شرافت بھی تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ نچلے عملے کے علاوہ اوپر والے بھی ہر لحہ تمہاری ٹانگ پکڑ کر کھینچنے کی تاک میں لگے رہیں گے۔" بشیر علی نے صاف صاف لفظوں میں مجھے زندہ رہنے کے گُر بتاتے ہوئے کہا۔

"جہاں اکثریت دھاندلی کرنے والوں کی ہو وہاں ایک دو افراد کا گزر اسی شکل میں ممکن ہے کہ وہ اپنا دامن صاف رکھیں لیکن دوسروں کی قبروں میں جھانکنے کی غلطی بھول کر بھی نہ کریں۔"

میں بشیر علی کی بات کا مفہوم سمجھ گیا لیکن میں نے اس پر کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔

"تمہارا تبادلہ جس شہر میں ہوا ہے وہاں قدم قدم پر تمہیں محتاط رہنا ہو گا۔ اپنی ذات کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرنا' میں نے جو مشورہ دیا ہے وہ اِس وقت تمہیں ہضم نہیں ہو رہا لیکن ہو سکتا ہے کل تمہیں میری باتیں یاد آئیں۔"

میں نے اس بار بھی خاموشی سے کام لیا۔

"ایک نصیحت اور کروں گا۔" وہ دبی زبان میں بولے۔ "بنگال کا حُسن اور بنگال کا جادو' دونوں بڑے مہلک اور خطرناک ہوتے ہیں۔ سانپ ڈس لے تو اس کا علاج ممکن ہے لیکن ان کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ تم ان دونوں سے دور رہنے کی کوشش کرنا۔"

بشیر علی مجھے اپنے تجربات اور بنگال سے متعلق معلومات سے بڑی دیر تک آگاہ کرتے رہے پھر سونے کے ارادے سے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ رات زیادہ بھیگ چکی تھی اس لئے میں بھی بیٹھک کی روشنی گل کر کے لیٹ گیا۔

دوسرے دن میں اللہ کا نام لے کر اپنی نئی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈھاکہ پہنچ کر میں نے عارضی طور پر اپنا سامان ایک ہوٹل میں رکھا اور سب سے پیشتر ریٹائرڈ کرنل کمال بنرجی سے ملاقات کے ارادے سے نکل پڑا' تھوڑی سی دشواری کے بعد میں نے وہ مطلوبہ کوٹھی تلاش کر لی جہاں کمال بنرجی کے نام کی پیتل کی نیم پلیٹ نے دور ہی سے میرا استقبال کیا' مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا' بنرجی کو شاید میرے آنے کی اطلاع فون پر مل چکی تھی اس لئے مجھے فوراً ہی اندر طلب کر لیا گیا۔

ملازم نے مجھے اس خوبصورت ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا جہاں بنرجی میرے منتظر تھے۔ وہ چھریرے بدن' دراز قد اور بھرپور شخصیت کے مالک تھے' نہایت ہنس مکھ اور خوش مزاج لیکن جب گفتگو کے دوران ان کی تیوری پر بل نمودار ہوتے تو تیور سے بظاہر یہی لگتا تھا جیسے وہ کسی کے کورٹ مارشل کا حکم صادر کرنے والے ہیں' ہونٹوں کے درمیان بغیر تمباکو کا پائپ دبائے رکھنا گویا ان کی شخصیت کا نمایاں ٹریڈ مارک تھا' آواز میں ریٹائرمنٹ کے بعد بھی وہی گھن گرج اور تمکنت موجود تھی جو کسی فوجی افسر کے شایانِ شان ہوتی ہے۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر انہوں نے ایک خاص زاویے سے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے تبادلے میں بشیر علی کا کتنا ہاتھ ہے؟"

"سب کچھ ان ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔" میں نے صاف گوئی سے کام لیا۔

"رشوت لیتے ہو؟" بنرجی کا دوسرا سوال کسی بم کی طرح میرے ذہن میں ایک دھماکے سے پھٹا۔

"جی....." میں چونک کر بولا۔ "جی نہیں۔"

"پھر ڈھاکہ آنے کی کیا ضرورت تھی' پٹنہ تمہارے لئے کیا بُرا تھا؟"

میں جواب دینے کے لئے پَر تول رہا تھا کہ انہوں نے بڑے تحکمانہ لہجے میں حکم صادر کیا۔

"جب تک ڈھاکہ میں رہنا مجھ سے رابطہ ضرور رکھنا۔"

"بشیر علی صاحب نے بھی یہی مشورہ دیا تھا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔

"مجھے تمہارے آنے کی اطلاع مل چکی تھی اس لئے میں نے تمہاری رہائش کا انتظام کرا دیا ہے۔" اس بار ان کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔ "آج رات ہوٹل ہی میں

aazzamm@yahoo.com

سفر کی تھکان دور کر لو' کل میرا ملازم تمہیں تمہاری رہائش گاہ تک پہنچا دے گا۔ میں تکلف کا عادی نہیں ہوں' تمہیں جس وقت کسی کام کی حاجت ہو مجھے فون کر دینا۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کسی سعادت مند شاگرد کی طرح جواب دیا۔

"تمہیں تین روز بعد جس آفیسر کو ڈیوٹی رپورٹ دینی ہے میں اس کی خصلت سے بھی بخوبی واقف ہوں' بڑا نمبری اور حرفوں کا بنا ہوا شخص ہے' انتہائی کینہ پرور اور تعصب پرست واقع ہوا ہے' اوپر سے میٹھا اندر سے تلخ۔ اس سے ہوشیار رہنا لیکن خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے' بس محاذ پر ڈٹے رہنا' یہی ایک بہادر جوان کی خاصیت ہونی چاہئے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔"

"بشیر علی نے مجھے تمہارے میں سب کچھ بہت تفصیل سے بتا دیا ہے۔" بنرجی نے کچھ توقف سے کہا۔ "میرا ذاتی خیال ہے کہ تم حالات سے نپٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہو گے۔ پھر بھی تمہیں رحیم الدین سے بہت محتاط رہنا ہو گا' وہ کسی آکٹوپس سے زیادہ خطرناک آدمی ہے۔"

"رحیم الدین....."

"تمہارے اس آفیسر کا نام ہے جو کروڑوں کا مالک ہونے کے باوجود خود کو ہمیشہ کنگال ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک بات کا اور خیال رکھنا' اس ڈیم فول پر خود سے یہ ظاہر کرنے سے گریز کرنا کہ تم مجھ سے کسی قسم کی واقفیت رکھتے ہو۔"

"میں خیال رکھوں گا۔"

کمال بنرجی رفتہ رفتہ مجھ سے دوستوں کی طرح گھلتے ملتے جا رہے تھے۔ ان کی عمر کا تخمینہ میں نے ساٹھ سے زیادہ ہی لگایا تھا لیکن اس عمر میں بھی وہ نوجوانوں کے انداز میں ہنسنے بولنے کے عادی تھے۔

"تمہاری شادی ہو چکی ہے؟" گفتگو کرتے کرتے انہوں نے موضوع سے ہٹ کر اچانک سوال کیا تو میں سٹپٹا گیا۔

"جی نہیں۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔

"دو تین سال کے اندر کوئی مناسب لڑکی تلاش کر کے اپنا گھر ضرور بسا لینا۔" وہ زیر لب مسکرا کر بولے۔ "اٹھائیس تیس سال کی عمر شادی کے لئے بڑی آئیڈیل ہوتی ہے۔"

بنرجی اس وقت بڑے خوشگوار موڈ میں تھے جب میں نے انہیں یکلخت اس طرح خاموش ہوتے دیکھا جیسے سویٹ ڈش کے اندر کوئی کنکری آ گئی ہو' ان کے چہرے پر کھلتی دھوپ کی جگہ میں نے اچانک گہرے بادل منڈلاتے دیکھے تو ایک لمحے کو میں بھی سٹپٹا کر رہ گیا پھر ان کی نگاہوں کے تعاقب میں مَیں نے نظریں گھما کر داخلی دروازے کی سمت دیکھا تو میری نگاہیں بھی اس خاتون پر جم کر رہ گئیں جو ایک شانِ بے نیازی سے دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ میری اس کی نگاہیں چار ہوئیں تو نہ جانے کیا سوچ کر میں غیر اختیاری طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈرائنگ روم میں وارد ہونے والی خاتون کی عمر تیس سال سے زیادہ نہیں رہی ہو گی' وہ اپنے سراپا میں قیامت نظر آ رہی تھی' اس کا رکھ رکھاؤ' بناؤ سنگھار' لباس کا انتخاب' کھڑے ہونے کا خوبصورت انداز' ہونٹوں پر کھیلنے والی زندگی سے بھرپور مسکراہٹ' سڈول جسم کے ہیجان انگیز نشیب و فراز' آنکھوں میں چھلکتے ہوئے مستی کے ساغر' گداز ہونٹوں کا نازک پنکھڑیوں کی مانند رہ رہ کر کپکپانا' سب کچھ جنس مخالف کو سحرزدہ کر دینے کے لئے بہت کافی تھا۔

"کمال!" اس نے ایک دلربانہ انداز میں میرے چہرے سے نظر ہٹا کر بنرجی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میں مخل تو نہیں ہوئی؟"

"تم دس بجے تک واپسی کا کہہ کر گئی تھیں۔" بنرجی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اتنی جلدی کس طرح واپس آ گئیں۔"

"یوں ہی....." اس نے لاپرواہی سے شانے اچکا کر جواب دیا۔ "پارٹی بڑی بے مزہ تھی اس لئے میرا دل نہیں لگا۔"

"یہ تمہاری آنٹی ہیں۔" بنرجی نے خاتون کا تعارف کرایا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے رسمی انداز میں مسز کمال کو مخاطب کیا پھر میں بیٹھنے کے لئے پر تول رہا تھا کہ بنرجی اٹھ کھڑے ہوئے' قدرے الجھے ہوئے لہجے میں بولے۔ "تم شاید اب جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"جی ہاں۔" میں نے ان کے چہرے کے تاثرات محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "سفر کی تھکان ابھی باقی ہے' ہوٹل جا کر آرام کروں گا۔"

"آئی وِش یو گڈ لک (I Wish You Good Luck)" انہوں نے آگے بڑھ

aazzamm@yahoo.com

کر مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا پھر میرا شانہ تھپتھپا کر بولے۔ "صبح میرا ملازم تمہارے پاس پہنچ جائے گا' کوئی ضرورت پیش آئے تو فون کر لینا۔"

میں واپسی کے لئے مڑا تو قدرتی طور پر میری نظریں مسز کمال کی جانب اٹھ گئیں' وہ صوفے پر بیٹھ کر مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہی تھی' میں رکا نہیں "خدا حافظ" کہتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر آ گیا لیکن میرا ذہن بدستور اس معمے کو حل کرنے میں الجھتا رہا کہ خاتون خانہ کے آ جانے کے بعد بنرجی کے رویے میں اچانک تبدیلی کیوں آ گئی تھی؟ انہوں نے مجھے رخصت کرنے میں خلاف توقع جلدبازی کا مظاہرہ کیوں کیا تھا؟ کیا ان دونوں کے تعلقات کشیدہ تھے یا اور کوئی بات تھی؟

ہوٹل پہنچ کر میں نے غسل کیا پھر لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔ تھکا ہوا تھا اس لئے جلدی ہی آنکھ لگ گئی۔

دوسری صبح میری آنکھ حسب معمول اسی وقت کھلی جس وقت میں جاگنے کا عادی تھا' میں نے ضروریات سے فارغ ہو کر روم سروس کو فون کر کے ناشتہ اپنے کمرے میں ہی منگوا لیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اخبار پڑھ رہا تھا کہ کمال بنرجی کا ملازم آ گیا' وہ خاصہ پھرتیلا اور چاق و چوبند نوجوان تھا' مجھے کوئی زحمت نہیں کرنی پڑی' اس نے بڑے سلیقے سے میرا سامان باندھا پھر میں اس کی رہنمائی میں اپنے اس دو کمروں کے اپارٹمنٹ میں منتقل ہو گیا جو پلٹن روڈ سے دس پندرہ منٹ کے پیدل راستے پر واقع تھا اور ہر اعتبار سے میرے لئے نہایت موزوں تھا۔ ملازم نے میرے استفسار پر بتایا کہ میرا دفتر بھی وہاں سے صرف ڈھائی تین میل کے فاصلے پر تھا' بازار بھی قریب ہی تھا۔

میرے پاس کچھ زیادہ سامان نہیں تھا پھر بھی بنرجی کے ملازم جس نے اپنا نام عبدالسلام بتایا تھا اسی مختصر سامان سے گھر کو سجانے میں بڑی مہارت کا ثبوت دیا' اسی کے مشورے پر میں نے قریبی بازار سے بید کا صوفہ' درمیانی گول میز اور دیگر ضروری سامان بھی منگا لیا۔ دوپہر کا کھانا بھی عبدالسلام میری فرمائش پر ہوٹل سے لے آیا لیکن میرے اصرار کرنے کے باوجود وہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانے پر آمادہ نہیں ہوا۔ میں نے کھانے سے فارغ ہو کر عبدالسلام سے پوچھا۔

"تمہیں واپسی کی جلدی تو نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔" اس نے تیزی سے جواب دیا۔ "صاحب نے کہا تھا کہ میں آپ

کے تمام کام پورے کرنے کے بعد آپ کی اجازت لے کر واپس جاؤں۔"

"کام تو تم نے تقریباً سارے ہی انجام دے دیئے' بس ایک چیز کی کسر باقی رہ گئی ہے۔" میں نے قدرے بے تکلفی سے کہا۔

"آپ حکم دیں' میں وہ چیز بھی چٹکی بجاتے میں فراہم کر دوں گا۔"

"اگر کھانا پکانے والے کسی ملازم کا بندوبست ہو جائے تو میں ہوٹل آنے جانے سے بچ جاؤں گا۔"

"میرے ہوتے ہوئے آپ فکر ہی نہ کریں' کل تک اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔" عبدالسلام نے بڑی فراخدلی سے کہا۔ "کھانا پکانے اور برتن باسن کرنے کے علاوہ' وہ آپ کے اوپر کے کام بھی کر دیا کرے گا۔ میرے بھروسے کا آدمی ہے آپ کو کسی بات کی پریشانی نہیں ہو گی۔ صبح ناشتے کے وقت آئے گا اور آپ کو رات کا کھانا کھلانے کے بعد واپس جائے گا۔"

عبدالسلام نے غلط نہیں کہا تھا' اگلے روز ہی اس نے میرے لئے ملازم کا بندوبست بھی کر دیا جو میرے لئے بعد میں بے حد کارآمد اور مددگار ثابت ہوا۔

☆------☆------☆

رہائش اور ملازم کا مناسب بندوبست ہو جانے کے بعد میرا اخلاقی فرض تھا کہ کمال بنرجی سے ملاقات کر کے ان کا شکریہ ادا کرتا لیکن پہلی ہی ملاقات میں الوداع ہوتے وقت جو بلی راستہ کاٹ گئی تھی اس نے میرے ذہن پر کوئی اچھا تاثر نہیں ڈالا تھا۔ بلی سے میری مراد مسز کمال سے ہے جس کے آ جانے سے بنرجی کی ساری خوش مزاجی ختم ہو گئی تھی' وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئے تھے۔ میں نے خاص طور پر یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ بیوی کے آ جانے کے بعد میرا وہاں زیادہ دیر تک رکنا پسند نہیں کرتے تھے اسی لئے انہوں نے خود اٹھ کر بڑی عجلت میں مجھے ٹالنے کی کوشش کی تھی۔ میں پہلی بار ان کے گھر پر گیا تھا اس لئے انہیں اخلاقاً مجھ سے کم از کم چائے کے لئے ضرور پوچھنا چاہئے تھا۔ خاتون خانہ کے آنے سے پیشتر وہ کسی بے تکلف دوست کی طرح مجھ سے ہنس بول رہے تھے' مجھے امید تھی کہ وہ رات کا کھانا کھلائے بغیر مجھے رخصت نہیں کریں گے لیکن پھر جو کچھ ہوا اتنی جلدی میں ہوا کہ میں بھی حیران رہ گیا۔ ان دونوں کے اندرونی تعلقات یقیناً آپس میں کشیدہ رہے ہوں گے۔ اس بات کا اندازہ مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب بنرجی نے چبھتے

aazzamm@yahoo.com

ہوئے لہجے میں بیوی سے جلدی گھر واپس آ جانے کی وجہ دریافت کی تھی۔ جہاں دو برتن ہوتے ہیں وہاں ان کے آپس میں ٹکرانے کی آواز بھی ضرور پیدا ہوتی ہے۔ بنرجی اور ان کی بیوی کے درمیان کشیدگی کی بے شمار وجوہات ہو سکتی ہیں' ممکن ہے بنرجی کو بیوی کا زیادہ سوشل ہونا پسند نہ ہو یا پارٹیوں میں تنہا جانا ناگوار خاطر ہوتا ہو' ضرورت سے زیادہ میک اپ' بناؤ سنگھار اور آزاد خیالی بھی اکثر میاں بیوی کے درمیان کھینچا تانی کی فضا پیدا کر دیتی ہے۔ اور بھی بے شمار باتیں ممکن تھیں لیکن میرے ذہن میں فوری طور پر جو وجہ ابھری تھی وہ بنرجی جی اور ان کی بیوی کے درمیان عمروں کا تضاد تھا لیکن اس خیال کے ساتھ ساتھ ایک سوال یہ بھی ذہن میں ابھرتا تھا کہ دونوں کے درمیان اگر تیس بتیس کا فرق ہی بنائے مخاصمت تھا تو پھر انہوں نے ایک دوسرے کو کیوں پسند کیا تھا؟ کیا ان دونوں کی شادی محض محبت کا نتیجہ تھی' کوئی جذباتی فیصلہ تھی یا کسی مجبوری نے انہیں رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا تھا؟ بہرحال وہ ان دونوں کا قطعی گھریلو اور نجی معاملہ تھا لیکن میں نے یہ بات ضرور محسوس کی تھی کہ بنرجی نے بیوی کے آ جانے کے بعد میرا اپنی کوٹھی میں رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

ایسی صورت میں میرا وہاں جانا کچھ مناسب نہیں لگتا تھا' مگر یہ بھی میرا اخلاقی فرض تھا کہ میں رہائش کے سلسلے میں بنرجی کا شکریہ ضرور ادا کر دوں۔ چنانچہ میں نے انہیں فون کی ٹھان لی' ان کا نمبر میرے پاس تھا اس لئے مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی' رابطہ ہونے پر بنرجی نے ایک بار پھر مجھ سے نہایت دوستانہ انداز میں گفتگو کی' بزرگوں کی طرح اونچ نیچ سے بھی آگاہ کیا اور خاص طور پر پھر تاکید کی کہ میں اپنے اور ان کے مراسم کے بارے میں اپنے دفتر میں کسی سے بھی کوئی تذکرہ نہ کروں۔ اس بات کی معذرت بھی چاہی کہ پہلی ملاقات پر انہوں نے میری خاطر تواضع نہیں کی۔

بنرجی کو فون کرنے کے بعد میرے ذہن سے ایک بوجھ اتر گیا' میں نے طے کر لیا تھا کہ ڈھاکہ میں قیام کے دوران بنرجی سے زیادہ تر فون پر ہی رابطہ رکھوں گا اور اس وقت تک ان کی کوٹھی کا رخ نہیں کروں گا جب تک وہ از خود اصرار نہ کریں لیکن کاش ہر بات میرے اختیار میں ہوتی۔

عبدالسلام نے مجھے جو ملازم دیا تھا اس کا نام جلیل تھا' انتہائی پھرتیلا اور صحت مند نوجوان ہونے کے ساتھ خاصہ ذہین بھی تھا' کھانے بھی بے حد لذیذ بناتا تھا۔ میں نے اس

کی وجہ دریافت کی تو بڑے فخر سے بولا۔

"صاب! ہمارا باپ ادھر ایک بڑے ہوٹل میں باورچی رہ چکا ہے' اسی نے مجھے کھانا پکانا سکھایا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے ازراہ ہمدردی پوچھا۔ "کیا اب وہ تمہارے ساتھ نہیں رہتا؟"

"وہ اوپر چلا گیا صاب!" جلیل نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "ہم کو ادھر دھرتی پر چھوڑ گیا۔"

"پہلے بھی کہیں کام کر چکے ہو؟" میں نے بات بدل کر پوچھا۔

"کئی جگہ دھکے کھا چکا ہوں صاب!" اس نے دبی زبان میں کہا۔ "چھ مہینے وہاں بھی کام کیا جہاں عبدالسلام ابھی تک اٹکا ہوا ہے۔"

"تمہارا اشارہ کمال بنرجی کی طرف ہے؟" میں چونکا۔

"جی صاب!" جلیل نے کڑوا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "بنرجی صاب ایک نمبر آدمی ہے لیکن اس کی گھر والی جھرنا میم صاب ہمارا سمجھ میں نہیں آیا۔ شروع شروع میں وہ بھی ہمارے کھانے کی بہت تعریف کرتا تھا' ہمارا بہت خیال رکھتا تھا لیکن پھر ایک دن اس نے بڑے غصے میں مجھے گٹ آؤٹ بول کر ڈس مس کر دیا۔"

"کیوں؟" میں نے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔ "کیا تم سے کوئی غلطی ہو گئی تھی؟"

"اوپر والا ہی جانے۔" وہ شانے اچک کر بولا۔ "ہم غریب لوگ ہے صاب! غلطی کسی کا ہو کان ہمیشہ اپنا ہی پکڑا جاتا ہے۔"

میں نے خاص طور پر محسوس کیا کہ جلیل اصل وجہ بتانے سے گریز کر رہا ہے۔ میں نے بھی اسے زیادہ ٹٹولنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ بہرحال میرا ملازم تھا اور میں کم از کم بنرجی یا ان کی بیگم "جھرنا میم صاحب" کے بارے میں اس سے زیادہ بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتا تھا لیکن یہ بات میرے ذہن میں ضرور کلبلاتی رہی کہ جھرنا ہی کی وجہ سے جلیل کو بنرجی کی ملازمت سے سبکدوش ہونا پڑا اور بنرجی نے جھرنا ہی کی وجہ سے خلاف توقع مجھ سے بھی اچانک اپنا طرز عمل بدل دیا تھا—— آخر کیوں؟—— جھرنا کو بنرجی کی زندگی میں کیا حیثیت حاصل تھی؟ بنرجی ایک ریٹائرڈ کرنل تھا' ان کے چہرے سے رعب و دبدبہ جھلکتا تھا'

aazzamm@yahoo.com

ان کی آواز میں بھی گولوں کی گھن گرج موجود تھی لیکن وہ بھی جھرنا کے سلسلے میں کسی نہ کسی گھٹن کا شکار تھے۔ میں نے یہی محسوس کیا تھا۔ اصل وجہ کیا تھی' مَیں قبل از وقت اس کے بارے میں بھی کچھ انکشاف کرنے سے گریز کروں گا۔

جس روز مجھے ڈھاکہ کے نئے دفتر میں ڈیوٹی رپورٹ کرنا تھا اس روز میں نے خاص طور پر یہ بات طے کر لی تھی کہ دفتر کے معاملات میں صرف اپنے کام سے کام رکھوں گا اور "ایمانداری اور بے ایمانی" کے سلسلے میں ڈپٹی بشیر علی کی نصیحتوں اور مشوروں پر عمل کروں گا لیکن انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ اور ہے۔

میرے نئے افسر رحیم الدین کے بارے میں بنرجی پہلے ہی بتا چکے تھے کہ وہ نہایت ڈیم فول قسم کا آدمی تھا۔ ماتحتوں کو شکار کرنے اور اپنی مرضی پر چلانے کے معاملے میں کسی آکٹوپس سے بھی زیادہ چالاک' عیار اور خطرناک حربے استعمال کرنے کا عادی تھا۔ چنانچہ میں نے بھی ٹھان لی تھی کہ اس سے نہ صرف محتاط رہنے کی کوشش کروں گا بلکہ کوئی ایسا درمیانی راستہ اختیار کروں گا کہ سانپ بھی حملہ کرنے کی کوشش نہ کرے اور لاٹھی کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔ دانشوروں کا قول بھی یہی ہے کہ ایک چپ ہزار بلائیں ٹالتی ہے' مگر اس کے ساتھ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تقدیر کا لکھا ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ میرے ساتھ بھی وہی ہوا جو پہلے سے "لوحِ محفوظ" پر رقم کر دیا گیا تھا۔

ڈھاکہ میں آئے دن بارشوں کا زور رہتا ہے' بادلوں کی ٹکڑیاں ہر وقت آسمان پر منڈلاتی رہتی ہیں اس لئے کسی وقت بھی بادلوں کا گٹھ جوڑ بارش کا سبب بن سکتا تھا۔ جلیل کے بار بار اصرار کرنے پر میں نے ایک عدد چھتری خرید لی تھی۔ جس روز میں کیل کانٹے سے لیس ہو کر پہلی بار دفتر جانے کے لئے نکلا اس روز موسم کے تیور صبح سے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ جلیل میرے ساتھ تھا' میں نے اپارٹمنٹ سے نکل کر ایک رکشہ پکڑا اور خدا کا نام لے کر چل پڑا۔ عبدالسلام مجھے پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اپارٹمنٹ سے میرے دفتر کا فاصلہ مشکل ڈھائی تین میل تھا' یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ میں جس زمانے کا ذکر کر رہا ہوں اس زمانے میں سائیکل اور موٹر رکشہ خال خال ہی نظر آتے تھے۔ ڈھاکہ میں تو رکشہ وہاں کے مقامی لوگ کھینچ کر چلاتے تھے۔ میں نے جلیل سے کئی بار اصرار کیا کہ وہ بھی میرے ساتھ رکشے پر بیٹھ جائے لیکن وہ آمادہ نہ ہوا اور رکشے والے کے ساتھ ساتھ اپنی زبان میں گفتگو کرتا ہوا آہستہ آہستہ دوڑتا رہا۔

ہم ابھی اپارٹمنٹ سے ڈیڑھ دو میل دور پہنچے تھے کہ موسلادھار بارش شروع ہو گئی' دیکھتے ہی دیکھتے سڑکوں پر چاروں طرف جل تھل ہو گیا' موٹر کاریں اور بسیں گزرتی تھیں تو پانی کے چھینٹے پیدل چلنے والوں اور رکشے پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے لباس پر بھی آتے تھے۔ شاید اسی خیال سے جلیل کی ہدایت پر رکشے والے نے تیزی سے رکشہ کنارے کر کے روک لیا' دوسروں کے دیکھا دیکھی میں بھی رکشے سے اتر کر ایک عمارت کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا' گھڑی پر نظر ڈالی تو ساڑھے آٹھ کا وقت تھا' مجھے کوئی جلدی بھی نہیں تھی' وہ چونکہ ڈیوٹی جوائن کرنے کا پہلا دن تھا اس لئے قانون کے اعتبار سے بارہ بجے تک بھی حاضر ہو سکتا تھا۔

"آپ پریشان مت ہوں صاب!" جلیل نے میرے قریب آ کر کہا۔ "ادھر ایسا ہی ہوتا ہے' بارش کا زور دس پندرہ منٹ میں ٹوٹ جائے گا' آپ کا دفتر بھی زیادہ دور نہیں ہے' ہم پیدل بھی جا سکتے ہیں۔"

"کیا خیال ہے' رکشہ چھوڑ دوں؟" میں نے آہستہ سے دریافت کیا پھر جلیل کے مشورے پر میں نے رکشے والے کو اس کی اجرت دے کر فارغ کر دیا اور عمارتوں کے سائبان کے نیچے سے پیدل ہی چل پڑا اور بھی بہت سارے افراد میری طرح سواری کے بجائے پیدل نظر آ رہے تھے۔

جلیل مجھے وہاں کے بازاروں اور مشہور عمارتوں کے سلسلے میں اپنی معلومات سے آگاہ کرتا رہا' مجھے اپنے لباس کی فکر تھی کہ کہیں گندا نہ ہو جائے لہٰذا میں دیوار کے ساتھ ساتھ مل کر قدم اٹھا رہا تھا۔ ایک جگہ ہمیں سڑک عبور کرنی تھی' بارش کا زور ابھی ٹوٹا نہیں تھا اس لئے میں ایک دکان کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کی جانب کھڑا ہو گیا۔

جلیل نے سامنے کی جانب ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ جو بڑی عمارت نظر آ رہی ہے اس کے الٹے ہاتھ پر گھوم کر بس دو فرلانگ کے فاصلے پر آپ کا دفتر ہے۔"

"کیا تم پہلے کبھی اس دفتر میں جا چکے ہو؟" میں نے برسبیل تذکرہ پوچھ لیا۔

"دفتر میں تو نہیں گیا لیکن اس آفس کا بورڈ ضرور پڑھا تھا۔"

"اوہ ..... گویا تم پڑھے لکھے بھی ہو؟" میں نے قدرے حیرت کا اظہار کیا۔

"پانچویں کلاس تک پڑھا تھا جب باپ کا بلاوا آ گیا۔" جلیل نے عجیب انداز میں مسکرا کر کہا۔ "باپ ہمیشہ کی نیند سو گیا ..... سارا بوجھ میرے اوپر آ گیا اس لئے پڑھائی

aazzamm@yahoo.com

چھوڑ کر دوسرے دھندوں سے لگ گیا۔ پیٹ کا تندور بھرنے کے لئے انسان کو ہاتھ پیر تو مارنا ہی پڑتا ہے۔"

"تمہارے گھر پر تمہارے علاوہ اور کون کون ہے؟"

"ایک بوڑھی ماں ہے' دو بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی بھی ہے۔"

"تم سب کا خرچ اکیلے پورا کر لیتے ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ماں بھی ایک بڑے صاب کے گھر برتن برسن اور جھاڑو لگانے کا کام کرتی ہے' تنخواہ کے علاوہ بچا کھچا کھانا بھی ساتھ لے آتی ہے۔" جلیل نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "بس گزارا ہو جاتا ہے۔"

"کمال بنرجی کے پاس تمہیں کیا تنخواہ ملتی تھی؟" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"وہ بڑے آدمی تھے اس لئے دو سو روپے دے دیتے تھے ورنہ دوسرے صاب لوگ تو سو سوا پر ہی ٹال دیتے ہیں۔"

"جھرنا میم صاحب نے تمہیں کیوں ڈس مس کر دیا تھا؟" لاشعوری طور پر وہ سوال میری زبان تک آ گیا جس سے میں بچنا چاہتا تھا۔

"وہ ..... وہ....." جلیل نے کچھ کہتے کہتے جلدی سے بات بنا دی۔ "مجھے یاد آیا صاب آپ نے گھر سے چلتے وقت اپنے کمرے کا وہ دروازہ بند نہیں کیا تھا جو سڑک کی طرف کھلتا ہے' بارش کا پانی اندر آ گیا تو آپ کا سارا سامان خراب ہو جائے گا۔"

"اب جو کچھ بھی ہو' میرے لئے دفتر جانا سامان سے زیادہ ضروری ہے۔" میں نے جواز پیش کیا لیکن یہ بات بھی خاص طور پر محسوس کی کہ جلیل نے جھرنا کے سلسلے میں اصل بات سے کترانے کی کوشش کی تھی۔

"صاب!" جلیل نے بڑی خوبصورتی سے مجھے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "آپ دفتر جاؤ' میں واپس گھر جاتا ہوں' آپ کا کمرہ بھی ٹھیک کر دوں گا اور واپسی پر آپ کو فسٹ کلاس مچھی بھات (مچھلی اور ابلے ہوئے چاول) کھلاؤں گا۔"

میں نے جلیل کو جانے کی اجازت دے دی' مجھے خود بھی اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا' مجھے جلیل سے جھرنا کے بارے میں کچھ پوچھنا زیب نہیں دیتا تھا۔ بہرحال جلیل کے جانے کے بعد میں کچھ دیر دکان کی سیڑھیوں پر کھڑا رہا پھر بارش کا زور کم ہوا تو سڑک عبور کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ جلیل نے جس بڑی عمارت کی طرف اشارہ کیا تھا وہاں پہنچ

کر میں بائیں ہاتھ کو گھوم کر ایک فرلانگ ہی دور گیا تھا کہ مجھے اپنے دفتر کا بورڈ دور ہی سے نظر آ گیا۔

دفتر کا بورڈ نظر آتے ہی پھر میرے ذہن میں کمال بنرجی کی وہ باتیں گونجنے لگیں جو انہوں نے میرے آفیسر رحیم الدین کے بارے میں کہی تھیں۔ پٹنہ میں ملازمت کے دوران مجھے ذاتی طور پر بھی اس بات کا بخوبی تجربہ ہو گیا تھا کہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر مول لینا دانشمندی کے منافی ہے۔ پٹنہ سے روانگی کے وقت ڈپٹی بشیر علی نے بھی مجھے کھل کر یہ بات سمجھا دی تھی کہ اگر ملازمت کو برقرار رکھنا ہے تو صرف اپنے گریبان پر نظر رکھنا' دوسروں کی قبروں میں جھانکنے کی کوشش کرو گے تو ملازمت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے اور عین ممکن ہے کہ مخالفوں کے بچھائے ہوئے کسی جال میں پھنس کر اپنی عزت اور شرافت کا بھرم بھی گنوا بیٹھو۔ کمال بنرجی نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ میں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ پھنسانے سے گریز کروں۔

میں اپنے خیالات میں گم دفتر کی سمت قدم بڑھا رہا تھا کہ اچانک کسی نے میرا بایاں ہاتھ تھام لیا' میں نے چونک کر نظریں گھمائیں تو ایک پاگل بھکاری میرا ہاتھ تھامے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ مجھے اس کی حالت دیکھ کر گھن آنے لگی' اس کا سارا جسم گرد و غبار اور غلاظتوں میں لتھڑا ہوا تھا' سر اور ڈاڑھی کے بال بے حد لمبے اور خودرو جھاڑیوں کی طرح بے ترتیب اور الجھے الجھے تھے' اس کے جسم پر ستر پوشی کے لئے ایک گندی اور نجاست سے آلود لنگوٹی نہ جھول رہی ہوتی تو اس کے لئے مادرزاد برہنہ کی اصطلاح بھی استعمال کی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے وجود سے جو ناقابل برداشت بدبو کے بھبکے پھوٹ رہے تھے وہ بھی میرے لئے ناقابل برداشت تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ جھٹک کر اس کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے اطراف میں نظر ڈالی لیکن یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ کوئی دوسرا شخص اس دیوانے کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا' شاید انہیں اس پاگل بوڑھے سے زیادہ اپنے اپنے کام پر جانے کی جلدی لاحق تھی۔

سڑکوں پر اس قسم کے پاگل اور دیوانے فقیروں کا نظر آنا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی لیکن ایک تو ڈھاکہ میں وہ میری ملازمت کا پہلا دن تھا' اس کے علاوہ میں رحیم الدین کے خیال میں الجھا ہوا تھا اس لئے خلاف توقع اس دیوانے نے میرا ہاتھ تھام کر روکا تو میں جھلا کر رہ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا ہاتھ ہٹنے کے بعد میری اجلی قمیض پر بھی گندگی اور

aazzamm@yahoo.com

نجاست کے داغ دھبے ضرور نظر آئیں گے۔ میں نے تلملا کر اسے حقارت بھری نظروں سے دیکھا' دوبارہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کی گرفت میرے لئے آہنی شکنجوں سے زیادہ مضبوط تھی۔ اس کی سرخ سرخ نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے دیکھنے کا انداز بھی کچھ عجیب سا تھا۔ میری جھلاہٹ ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی لیکن میں نے صبر سے کام لے کر اسے مخاطب کیا۔

"بابا..... کیا چاہئے تجھے؟"

"ایک ٹکا دے دے..... کھرا ٹکا۔" اس نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ چھوڑ۔" میں نے خون کا گھونٹ پی کر درخواست کی۔ "میں تمہیں ٹکا دیتا ہوں۔"

"نہیں۔" بوڑھے نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے جواب دیا تو بدبو کا ایک اور بھبکا میرے دماغ کو پراگندہ کر گیا۔ "پہلے سیدھے ہاتھ سے ٹکا نکال کر دے پھر جدھر سے آیا ہے اُدھر ہی الٹے قدموں واپس لوٹ جا' آگے بھونچال کھڑا ہے۔"

بوڑھے کا ذہنی توازن یقیناً خراب تھا ورنہ وہ بھونچال کی بات کبھی نہ کرتا۔ کبھی کبھی صدمے انسان کو عقل و خرد سے اس قدر بیگانہ کر دیتے ہیں کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے' بہکی بہکی باتیں شروع کر دیتا ہے' جو کچھ وہ دیوانگی کی حالت میں کہتا ہے خود بھی اس کا مطلب نہیں سمجھتا' شب و روز کا فرق بھی اس کے لئے مٹ جاتا ہے۔ شاید غموں کی انتہا اسے خود اپنے آپ سے بھی بیگانہ کر دیتی ہے' موسموں کا تغیر بھی اس کی صحت پر اثرانداز نہیں ہوتا۔ جاڑا' گرمی ہو یا برسات وہ ہر حال میں مست رہتا ہے۔ فکر فردا' غم دنیا اور غم روزگار سے نجات پا جاتا ہے پھر اس کے اپنے بھی اس سے نظریں کترا کر گزر جاتے ہیں۔ خون' خون کو شناخت کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

مجھ سے ٹکرانے والا وہ خبطی بوڑھا بھی غالباً زمانے کی گردشوں کا شکار ہو کر دیوانگی کے عالم میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ مقامی لوگ شاید اس کے وقتاً فوقتاً بکنے کے عادی ہو چکے تھے جو کسی نے اس کی حالت پر ترس کھانے یا توجہ دینے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ میرے پاس وقت ہوتا تو میں اسے کسی نہ کسی طرح کسی خیراتی ہسپتال تک پہنچانے کی کوشش ضرور کرتا لیکن اس وقت میں بھی موقع اور حالات کی نزاکت کے تحت اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے الٹا ہاتھ جیب میں ڈال کر ایک کے بجائے دو ٹکے نکال کر

اس کی طرف بڑھا دیئے۔ اس نے دونوں ٹکوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ آنکھوں کے سامنے لے جا کر اس طرح دیدے پھاڑ کر گھورنے لگا جیسے اسے خلاف توقع قارون کا خزانہ مل گیا ہو پھر اس نے یکلخت بوکھلا کر دونوں ٹکوں کو ہوا میں اچھال دیا اور قہقہہ لگا کر بولا۔

"کنگلا خیرات بانٹ رہا ہے' ایک مانگا دو ملے پھر دونوں چھومنتر ہو گئے۔ ہاہا..... ہاہا..... ہاہا....."

پاگل بوڑھا آسمان کی طرف نظریں اٹھائے فلک شگاف قہقہے لگا رہا تھا' میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور تیزی سے قدم بڑھاتا آگے نکل گیا' بوڑھے نے میرا پیچھا نہیں کیا لیکن اس کے قہقہوں کی آواز دور تک میرا تعاقب کرتی رہی۔

میرا دفتر ایک پانچ منزلہ عمارت کی تیسری منزل پر واقع تھا' مجھے وہاں تک پہنچنے اور رحیم الدین کا کمرہ تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی لیکن میں فوری طور پر اندر نہیں جا سکا' رحیم الدین کے پی اے نے مجھے بتایا کہ اس وقت مقامی افسروں کی میٹنگ ہو رہی ہے اس لئے مجھے کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ میں خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی پھر پی اے نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سہ ماہی میٹنگ اکثر طول پکڑ جاتی ہے۔ اگر آپ کو صاحب سے کوئی ضروری کام نہ ہو کل کسی وقت تشریف لے آئیں۔"

"میں کوئی ملاقاتی نہیں ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "پٹنہ سے ٹرانسفر ہو کر یہاں آیا ہوں' آج مجھے جوائننگ رپورٹ (Joinning Report) دینی ہے۔"

"اوہ....." پی اے نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "تو آپ ہیں مسٹر آذر؟" اس کی آواز میں ایسا تجسس تھا جیسے وہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتا ہو۔

میں نے محسوس کیا کہ وہ میرا نام سنتے ہی اپنی کرسی پر کسمسا کر رہ گیا تھا ممکن ہے اس کی وہ حرکت محض اتفاقیہ ہو لیکن اس کی آنکھوں میں ابھرنے والے تاثرات یقیناً اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ اسے میری آمد کا انتظار تھا' نہ ہوتا تو میرا نام سن کر اس کے اندر کوئی اضطراری کیفیت کبھی نہ پیدا ہوتی۔ یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ میرے تبادلے کے احکامات اس کی نظر سے گزر چکے ہوں' مجھے دیکھ کر اس نے محض عادتاً ایک سوال کر لیا ہو لیکن ان تمام پہلوؤں کے باوجود میں نے اس کے سوال کو بطور خاص

aazzamm@yahoo.com

محسوس کیا تھا چنانچہ میں نے سرسری انداز میں دریافت کیا۔

"کیا آپ میرے بارے میں پہلے سے واقفیت رکھتے ہیں؟"

"صرف اس حد تک کہ آپ پٹنہ سے ٹرانسفر ہو کر آئے ہیں اور وہاں آپ کا ریکارڈ بہت اچھا تھا۔" اس نے ایک بار پھر مجھے غور سے دیکھا پھر قبل اس کے کہ میں بات کو مزید آگے بڑھاتا اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ مجھے باس کو آپ کی آمد کی اطلاع دے دینی چاہئے' ممکن ہے وہ آپ کو بھی میٹنگ میں شریک کرنا پسند کریں۔ اسی بہانے دوسرے ساتھیوں سے بھی آپ کا تعارف ہو جائے گا۔" پھر اس نے میرے جواب کا انتظار کئے بغیر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر بزر دبا دیا۔

"سر!" دوسری جانب سے کال اٹینڈ کئے جانے کے بعد اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "پٹنہ سے جو انسپکٹر آنے والے تھے وہ اس وقت میرے آفس میں موجود ہیں ..... جی ہاں مسٹر آذر ..... رائٹ سر!" اس نے رسیور رکھ کر میری طرف دیکھا۔

"میرا خیال غلط نہیں تھا' سر نے آپ کو اندر بلایا ہے۔"

میں اٹھنے لگا تو پی اے نے دبی زبان میں کہا۔

"مسٹر آذر! مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"آپ کا اسم گرامی؟" میں نے خندہ پیشانی سے سوال کیا۔

"مجھے سروش کہتے ہیں۔" اس نے مجھ سے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ "آپ فی الحال میٹنگ اٹینڈ کرلیں اس کے بعد ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔"

میں اپنی فائل اٹھا کر کانفرنس روم میں داخل ہوا جہاں ایک لمبی بیضوی میز کے اطراف دس گیارہ افراد بیٹھے تھے' ایک دو کے جسم پر وردی بھی موجود تھی جس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ بھی انسپکٹر ہیں۔ سامنے رحیم الدین اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا' میز پر اس کے سامنے اس کا نام اور عہدے کی پلیٹ بھی موجود تھی۔ میں نے سرسری طور پر اس کا جائزہ لیا' وہ پستہ قد اور دوہرے بدن کا مالک تھا' اس کی کشادہ پیشانی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ ذہین آدمی تھا لیکن اس کی نظروں سے چھلکنے والا تجسّس اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ وہ اپنے سائے سے بھی چوکنا رہنے کا عادی ہے' اس کے لباس سے سادگی کا اندازہ ہوتا تھا لیکن کرسی پر اس کے بیٹھنے کا انداز چغلی کھا رہا تھا کہ وہ ماتحتوں پر اپنی برتری قائم رکھنے کا عادی ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر اپنی جوائننگ رپورٹ فائل سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دی' میرے سلام کا جواب اس نے سر کی خفیف جنبش سے دینے پر اکتفا کیا' اس کی تیز نظریں بدستور میرے چہرے پر پھیل رہی تھیں۔ کانفرنس روم میں بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی مجھے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہے تھے' مجھے یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ میرے ساتھی انسپکٹروں کو بھی میری آمد کا علم پہلے سے تھا۔

"آپ کو آئے کتنی دیر ہوئی؟" رحیم الدین نے شستہ مگر قدرے سرد لہجے میں دریافت کیا۔

"دو تین منٹ۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"بیٹھیں۔" اس نے ایک خالی کرسی کی جانب اشارہ کیا۔

میرے بیٹھنے کے بعد اس نے کچھ خشک انداز میں دوسرے انسپکٹروں سے میرا تعارف کرایا پھر گفتگو کا سلسلہ وہیں سے شروع کر دیا جہاں سے ٹوٹ چکا تھا۔ میں محتاط انداز میں اپنی نشست پر بیٹھا ہمہ تن گوش تھا۔ موضوع بحث ناجائز تجارت اور بغیر محصول ادا کئے اشیاء کی نقل و حرکت اور آبکاری سے متعلق دوسرے جرائم تھے۔ رحیم الدین ٹھہرے ہوئے لہجے میں تقریر کر رہا تھا لیکن میں اس کے انداز گفتگو سے یہ بات محسوس کر رہا تھا کہ وہ اپنی تمام تر ظاہری عاجزی اور انکساری کے برخلاف سخت گیر طبیعت کا مالک نظر آتا تھا اور ماتحتوں کو اس بات کا بار بار احساس دلانا اس کی فطرت کا خاصہ تھا کہ اس کے قلم کی ایک معمولی جنبش بھی ان کے پورے کیریئر (Career) پر سیاہی ہی پھیر سکتی ہے۔

تقریر کے درمیان اس نے کئی بار اس بات پر بھی زور دیا کہ ٹیکس کی وصولیابی کے سلسلے میں عوام کو اعتماد میں ضرور لیا جائے' ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے لیکن جو نادہندہ افراد ہیں ان کے ساتھ کوئی رعایت یا نرمی نہ کی جائے۔ تقریر کے آخر میں اس نے پہلو بدل کر بڑے سخت انداز میں کہا۔

"اگر آپ میں سے کسی آفیسر کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ میں دفتر میں بیٹھ کر صرف فائل الٹتا پلٹتا ہوں اور مجھے بیرونی حالات کا علم نہیں ہوتا تو اس مہمل خیال اور غلط فہمی کو ذہن سے نکال دیں۔ میں ایک ایک آفیسر کی کارکردگی اور اس کی صلاحیتوں سے باخبر رہتا ہوں' کون کس قدر ایمانداری اور دیانتداری سے کام کر رہا ہے اور کون حکومت کو نقصان پہنچا کر اپنی جیبیں بھر رہا ہے' مجھے ایک ایک لمحے کی خبر ملتی رہتی ہے۔ میری

aazzamm@yahoo.com

خاموشی کو آپ میری کمزور نہ سمجھیں۔ میں اگر آپ کے ساتھ دوستانہ عمل کرتا ہوں تو مجھے سختی کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے اور ایک بات اور ذہن نشین کرلیں۔" رحیم الدین نے اس بار خاص طور پر مجھے کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے بڑے خشک اور کھردرے لہجے میں کہا۔ "کسی کا سابقہ ریکارڈ میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا' آپ کو میرے ساتھ کام کر کے اپنی اہلیت کو ثابت کرنا ہو گا' میں جانتا ہوں کہ کچھ افراد کے تعلقات اوپر تک بھی ہیں۔ ان تعلقات کی وجہ کیا ہے' مجھے اس کا بھی بخوبی علم ہے۔ اس لئے میں آپ کو فرداً فرداً یہ باور کرانا چاہوں گا کہ صرف اپنے کام سے کام رکھیں' حکومت نے جو ہدف مقرر کیا ہے اسے حاصل کریں اور کوشش کریں کہ اس ہدف سے زیادہ وصولیابی کر کے خود کو انعام کا مستحق ثابت کریں۔"

رحیم الدین کی نرم گرم اور دھواں دھار تقریر تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی پھر اس نے میٹنگ برخاست کر دی۔ میں نے خاص طور پر محسوس کیا کہ اس میٹنگ میں صرف انسپکٹروں کو طلب کیا گیا تھا' دوسرے افسروں کو یکسر نظرانداز کر دیا گیا تھا لیکن یہ ایسی خاص بات بھی نہیں تھی جس پر میں بلاوجہ اپنی انرجی ضائع کرتا۔

میٹنگ ختم ہونے کے بعد انسپکٹران جانے لگے تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا لیکن رحیم الدین نے مجھے اور ایک دوسرے انسپکٹر کو روک لیا۔ جب دوسرے تمام انسپکٹر کانفرنس روم سے چلے گئے تو رحیم الدین نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے میں دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوں' میں اپنی جگہ سٹپٹا کر رہ گیا۔

"آپ کا تبادلہ پٹنہ سے کیوں ہوا؟" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کوئی خاص وجہ؟"

"میں کچھ ذاتی وجوہ کی بنا پر وہاں رہنا نہیں چاہتا تھا۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"اوہ ..... گویا آپ نے ازخود اپنا تبادلہ کرایا ہے؟"

"جی ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"میں آپ کا سابقہ ریکارڈ دیکھ چکا ہوں۔" اس نے پہلو بدل کر کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ ایک ایماندار اور محنتی آفیسر ہیں۔"

"شکریہ سر!"

"میں چاہوں گا کہ آپ ڈھاکہ میں رہ کر بھی اپنی سابقہ ایمانداری اور کارکردگی کو برقرار رکھیں۔"

"میری یہی کوشش ہو گی کہ میں کسی کو شکایت کا موقع نہ دوں۔"

"آپ ایک نوجوان اور ذہین آفیسر ہیں' بہتر کارکردگی کا ثبوت پیش کر کے آپ ترقی بھی کر سکتے ہیں۔" اس نے مسکرا کر میری حوصلہ افزائی کی پھر سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "کیا ڈھاکہ میں آپ کبھی پہلے بھی رہ چکے ہیں؟"

"جی نہیں۔"

"پھر تو آپ کو خاصی دشواری پیش آئے گی' میرا مطلب ہے کہ کسی نئی جگہ پر خود کو اڈجسٹ کرنے میں کچھ وقت ضرور لگتا ہے۔" رحیم الدین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر قریب بیٹھے ہوئے دوسرے انسپکٹر کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ "ان سے ملئے' انسپکٹر تجمل بخاری' میں نے ان کو خاص طور پر آپ ہی کی وجہ سے روکا ہے۔" رحیم الدین نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے قابل اعتماد اور تجربہ کار انسپکٹر ہیں' ڈھاکہ کا چپہ چپہ ان کا دیکھا ہوا ہے' یہ آپ کی بھی ہر طرح سے رہنمائی کر سکتے ہیں۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے اثبات میں سر کو جنبش دے کر شکریہ کا اظہار کیا۔

"میں فی الحال آپ کو مسٹر بخاری کے ساتھ مل کر کام کرنے کا مشورہ دوں گا۔" رحیم الدین نے فیصلہ کن انداز میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "آپ کی پوسٹنگ (Posting) کے بارے میں میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کروں گا۔"

رحیم الدین اپنی بات مکمل کرنے کے بعد رکا نہیں' تیزی سے گھوم کر اپنے آفس میں چلا گیا جس کا ایک دروازہ کانفرنس روم میں بھی کھلتا تھا۔ میں بھی اٹھ کھڑا ہوا مگر تجمل بخاری نے جسے صرف بخاری کے نام سے یاد کیا جاتا تھا' مجھے اشارہ سے بیٹھنے کو کہا۔

ڈھاکہ میں میری ملازمت کا وہ پہلا دن تھا اس لئے بخاری کے اشارے پر عمل کرنے کے سوا میرے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ رحیم الدین نے جس انداز میں اس کا تعارف کرایا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ بخاری اس کا نہ صرف خاص آدمی ہے بلکہ ناجائز لین دین بھی اسی کے ذریعہ ہوتی ہو گی' ذاتی طور پر بھی بخاری مجھے پہلی نظر میں کوئی اچھا آدمی نظر نہیں آیا۔ پستہ قد ہونے کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی بے ڈول جسم کا مالک تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہر وقت گلابی ڈورے تیرتے تھے جو اس بات کی علامت تھے کہ

aazzamm@yahoo.com

وہ شراب پینے کے معاملے میں بلا نوش واقع ہوا ہے' بالوں میں خضاب بھی اس انداز میں لگاتا تھا کہ اس کی رنگت علیحدہ نظر آتی تھی۔ اس کے گفتگو کرنے کا انداز بھی بڑا لچھے دار تھا۔ مجھے یہ بات بعد میں معلوم ہوئی کہ محکمے کے دوسرے انسپکٹروں کے علاوہ اس کے افسران بھی اس سے دامن بچا کر چلنے کے عادی تھے جس کا سبب بخاری اور رحیم الدین کے وہ تعلقات تھے جس کا علم ہر شخص کو تھا۔ بہرحال میں اس کے اشارے پر بیٹھ گیا تو اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر میری طرف بڑھایا۔

"سوری۔" میں نے معذرت کی۔ "میں سگریٹ نہیں پیتا۔"

"میرے ساتھ رہو گے تو عادی ہو جاؤ گے۔" اس نے گفتگو کی ابتدا ہی انتہائی بے تکلفی اور بھونڈے انداز میں کی پھر سگریٹ جلا کر ایک طویل کش لیتا ہوا بولا۔ "تم خوش قسمت ہو جو بڑے صاحب نے تمہیں میرے ساتھ لگا دیا' میں کوشش کروں گا کہ تم کو بہت جلد مقامی حالات سے باخبر کرنے کے بعد کوئی ایسی پرائز پوسٹ (Prize Post) دلا دوں جو ہر اعتبار سے تمہارے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔"

میں اس کی بات کا مفہوم سمجھ رہا تھا' اس کے جملوں کی ساخت بتا رہی تھی کہ وہ نہ صرف ایک نمبر کا رشوت خور ہے بلکہ انتہائی ڈھیٹ اور مغرور بھی ہے۔

"میں نے تمہاری پٹنہ والی فائل دیکھی ہے۔" اس نے انتہائی بازاری انداز میں کثیف دھوئیں کے چھوٹے بڑے دائرے منہ سے خارج کرتے ہوئے نہایت دیدہ دلیری سے کہا۔ "تم ایک ایماندار آفیسر رہے ہو لیکن اب....." وہ اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔

"کیا یہاں پرسنل اور کانفی ڈنشل ریکارڈ کو سیکرٹ نہیں رکھا جاتا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"رکھا جاتا ہے۔" بخاری شانے اچکا کر بولا۔ "بڑے صاحب اپنی ڈیوٹی میں بہت محتاط رہنے کے عادی ہیں لیکن دوسروں کی حد تک۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "دوسروں کی حد تک سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب نہایت واضح تھا۔" اس نے بڑی لاپرواہی سے اپنے جملے کا مفہوم سمجھاتے ہوئے کہا۔ "میرے اور بڑے صاحب کے درمیان کوئی بات راز نہیں رہتی شاید

اس لئے کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی' دوسرے ہاتھ کو بھی شامل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کیا سمجھے؟" اس نے اپنا آخری جملہ بائیں آنکھ جھپکا کر ادا کیا تو میں اپنی نشست پر کسمسا کر رہ گیا۔

"تم یہاں نئے آئے ہو اس لئے میں ایک بات کھل کر بتا دوں۔" اس بار اس نے قدرے بدلے ہوئے انداز میں کہا۔ "انسان کو جیسا دیس ویسا بھیس کے اصولوں پر عمل کرنا پڑتا ہے' جو ایسا نہیں کرتے وہ بڑے گھاٹے میں رہتے ہیں۔"

"میں آپ کی باتوں کا مقصد کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کچھ کچھ نہیں مسٹر آذر!" بخاری نے میری سنجیدگی کو محسوس کر کے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "تمہیں بہت کچھ سمجھنا پڑے گا' نہ سمجھو گے تو شاید ڈھاکہ میں زیادہ عرصہ نہ رہ سکو گے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے گربہ کشتن روز اول کے فارمولے پر عمل کرنے کی خاطر تیور بدلے تو بخاری نے پھر ایک طویل کش لے کر سارا دھواں میری طرف اڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"مطلب یہ ہے میری جان کہ ایمانداری کا ڈھونگ اس طرح رچاؤ کہ کسی کو تمہاری جانب انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے لیکن کام وہ کرو جس سے تمہاری مالی حالت بھی مستحکم رہے اور افسران بھی خوش رہیں۔"

"اور اگر کوئی ایسا نہ کر سکے تو؟" میں نے خون کا گھونٹ پی کر سوال کیا۔

"میری زبان میں اسے بدنصیب کہا جائے گا۔" اس نے کھل کر کہا۔ "زندگی میں ترقی کرنے کے مواقع بار بار نہیں ملتے اس کے علاوہ بہتی گنگا میں ہاتھ نہ دھونا بھی میرے نزدیک محض حماقت ہے۔"

"آپ شاید....."

"جس حمام میں سب مادرزاد ننگے ہوں وہاں ایک دو افراد کا لباس میں ہونا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔" بخاری نے میری بات کاٹ کر تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم دو ایک روز تک میری باتوں پر غور کر لو اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا' مجھے یا بڑے صاحب کو ایسی کوئی جلدی بھی نہیں ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

"ٹھیک ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں آپ کے مشوروں پر غور کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"دو چار باتوں کو اور ذہن نشین کر لو۔" اس بار بخاری نے مجھے بڑی رعونت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں ان کے بارے کسی اور سے مشورہ کرنے کی غلطی مت کرنا۔ ہو سکتا ہے سروش تم سے گھلنے ملنے کی کوشش کرے لیکن اس سے دور ہی رہنا ورنہ ممکن ہے تمہاری پوسٹنگ (Posting) کسی ایسے دور دراز علاقے میں کر دی جائے جس کے بارے میں دوسرے سوچنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ایک بات اور ..... کسی سفارش یا بڑے آدمیوں کے تعلقات کو کبھی درمیان میں لانے کی غلطی نہ کرنا' بڑے صاحب ایسے ماتحتوں کو پسند نہیں کرتے۔"

"میں آپ کی باتوں کا خیال رکھوں گا۔" میں نے دل پر جبر کر کے سادگی سے کہا۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"پلٹن میدان کے قریب دو کمروں کا ایک اپارٹمنٹ حاصل کر لیا ہے۔"

"فون ہے وہاں؟"

"جی نہیں۔"

"ڈونٹ وری۔" بخاری نے میرا پتہ نوٹ کرتے ہوئے نہایت فراخدلی سے کہا۔ "دو روز کے اندر اندر میں تمہارے لئے فون کا بندوبست بھی کرا دوں گا۔"

"شکریہ۔" میں نے انکساری کا اظہار کیا۔ "میں کل ہی آپ کو درخواست لکھ کر.....

"نان سنس....." وہ مغرور لہجے میں بولا۔ "جہاں بخاری کا نام درمیان میں آ جائے وہاں درخواستوں کی ضرورت نہیں پڑتی' کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا۔" مجھے مجبوراً مسکرانا پڑا۔

"ایک آخری بات اور سمجھ لو۔" تجمل بخاری نے کسی زہریلے ناگ کی طرح کینچلی بدل کر پھنکارتے ہوئے کہا۔ "جس روز تمہارے تبادلے کے آرڈر موصول ہوئے تھے بڑے صاحب کے مخصوص آدمیوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا' مجھے یقین ہے کہ باس کو تمہارے ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد سے لے کر آج تک کی تمام رپورٹ مل چکی ہو گی۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے سائے سے بھی محفوظ رہنا۔"

بخاری اپنا جملہ مکمل کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے میں بھی باہر نکلا تو محکمے کے کچھ انسپکٹر وہاں موجود تھے' ان سے رسمی علیک سلیک کرنے کے بعد میں رحیم الدین کے پی اے کے کمرے میں دوبارہ گیا' سروش کوئی ضروری ڈرافٹ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا' میں خاموشی سے ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ دس منٹ بعد اس نے فارغ ہو کر میری طرف دیکھا تو اس طرح چونکا جیسے مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو' اس کی وہ حرکت میرے لئے تعجب خیز اور حیران کن تھی اس لئے کہ مجھے اس سے ملاقات کئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی' اس نے کانفرنس روم میں بھیجنے سے پیشتر مجھ سے بڑی خوش مزاجی سے کہا تھا کہ "آپ میٹنگ اٹینڈ کر لیں اس کے بعد ملاقاتیں ہوتی رہیں گی" لیکن اب اس کی نظروں میں اجنبیت کا احساس تھا' میں گڑبڑا کر رہ گیا' میں نے دوبارہ اپنا تعارف کرایا تو خشک لہجے میں بولا۔

"آپ کو فی الحال مسٹر تجمل بخاری کے ساتھ اٹیچ کیا گیا ہے' آپ کی پوسٹنگ کا انحصار بھی مسٹر بخاری کی رپورٹ پر ہو گا۔ آپ کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اس کے بارے میں بھی مسٹر بخاری آپ کو بہتر طور پر بتا سکتے ہیں۔"

میرے ذہن میں بخاری کے وہ جملے گونجنے لگے جو اس نے خاص طور پر سروش کے بارے میں کہے تھے' عین ممکن تھا کہ سروش نے بھی مجھ سے اسی وجہ سے بے اعتنائی برتی ہو کہ اسے بھی رحیم الدین کے فیصلے کا علم ہو گیا ہو اور وہ اپنی جگہ محتاط ہو گیا ہو۔ بہرحال میں نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں سمجھا اور رسمی طور پر سلام کر کے باہر آ گیا۔

نئے دفتر میں پہلے روز کا تجربہ ہی میرے لئے خاصا پریشان کن ثابت ہوا۔ بخاری نے جس انداز میں کھل کر باتیں کی تھیں ان کے واضح مطلب یہی نکلتے تھے کہ اگر مجھے ملازمت برقرار رکھنی ہے تو ایمانداری کا چولا اتارنا ہو گا' بصورت دیگر مجھے سزا کے طور پر کسی ایسی جگہ تعینات کیا جا سکتا تھا جہاں زندگی کی ساری سہولتیں میسر نہ ہوں' بخاری نے دبی زبان میں کسی ایسی جگہ پوسٹنگ کا حوالہ بھی دیا تھا جس کے بارے میں مقامی افسران بھی سوچنا پسند نہیں کرتے تھے۔

مجھے اس وقت احسان انکل اور ڈپٹی بشیر علی بڑی شدت سے یاد آئے۔ شاید میں نے اپنے آبائی شہر سے دور جانے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ درست نہیں تھا' پٹنہ میں میرے والدین کا سایہ میرے سر سے ضرور اٹھ گیا تھا لیکن پھر بھی دس اپنے اور دس غیر جاننے والے موجود

aazzamm@yahoo.com

تھے۔ ڈھاکہ میرے لئے بالکل اجنبی شہر تھا' یہاں کی تہذیب اور بود و باش بھی پٹنہ سے بہت مختلف تھی۔ اس دیارِ غیر میں صرف ایک کرنل بنرجی تھے' میں جن پر انحصار کر سکتا تھا لیکن وہاں جھرنا موجود تھی جس کا وجود غالباً بنرجی کو منظور نہیں تھا لیکن وہ کسی مجبوری کے تحت اس کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے گزارا کر رہے تھے۔ میرا دل چاہا کہ بخاری سے ملنے کے بعد سیدھا ان کے پاس جاؤں اور حالات کے پیش نظر ان سے مشورہ مانگوں لیکن میں نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ بخاری نے کانفرنس روم سے جاتے جاتے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ رحیم الدین کے خاص آدمی اسے ایک ایک پل کی خبر پہنچاتے رہتے ہیں۔ ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد سے انہوں نے میرا بھی تعاقب کیا تھا' اگر بخاری نے مجھے محض خوفزدہ کرنے کی خاطر وہ بات نہیں کہی تھی تو رحیم الدین کو کرنل کمال بنرجی سے میری ملاقات کا علم بھی ضرور ہو چکا ہو گا۔ خود بنرجی نے بھی مجھے تاکید کی تھی کہ رحیم الدین یا دفتر کے کسی اور عملے کو یہ بات بتانے سے گریز کروں کہ میں ان سے کسی طرح بھی واقف ہوں۔

میرا ذہن بُری طرح چکرا رہا تھا' محض اپنی ایمانداری کو برقرار رکھنے کی خاطر میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا تھا لیکن اب جو صورت حال درپیش تھی وہ پٹنہ سے زیادہ خراب تھی۔ بخاری کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ مجھے ہر قیمت پر ناجائز آمدنی کے مذموم کاروبار میں ملوث ہونا پڑے گا' انکار کی صورت میں میری ملازمت خطرے میں پڑ سکتی تھی' مجھے ملازمت سے زیادہ ایمانداری پسند تھی لیکن ایک نئے شہر میں جہاں قدم رکھے مجھے تین چار دن ہی گزرے تھے میں بخاری جیسے گرگ جہاں دیدہ سے بیر مول لینے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ وہ رحیم الدین کا دست راست تھا' رحیم الدین کروڑوں میں کھیلنے کا عادی تھا' میں ان کی بات ماننے سے انکار کر دیتا تو وہ ڈھاکہ میں میرے اوپر عرصہ حیات بھی تنگ کر سکتے تھے۔

مجھے صرف دو تین روز کی مہلت دی گئی تھی۔ اس محدود مدت میں مجھے اپنی زندگی اور موت کا اہم فیصلہ کرنا تھا۔ میرے پاس کئی طریقے تھے' سب سے محفوظ راستہ یہ تھا کہ میں ملازمت کو خیرباد کہہ کر خاموشی سے ڈھاکہ سے واپس پٹنہ چلا جاتا' دوسرا راستہ یہ بھی تھا کہ میں حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔ بخاری کو صاف لفظوں میں بتا دیتا کہ میں دیانتداری سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوں' ایک آخری طریقہ یہ بھی ممکن

تھا کہ میں فون پر کرنل کمال بنرجی کو تمام صورت حال سے باخبر کر دیتا پھر جو مشورہ وہ دیتے اسی پر آنکھ بند کر کے عمل کرتا۔

میں دفتر سے گھر پہنچا تو جلیل نے مسکراتی نظروں سے میرا خیر مقدم کیا۔ اس کے جسم سے مچھلی کی بو آ رہی تھی۔ مجھے یاد آ گیا اس نے کہا تھا کہ وہ آج "مچھی بھات" سے میری تواضع کرے گا۔ اس غریب کو شاید یہ علم نہیں تھا کہ اس وقت مجھے مچھی بھات سے زیادہ کسی ایسے دوست کی ضرورت تھی جو اس آڑے وقت میں میرا ساتھ دے سکتا' میرے کام آنے کے قابل ہوتا' مجھے اس کھائی میں اوندھے منہ گرنے سے بچا سکتا جو میرے لئے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پہلے سے تیار کی گئی تھی۔

"کیا بات ہے صاب؟" جلیل نے میرا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔ "آپ پریشان نظر آتا ہے؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "تھوڑی تکان ہے' کچھ دیر آرام کروں گا تو جاتی رہے گی۔"

"ٹھیک ہے صاب! آپ لباس بدل کر آرام کرو' میں رسوئی میں جا کر اپنا کام کرتا ہوں' کھانا تیار ہونے کے بعد جگا دوں گا۔"

جلیل کچن میں چلا گیا' میں اپنے کمرے میں آ گیا جسے جلیل نے میری غیر موجودگی میں بڑے سلیقے سے ترتیب دیا تھا' بارش ہونے کے سبب ہوا میں ہلکی ہلکی نمی باقی تھی چنانچہ میں نے بالکونی کا دروازہ بند کیا اور جوتے اتارنے کے بعد لباس تبدیل کئے بغیر ہی بستر پر دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ میرے ذہن میں خیالات کا ہجوم ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ مجھے اس ایک لمحے پر غصہ آ رہا تھا جب میں نے پٹنہ سے تبادلہ کرانے کے بارے میں سوچا تھا۔ وہاں رہ کر میں مخالفتوں کا مقابلہ زیادہ بہتر طور پر کر سکتا تھا لیکن ڈھاکہ میں میرا کوئی یار و مددگار نہیں تھا اور اب قدم آگے بڑھا کر پیچھے پلٹنا بھی میرے اختیار کی بات نہیں تھی لیکن میں نے ایک بات کا فیصلہ بہرحال کر لیا تھا کہ حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں میں خود کو رشوت اور بددیانتی کے گھناؤنے کاروبار میں کسی قیمت پر ملوث نہیں ہونے دوں گا خواہ اس کے لئے مجھے کتنے ہی مصائب و آلام کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

میرا ذہن الجھا ہوا تھا' بخاری کی لچھے دار باتوں نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا' میں بڑی امیدوں سے تبادلہ کرا کے ایک نئے شہر میں سکون کی سانس لینے کی غرض سے آیا تھا' مجھے

aazzamm@yahoo.com

اپنا مستقبل سنوارنا تھا' قدم جما کر کھڑے ہونے کی خاطر منصوبہ بندی کرنی تھی لیکن پہلے ہی سنگ میل پر میں کوئی ایسا درمیانی راستہ تلاش کرنے کی فکر میں تھا جس سے میری ملازمت بھی برقرار رہتی اور رحیم الدین کو مجھ سے کسی شکایت کا موقع بھی نہ ملتا۔ پٹنہ سے روانگی کے وقت بشیر علی نے جو مشورے دیئے تھے وہ میرے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے' میں کسی ایک آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوششوں میں مصروف تھا' جب نہ جانے کس وقت تفکرات کے ہجوم نے یلغار کی اور میرا ذہن ماؤف ہو کر رہ گیا' نیند کا غلبہ اتنا شدید تھا کہ میں خوابوں کی وادیوں میں ڈوبتا چلا گیا لیکن بخاری کا تصور اس وقت بھی کسی بھوت کی طرح میرے ذہن پر سوار تھا' اس کے جملے رہ رہ کر میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے ـــــ ایمانداری کا ڈھونگ اس طرح رچاؤ کہ کسی کو تمہاری جانب انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے لیکن کام وہ کرو جس سے تمہاری مالی حالت بھی مستحکم رہے اور افسران بھی خوش رہیں ..... جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں ان کے بارے میں کسی دوسرے سے مشورہ کرنے کی غلطی مت کرنا ..... ورنہ ممکن ہے تمہاری پوسٹنگ کسی ایسے دوردراز علاقے میں کر دی جائے جس کے بارے میں دوسرے سوچنا بھی پسند نہیں کرتے ـــــ میرے ڈوبتے ذہن میں بخاری کے جملوں کی بازگشت جاری تھی جب کسی کے قہقہے کی آواز نے میری توجہ اپنی سمت مبذول کر لی۔

میں نے نظریں گھما کر دیکھا وہ گٹھے ہوئے جسم کا ایک ہٹا کٹا دراز قد شخص تھا جس نے اپنے جسم پر گیروے رنگ کی کھدر کی ایک چادر لپیٹ رکھی تھی' اس نے جسم پر بھبھوت مل رکھی تھی' اس کا سر انڈے کے چھلکے کی مانند صاف تھا لیکن اس کی دراز اور گھری سیاہ چٹیا بل کھاتی اس کے کشادہ شانوں پر لہرا رہی تھی' اس کی پیشانی سر گھٹے ہونے کے سبب کچھ زیادہ ہی کشادہ نظر آ رہی تھی جس پر صندل کا لیپ بل کھاتا دکھائی دے رہا تھا' اس کے گلے میں کئی قسم کی مالائیں جھول رہی تھیں' سینے پر گھنے سیاہ بال تھے' بڑی بڑی آنکھوں میں ایک مقناطیسی کشش موجود تھی' اس کی پلکیں صاف تھیں' وہ سینہ تانے میرے سامنے کھڑا مجھے بڑی گہری اور دلچسپ نظروں سے گھور رہا تھا؛ ان نگاہوں میں ایسا سحر تھا کہ میں اس کی جانب سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکا۔ اس قسم کے سادھو' جوگی اور پنڈت پجاری میں پٹنہ بھی دیکھ چکا تھا لیکن مجھے کبھی ان کے قریب جانے یا ان سے دوبدو گفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا چنانچہ اس وقت کسی پجاری یا جوگی کو اپنے قریب دیکھ کر

مجھے حیرت ہی ہوئی' اس کے گھورنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ مجھے بہت عرصے سے جانتا ہو لیکن میں بڑے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اسے اس روز پہلی بار دیکھا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ "اس طرح آنکھیں پھاڑے مجھے کیا گھور رہے ہو؟"

"میں دیکھ رہا ہوں بالک کہ اس سمے تجھے کوئی دبدھا بیاکل کر رہی ہے' تجھے کسی کروٹ چین نہیں آ رہا۔" اس نے سپاٹ مگر ٹھوس لہجے میں کہا۔

"تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟" میں نے قدرے درشت لہجے میں سوال کیا۔

"دھیرج بالک ..... دھیرج۔" وہ عجیب معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔ "من شانت نہ ہو' سامنے گھپ اندھیرا پھیلا ہو تو منش کو بہت سوچ بچار کر کے کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔"

"لیکن تم....."

"میں تیرا متر (دوست) ہوں۔" اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "تجھے راستہ دکھانے آیا ہوں' مکتی کا سیدھا راستہ۔"

"مگر میں تمہیں نہیں جانتا۔" میں نے روکھے انداز میں اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

"جوگیوں سے ایسی بات نہیں کرتے بالک!" اس نے نرم لہجے میں مجھے سمجھانے کی خاطر کہا۔ "میں تیری سہائتا کے کارن آیا ہوں اور تُو مجھے دھتکار رہا ہے۔"

"تم کیا جانتے ہو میرے بارے میں؟" میں نے الجھتے ہوئے بے رخی سے دریافت کیا۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "جو بیت چکی وہ بھی جانتا ہوں' جو بیت رہی ہے وہ بھی میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور کل تیرے اوپر جو بیتنے والی ہے وہ بھی میری نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم غلط جگہ آ گئے ہو۔" میں نے اس کی بے سر و پا باتوں پر جھلاتے ہوئے کہا۔ "میں وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"تم کون ہو ..... یہ بات سیتارام کے سوا اور کون جان سکتا ہے۔" اس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بڑے اعتماد سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں اس کی بات پر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

aazzamm@yahoo.com

"مطلب بھی تمہاری سمجھ میں آ جائے گا پرنتو اس سے مَیں تمہارے پاس کسی اور کارن سے آیا ہوں۔" اس نے یکلخت سنجیدگی اختیار کر لی۔ "منش منش کا دارو ہوتا ہے' تمہارے من میں کیا کھل بل ہو رہی ہے' میں دیکھ رہا ہوں لیکن تم کوئی چنتا مت کرو' جو مورکھ تمہارا بُرا سوچ رہے ہیں وہ اپنے ارادے میں کبھی سپھل نہیں ہوں گے' ہو گا وہی جو تم چاہو گے۔"

مَیں نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا' وضاحت طلب نظروں سے سیتارام کو دیکھتا رہا۔

"میری بات دھیان سے سنو بالک! یہ بخاری اور رحیم الدین تمہارے راستے کی دھول ہیں' ان سے گھبرانے کی کوشش مت کرو۔"

"تم ..... تم....." میں اس کی زبان سے رحیم الدین اور بخاری کا نام سن کر کسمسانے لگا۔ "تم ان لوگوں کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"میں کیول اتنا جانتا ہوں کہ موری کی اینٹ کبھی چوبارے نہیں چڑھ سکے گی پرنتو تجھے میرے ساتھ ایک سمجھوتہ کرنا ہو گا۔"

"کیا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"آج میں تیری چنتا تیری ساری چنتا دور کر سکتا ہوں لیکن کل تجھے بھی میرا ایک کام کرنا ہو گا۔" سیتارام نے ٹھوس لہجے میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تُو سیدھے راستے کا مسافر ہے' تیرے دشمن تجھے بھٹکانا چاہتے ہیں' میرا آشیرباد تیرے ساتھ ہو گا تو وہ تجھے مجبور نہیں کر سکیں گے' جو تُو چاہے گا وہی ہو گا' جو ان کے من میں ہے وہ کبھی پورا نہیں ہو گا۔"

میں مخمصے میں پڑ گیا' سیتارام میرے لئے قطعی اجنبی تھا' اس کی باتیں بھی میری سمجھ سے بالاتر تھیں' میں سوچے سمجھے بغیر ایک غیر مسلم کو زبان نہیں دے سکتا تھا' مجھے یہ خیال بھی بے چین کر رہا تھا کہ اسے اچانک میرا پتہ کیسے معلوم ہو گیا' کون تھا وہ' مجھ سے کیا چاہتا تھا' میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر رہے تھے پھر ایک خیال نے تیزی سے سر ابھارا ـــــ کہیں سیتارام بھی بخاری اور رحیم الدین کا کوئی خاص آدمی تو نہیں؟ ممکن ہے وہ مجھے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے شیشے میں اتار کر اس جال میں پھنسانا چاہتا ہو جو میرے لئے بچھایا جا رہا تھا؟ ـــــ اس خیال کے آتے ہی میں نے سیتارام کو قدرے تیکھی نظروں

سے گھورا لیکن اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہتا سیتارام نے مجھے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑی گھمبیر آواز میں کہا۔

"جس کے من میں کھوٹ ہو وہ ہمیشہ دھرتی کے اوپر ہی اوپر بھٹکتا رہتا ہے۔ تُو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے بھوش میں کیا لکھا ہے۔ تیرے من میں میرے لئے جو گندے وچار ڈگمگا رہے ہیں مَیں وہ بھی جانتا ہوں لیکن یہ تیری بھول ہے مورکھ ..... میں اگر دشمنوں کا سنگی ساتھی ہوں تو اپنی مہان شکتی کے ذریعے تیرا دھیان پلٹ سکتا تھا' میری آنکھوں کا ایک اشارہ ہی تیرے لئے بہت ہوتا' تُو مجھے پہچاننے میں بڑی بھول کر رہا ہے' تن کی آنکھیں بند کر لے' من کی آنکھیں کھول کر دیکھ' اپنی بدھی (عقل) استعمال میں لا' یہ سمے بھی بیت گیا تو سارا جیون اندھیروں میں گزار دے گا۔"

"سیتارام!" میں نے ہمت کر کے جواب دیا۔ "تم جو باتیں کر رہے ہو وہ میرے حلق کے نیچے نہیں اتر رہی ہیں' میں آنکھ بند کر کے کسی اجنبی پر بھروسہ نہیں کر سکتا' تم اگر دوست بن کر میری مدد کرنے آئے ہو تو کھل کر صاف صاف باتیں کرو۔"

سیتارام میرا کھرا جواب سن کر ایک لمحے کو بل کھا کر رہ گیا پھر اس نے مجھے گھورتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں' انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی شعبدہ باز مداری مجمع کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ کرنے کو اختیار کرتا ہے۔ میں اس کے چہرے پر نظر جمائے رہا' وہ متضاد کیفیتوں سے دوچار ہوتا رہا' کبھی اس کی کشادہ پیشانی پر آڑی ترچھی سلوٹوں کا جال بکھرنے لگتا' کبھی اس کے ہونٹ متحرک نظر آنے لگتے' کبھی وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں الجھا کر زور آزمائی شروع کر دیتا' میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لینے میں مصروف تھا جب اس نے کچھ دیر بعد اچانک آنکھیں کھول دیں' مجھے جھرجھری آ گئی' اس کی آنکھوں کے ڈھیلے سرخ انگاروں کی مانند دہکتے نظر آ رہے تھے پھر اس کی ٹھوس اور کرخت آواز میرے وجود میں گونجتی ہوئی ابھری۔

"مورکھ! تُو نے سیتارام کی مہان شکتی پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر کے جو اپرادھ کیا ہے اس کی سزا تجھے اوش ملے گی۔ تُو نے منہ پھاڑ کر کہا تھا کہ میری باتیں تیرے حلق سے نیچے نہیں اتر رہیں' تُو نے جوگی سیتارام کی دوستی کو غلط رنگ دینے کی بھول کی ہے' تُو نہیں جانتا کہ میرا اپمان کر کے تُو نے جو پاپ کیا ہے اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔"

aazzamm@yahoo.com

جوگی سیتارام کی خون ابلتی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں' اس کی ٹھوس آواز میرے وجود کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

"تیرے من میں یہ دھیان آیا تھا کہ میں تیرے بیریوں سے ملا ہوا ہوں' تُو نے کہا تھا کہ آنکھ بند کر کے تُو میرے اوپر وشواس نہیں کر سکتا' پرنتو میں تجھے بتاؤں گا کہ میں تیرے بارے میں کیا جانتا ہوں' اپنی کتھا (کہانی) سننا چاہتا ہے تو سن ..... تُو نے جب جنم لیا تھا تو تیرے تین بہن بھائی اس سنسار سے منہ موڑ چکے تھے' ان میں سے کوئی بھی نو سال سے ادھک (زیادہ) زندہ نہیں رہا لیکن تُو بھاگوان ہے جو ابھی تک زندہ ہے۔ تیرے کنبے کے ایک مہان پُرش کو تیرا نام بدلنے کا دھیان آیا تھا پرنتو اس سے دیر ہو چکی تھی' اس نے دنیا سے منہ موڑنے سے پہلے اپنے گلے سے جو مالا اتار کر تیرے گلے میں ڈالی تھی اس مالا نے تجھے تو لٹیروں سے بچا لیا لیکن تیرے ماتا پتا کا وہی انجام ہوا جو ان کے بھاگ (قسمت) میں لکھا جا چکا تھا' تُو نے زندہ رہنے کے کارن بڑے پاپڑ بیلے ہیں' تُو پٹنہ سے منہ موڑ کر یہاں آ گیا پرنتو یہاں بھی تجھے قدم قدم پر کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

جوگی سیتارام میرے بارے میں جو کچھ بتا رہا تھا اس کا ایک ایک حرف درست تھا' میں پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھتا رہا' وہ میری زندگی کے تمام نشیب و فراز سے واقف تھا' وہ یقیناً پُراسرار قوتوں کا مالک تھا جو اس نے میرے دل کا حال بھی پڑھ لیا تھا۔ اس نے دادا جان کی متبرک تسبیح کا حوالہ بھی دیا تھا' وہ حکیم انکل اور ڈپٹی بشیر علی سے بھی میرے تعلقات کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا — لیکن اس نے میرے بارے میں سب کچھ جاننے کی کوشش کیوں کی تھی ..... وہ کسی پرچھائیں کی طرح میری زندگی کے ایک ایک لمحے کا تعاقب کیوں کر رہا تھا؟ ..... اس نے کہا تھا کہ میں اگر اس کے ساتھ سمجھوتہ کر لوں تو پھر رحیم الدین اور تجمل بخاری میری مٹھی میں ہوں گے ..... میں جو چاہوں گا وہی ہو گا ..... اس نے اس قدر یقین سے میرے بارے میں وہ سب باتیں کیوں کی تھیں ..... کیا وہ ماورائی قوتوں کا مالک تھا ..... اگر تھا تو اسے میری کیا ضرورت پیش آ گئی تھی ..... اس کے دل میں کیا تھا ..... کیا چاہتا تھا وہ مجھ سے؟

میرے دل و دماغ میں پھر مختلف سوالات ابھرنے لگے' اس نے حقارت سے مسکرا کر کہا۔

"پھر ڈگمگانے لگا ..... پھر دوچاروں میں گم ہو کر بھٹکنے لگا۔"

"تم مجھ سے کیا سمجھوتہ کرنا چاہتے ہو؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"اس ہاتھ دے' اُس ہاتھ لے والی بات ماننی پڑے گی تجھے۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "اسی میں تیری مکتی ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ سمجھوتہ کر سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "میں تمہارے لئے کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جو میرے مذہب یا میرے اصولوں سے ٹکراتا ہو۔ تم جانتے ہو کہ میں مسلمان ہوں اور اپنی ایمانداری کی وجہ سے پریشانیوں کا شکار ہوں۔"

"سودے بازی کر رہا ہے جوگی سیتارام سے؟" اس نے زہرخند سے کہا۔ "جو کچھ بھگت چکا ہے ابھی تک اس سے من نہیں بھرا؟"

"بات سودے بازی کی نہیں ایک مسلمان کے ایمان کی ہے اور میں کسی قیمت پر ....."

"پاپ اور پُن کا دھیان من سے نکال دے۔" وہ تیزی سے میری بات کاٹ کر ٹھوس اور سرسراتے لہجے میں بولا۔ "تُو ابھی بالک ہے' تُو نہیں جانتا کہ یہ سنسار ایک گورکھ دھندا ہے' پاپ اور پُن کے چکروں میں پڑے گا تو اپنی اصلیت بھی بھول جائے گا۔"

"لیکن ....." میں نے پھر کچھ کہنا چاہا' اس نے پھر میری بات کاٹ دی۔

"دھرم کرم کی باتیں من سے نکال دے' یہ تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔" اس نے بڑے یقین سے کہا۔ "آج جو تیرے ہاتھ آ رہا ہے اسے سویکار کر لے' کل کے چکر میں پڑے گا تو بھٹک جائے گا۔"

"مجھے بھٹکنا منظور ہے لیکن میں گناہ کے کسی ایسے راستے کو نہیں اپناؤں گا جو ہمیشہ میرے ضمیر کو کچوکے لگاتا رہے۔"

"اپنے قد سے اونچی باتیں کر رہا ہے۔" جوگی سیتارام نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "ایک بار پھر سوچ لے اگر سمے ہاتھ سے پھسل گیا تو پچھتاووں کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔"

"میں ملازمت چھوڑ دوں گا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "زندگی

aazzamm@yahoo.com

گزارنے کی خاطر کوئی اور راستہ اختیار کر لوں گا۔"

"اس دھیان کو من سے نکال دے مورکھ! تیرے بھوش میں کیول ایک ہی راستہ لکھا ہے۔" اس نے مجھے گھور کر قدرے درشت لہجے میں کہا۔ "جوگی کا کہا مان لے ورنہ ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں آنکھ بند کر کے فیصلہ کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تو پھر کھلی آنکھوں سے اپنا انجام بھی دیکھ لینا۔" اس کی آنکھوں سے شعلے لپکنے لگے۔ "آج تُو دھرم کرم کی باتیں کر رہا ہے لیکن کل وہی ہو گا جو دیوی دیوتاؤں کو منظور ہے' تیری ایمانداری دھری کی دھری رہ جائے گی' تیرا دھرم بھرشٹ ہونے میں بھی دیر نہیں لگے گی۔ سن رہا ہے مورکھ! میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"تم ..... تم اندھیرے میں تیر چلا رہے ہو۔" میں نے کہا۔ "خواب دیکھ رہے ہو جو کبھی پورا نہیں ہو گا۔"

"ابھاگی ..... سے کی قدر کر۔" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔ "آج جوگی سیتارام تیرے پاس چل کر آیا ہے لیکن کل ایسا نہیں ہو گا' کل تجھے اس مہان جوگی کی یاد ستائے گی یاد رکھ ..... تجھے میرے چرنوں کے سوا کہیں اور شرن (پناہ) نہیں ملے گی۔"

"تم کفر کی باتیں کر رہے ہو۔" میں نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "مقدر کے لکھے کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔"

"تو پھر میرا فیصلہ بھی سن لے۔" وہ جھلا کر بڑی رعونت سے بولا۔ "میں تیرا انتظار کروں گا' تُو مجھ سے دور نہیں جا سکتا' میری شکتی اپرم پار ہے۔ یاد رکھنا بالک! کل تجھے میری شکتی کی ضرورت پڑے گی اور تیرا دھرم کرم کا دعویٰ بھی دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ جاتے جاتے تجھے ایک بات اور بتا دوں ..... جب تیرے اوپر کوئی بپتا پڑے' بچاؤ کا کوئی راستہ نہ ہو' ہر طرف گھور اندھیرا پھیلا ہو اور دم گھٹ رہا ہو تو سچے من سے مجھے یاد کر لینا' میں تیری سہائتا ضرور کروں گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا جوگی سیتارام کا وجود ہوا میں تحلیل ہو کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اس کے بعد کسی نے میرا ہاتھ تھام کر جھنجھوڑا تو میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ میں اپنے بستر پر موجود تھا اور جلیل' جس نے مجھے جگایا تھا' مجھے حیرت سے دیکھ رہا

تھا۔

"آپ کس سے بات کر رہا تھا صاب!" اس نے میرے ہوشیار ہونے پر دریافت کیا۔

"کیا بات کر رہا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی لیکن سوتے میں آپ کچھ گول مٹول باتیں کر رہے تھے۔"

"ہو سکتا ہے خواب دیکھ رہا ہوں۔" میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

"دن میں خاب نہیں آتے صاب!" جلیل نے کہا۔ "میرا باپ بولتا تھا کہ یہ سب پیٹ کی خرابی سے ہوتا ہے۔"

میں نے جلیل کی بات پر توجہ دینے کے بجائے گھڑی پر نظر ڈالی تو دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ جلیل نے کھانے کو کہا تو میں جلدی سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھونے کے ارادے سے باتھ روم میں چلا گیا' میرے ذہن میں اس وقت بھی جوگی سیتارام کی بے سر و پا باتیں گونج رہی تھیں جسے میں نے اپنا وہم قرار دے کر دماغ سے جھٹک دیا اور واش روم سے نکل کر دوسرے کمرے میں آ گیا جہاں جلیل نے مچھلی اور چاول کی پلیٹیں میز پر سجا رکھی تھیں۔

☆------☆------☆

دو روز تک کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا' میں پابندی سے دفتر جاتا رہا' کچھ دیر دفتر میں وقت گزارتا پھر بخاری مجھے اپنے ساتھ لے کر علاقہ میں نکل جاتا اور شام کو مجھے اپارٹمنٹ کے نیچے چھوڑ کر چلا جاتا۔ اس کے پاس نئی مورس کار تھی' اس زمانے میں مورس کار بھی بڑے آدمیوں کے پاس ہوا کرتی تھی۔ بخاری چونکہ رحیم الدین کا دست راست تھا اور بے ایمانی کے معاملات میں برابر کا شریک تھا اس لئے مجھے اس کے صاحب کار ہونے پر تعجب نہیں ہوا' البتہ میں نے یہ بات ضرور نوٹ کی تھی کہ ان دو دنوں میں بخاری نے ان باتوں کے سلسلے میں پھر کوئی ذکر نہیں نکالا جو اس نے پہلے روز کانفرنس روم میں کی تھیں۔ شاید اسے مہلت پوری ہونے کا انتظار تھا' یہ بھی ممکن تھا کہ اس کی خواہش یہ رہی ہو کہ میں خود بات چھیڑوں' پوسٹنگ چونکہ میری ضرورت تھی اس لئے اس کو زبان کھولنے کی ایسی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔

aazzamm@yahoo.com

میں نے ان دو دِنوں میں اس سے اصرار بھی کیا تھا کہ وہ میرے اپارٹمنٹ میں چل کر میرے ساتھ چائے پیئے لیکن اس نے بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹال دی تھی۔ بہرحال دوسرے ہی دن مجھے اس کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس وقت ہو گیا جب جلیل نے اپارٹمنٹ میں قدم رکھتے ہی مجھے فون لگ جانے کی اطلاع دی تھی۔

"صاب! آپ بہت تعلقات والا معلوم ہوتا ہے ورنہ ادھر ڈھاکہ میں فون اتنی آسانی سے نہیں ملتا۔"

"میں سرکاری ملازم ہوں اس لئے مجھے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مراعات حاصل ہیں۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا پھر غسل کرنے کے ارادے سے واش روم میں چلا گیا۔

میں یہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں نے دو دِنوں میں بہت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ بخاری کی بات کسی قیمت پر قبول نہیں کروں گا' خواہ میرا تبادلہ کسی دور دراز علاقے میں ہی کیوں نہ ہو جائے۔ میں چونکہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا اور بالائی آمدنی سے بھی گریز کرتا تھا اس لئے مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی کہ میری تعیناتی کی کمائی والی کرسی پر ہو البتہ ایک بات مجھے ضرور پریشان کر رہی تھی کہ بخاری سے مخالفت مول لینے کے بعد رحیم الدین بھی میرا دشمن بن جائے گا چنانچہ میں نے غسل خانے سے نکل کر یہ فیصلہ کیا کہ پہلی فرصت میں کمال بنرجی کو مختصراً حالات سے ضرور آگاہ کر دوں تاکہ ان کا کوئی مشورہ بھی حاصل کر سکوں اور انہیں اس بات پر شکایت کا موقع نہ مل سکے کہ میں نے انہیں حالات سے بے خبر کیوں رکھا۔

میں لباس تبدیل کر کے دوسرے کمرے میں آیا جہاں جلیل نے چائے کا اہتمام کر رکھا تھا' فون بھی قریب ہی موجود تھا لیکن میں نے پہلے گرما گرم اور مہکتی چائے کے دو گھونٹ لینے کو ترجیح دی پھر فون کرنے کے بارے میں سوچا تو اس کی گھنٹی کی آواز نے مجھے چونکا دیا' میرے ذہن میں فوری طور پر دو خیال ابھرے' یا تو بخاری نے مجھے فون کیا ہو گا یا پھر وہ کال ایکسچینج کی جانب سے ہو گی' بہرحال میں نے رسیور کریڈل سے اٹھا کر کان سے لگا لیا لیکن ہیلو کہنے کے بعد دوسری طرف سے جب ایک نسوانی آواز رس گھولتی ہوئی میری قوت سماعت سے ٹکرائی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ "کیا میں مسٹر آذر سے بات کر سکتی ہوں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی ..... میں آذر ہی بول رہا ہوں۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔

"میں کرنل کمال بنرجی کی مسز بول رہی ہوں۔" جھرنا کی مسحور کن آواز دوبارہ ابھری۔ "آپ کی آج کی مصروفیات کیا ہیں؟"

"جی ..... جی کچھ بھی نہیں۔" میں بلاوجہ گڑبڑا سا گیا لیکن جلد ہی خود پر قابو پاتے ہوئے بڑے مہذب انداز میں بولا۔ "میں ابھی کرنل صاحب کو فون کرنے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ آپ کا فون آ گیا۔"

"کمال کو بھی آپ کی کال کا انتظار تھا۔" جھرنا نے اپنی کھنکتی آواز میں کہا۔ "تین چار روز سے آپ نے اپنی خیریت کی کوئی اطلاع جو نہیں دی۔"

"معذرت خواہ ہوں۔" میں نے انکساری کا اظہار کیا۔ "دراصل دفتر کی کچھ مصروفیات ایسی تھیں کہ....."

"نیور مائنڈ۔" اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "آج ڈنر آپ ہمارے ساتھ کریں گے۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "کیا میں کرنل صاحب سے بات کر سکتا ہوں؟"

"ڈنر کا ٹائم ہمارے ٹائم ٹیبل کے مطابق ٹھیک آٹھ بجے ہوتا ہے۔ وقت کی پابندی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔" جھرنا نے بات کا جواب دینے کے بجائے وقت کی پابندی کا احساس دلا کر رابطہ منقطع کر دیا۔

میں نے رسیور رکھ کر پھر سوچنا شروع کر دیا — جھرنا کو میرا فون نمبر کس طرح معلوم ہوا؟ فون بخاری کی سفارش پر لگا تھا تو کیا بخاری نے جھرنا کو میرے نمبروں سے آگاہ کیا تھا؟ کرنل کے بجائے جھرنا کو فون پر بات کرنے کی ضرورت تھی جبکہ میں نے ان دونوں کے درمیان ہونے والی رسہ کشی کو خاص طور پر محسوس کیا تھا اس کے علاوہ کمال بنرجی نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں اپنے اور اس کے مراسم کا ذکر دفتر کے کسی آدمی سے نہ کروں۔ تو کیا خود کرنل کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ بخاری اور جھرنا ایک دوسرے سے واقف ہیں؟

میرا ذہن الجھ رہا تھا' جب فون کی گھنٹی دوبارہ بجی' اس بار دوسری جانب سے بخاری کی آواز سنائی دی۔

aazzamm@yahoo.com

"فون مبارک ہو۔" اس کے لہجے میں بڑائی کا احساس جھلک رہا تھا۔

"میں آپ کے تعلق کا قائل ہو گیا۔" میں نے سنبھل کر کہا۔ "فون کی سہولت فراہم کرنے کا بہت بہت شکریہ۔"

"تم نے ابھی بخاری کو پہچانا نہیں۔" اس نے پھر مغرور انداز اختیار کیا۔ "ایک بار مجھ سے پوری طرح واقف ہو جاؤ گے تو پھر تمام زندگی کسی دوسری طرف نظر اٹھانے کی غلطی نہیں کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمہیں کسی اور نے بھی فون کیا تھا؟" بخاری کے اگلے سوال پر میں چونکا' اس کا لب و لہجہ چغلی کھا رہا تھا کہ اسے جھرنا کا علم ہو چکا ہے' گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا' جھرنا اور بخاری ایک دوسرے سے ضرورت واقف تھے۔ نہ ہوتے تو بخاری کو خاص طور پر وہ سوال کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہ آتی؟ میں ابھی ذہنی جمناسٹک کرنے میں مصروف تھا کہ بخاری نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں محسوس کر سکتا ہوں کہ اس وقت تمہارے دل و دماغ میں کیا کھلبلی مچی ہو گی لیکن میرا خیال ہے کہ تم بلاوجہ حیران ہو رہے ہو' میں تمہاری مشکل حل کئے دیتا ہوں ..... جھرنا کمال کو تمہارا نمبر میں نے ہی دیا تھا۔"

"تم اسے کس طرح جانتے ہو؟" میں نے غیر اختیاری طور پر پوچھ لیا۔

"صرف میں ہی نہیں' آفیسرز کلب میں آنے والے آدھے سے زیادہ ممبران جھرنا کو بہت قریب سے جانتے ہیں۔" اس بار بخاری کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "کیا تم اسے دیکھ کر اس کے رکھ رکھاؤ سے متاثر نہیں ہوئے تھے؟"

"میری اس کی ملاقات اتفاقیہ ہوئی تھی۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "پٹنہ سے روانہ ہوتے وقت میرے ایک بزرگ نے کمال بنرجی کے نام ایک خط دیا تھا' میں اسی سلسلے میں ریٹائرڈ کرنل کی کوٹھی پر گیا تھا' ہماری ملاقات کا وقفہ دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں تھا پھر اس وقت جب میں رخصت ہو رہا تھا تو مسز کمال آ گئی تھیں' ہمارا تعارف رسمی طور پر ہوا پھر میں واپس آ گیا تھا۔"

"کیا تم اسے مسز کمال کہنا پسند کرو گے؟"

"کیا مطلب؟" میں کسمسا کر رہ گیا۔

"تم نے ان دونوں کی عمروں کا فرق محسوس نہیں کیا یا جان بوجھ کر معصوم بننے کی کوشش کر رہے ہو؟" بخاری نے بے تکلفی کا اظہار کیا۔

"اس قسم کی بے جوڑ شادیاں ہمارے معاشرے میں کوئی انوکھی بات نہیں ہیں۔" میں نے سنجیدگی برقرار رکھی۔ "اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"جھرنا نے شاید تمہیں ڈنر پر بلایا ہے؟" بخاری نے پھر مجھے حیران کرنا چاہا۔

"ہاں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "کرنل شاید اپنے دوست کے سلسلے میں مجھ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہو گا۔"

"ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو لیکن میں تمہیں ایک بار پھر مشورہ دوں گا کہ کرنل سے دفتری معمولات کے بارے میں کوئی بات کرنے کی غلطی نہ کرنا۔ ہو سکے تو کرنل کی کوٹھی سے بھی دور دور ہی رہنا۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے پوچھا' بخاری کا تحکمانہ انداز مجھے پسند نہیں آیا تھا۔

"باس کرنل کا نام سننا پسند نہیں کرتا۔" بخاری نے سنجیدگی سے بات جاری رکھی۔ "میں تفصیل نہیں جانتا لیکن تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ باس اور کرنل کے درمیان کوئی پرانی دشمنی ہے۔ تم کو اگر میری بات پر اعتماد نہ ہو تو براہ راست کرنل سے تصدیق کر لینا۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن بخاری نے اپنا جملہ مکمل کر کے لائن کاٹ دی۔

میں نے چائے کا گھونٹ لے کر بخاری کے جملوں پر غور کرنا شروع کیا تو مجھے اس کی باتوں میں وزن محسوس ہوا۔ جھرنا اور کمال بنرجی کی عمروں میں جو فرق تھا وہ کوئی اندھا بھی ٹٹول کر محسوس کر سکتا تھا۔ ایسی صورت میں جھرنا کا اپنے لئے دوسرے مواقع تلاش کرنا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ وہ جوان تھی' خوبصورت تھی' اسے بھی دوسروں کی طرح تفریحات میں دلچسپی لینے کا حق حاصل تھا' آفیسرز کلب میں جا کر وہ تنہا تو وقت نہیں گزار سکتی تھی اس کے دو چار واقف کار بھی ضرور ہوں گے' ان واقف کاروں کی وجہ سے رقیبوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہو گی لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بدکردار بھی ہو گی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ایک سوال بہرحال میرے ذہن میں بار بار کلبلا رہا تھا کہ عمروں کے واضح فرق کے باوجود وہ کون سی ایسی مجبوری درپیش تھی جس نے ان دونوں کو ایک دوسرے کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا تھا؟

aazzamm@yahoo.com

چائے پینے کے بعد میں اپارٹمنٹ سے نکل کر باہر آ گیا۔ ڈھاکہ کا موسم عام طور پر انگڑائیاں لیتا رہتا ہے' ابھی دھوپ نکلی ہوئی ہے کہ اچانک بادلوں کی ٹکڑیاں گھر کر آئیں اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ مقامی لوگ اس کے عادی تھے اور لطف اندوز بھی ہوتے تھے مگر میرے لئے دھوپ چھاؤں کا وہ کھیل نیا تھا' بہرحال اُس وقت موسم نکھرا نکھرا تھا' بازار میں خاصی چہل بھی تھی' میں محض کچھ دیر ٹہلنے کے ارادے سے نکلا تھا' بازار سے دو ایک چیزیں یونہی خرید لیں پھر تقریباً ایک گھنٹہ تک چہل قدمی کرنے کے بعد واپس لوٹ رہا تھا کہ اچانک ایک موڑ پر سروش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مجھے جس روز سے بخاری کے ساتھ اٹیچ کیا گیا تھا سروش کے رویے میں نمایاں تبدیلی آ گئی تھی' وہ مجھ سے نہ جانے کیوں کھنچا کھنچا رہنے لگا تھا۔ میں اس کا ذکر پہلے بھی کر چکا ہوں' چنانچہ میرا خیال تھا کہ اس وقت بھی مجھ سے کترا کر گزر جائے گا لیکن وہ میرے سلام کا جواب دینے کے بعد گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر بولا۔

"آپ یہاں کہاں؟"

"قریب ہی ایک اپارٹمنٹ میں رہتا ہوں۔" میں نے اسے پتہ بتاتے ہوئے کہا۔ "اس وقت یوں ہی ذرا گھوم پھر کر بازار کا جائزہ لے رہا تھا۔"

"ڈھاکہ پسند آیا؟"

"ابھی تو ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اتنی جلدی کیا رائے قائم کر سکتا ہوں۔"

"اور کیسی گزر رہی ہے؟" سروش نے دبی آواز میں پوچھا' میں سمجھ گیا کہ وہ بخاری کے سلسلے میں کریدنا چاہتا تھا۔

"مجھے آپ سے ایک شکایت ہے۔" میں نے لوہا گرم دیکھ کر کہا۔ "اس روز کانفرنس روم سے باہر آنے کے بعد آپ نے مجھے پہچاننے میں کچھ تکلف سے کام لیا تھا۔"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن اس کی کچھ وجہ بھی تھی۔"

"کیا مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد ہو گئی تھی؟" میں نے اپنائیت کا اظہار کیا تو وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

"مجھے آپ کے بارے میں کچھ زیادہ علم نہیں ہے مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آپ ایک ایماندار اور بااصول آفیسر ہیں۔"

"اس کا اندازہ کیسے ہوا آپ کو؟"

"آپ کی پرسنل فائل دیکھ کر۔"

"اوہ....." میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر مسکرا کر بولا۔ "ایماندار ہونا کوئی ایسا جرم بھی نہیں ہے کہ لوگ خوشی کا اظہار کر کے کترانے لگیں۔" میں نے اسے پہلی ملاقات کی بات یاد دلائی تو وہ مجھے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ مجھ پر کس حد تک اعتماد کر سکتا ہے۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "مسٹر سروش! میں آپ کو ایک بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں ..... مجھے مسٹر بخاری کے ساتھ ضرور اٹیچ کر دیا گیا ہے لیکن شاید میں وہ رنگ کبھی قبول نہ کر سکوں جس میں وہ مجھے رنگنا چاہتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں؟" سروش نے مجھے غیر یقینی نظروں سے دیکھا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ ضرورت سے زیادہ محتاط رہنے کے عادی ہیں' آپ جس کرسی پر ہیں اس کا تقاضہ بھی یہی ہے لیکن میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ ایمانداری کا دامن نہیں چھوڑوں گا' خواہ میرا تبادلہ کتنی ہی خراب جگہ کیوں نہ کر دیا جائے۔"

"یہ آپ کا ذاتی فیصلہ ہو گا مگر یہاں کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں کوئی مقامی آفیسر بھی جانا پسند نہیں کرتا۔" سروش نے بھی وہی بات کہی جو مجھے بخاری نے مجھے پہلی ملاقات میں غالباً خوفزدہ کرنے کی خاطر بتائی تھی۔

"اس کا بھی ایک حل ہے میرے پاس۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"وہ کیا؟"

"میں ملازمت سے استعفیٰ دے دوں گا' کچھ عرصے دھکے کھاؤں گا پھر کہیں نہ کہیں....."

"کیا آپ اس بات کا اظہار بخاری پر کر چکے ہیں؟" اس نے میری بات کاٹ کر پوچھا۔

"ابھی اس کی نوبت نہیں آئی۔"

"میں آپ کو اس کا مشورہ بھی نہیں دوں گا۔" سروش نے دائیں بائیں دیکھ کر مدھم لہجے میں کہا۔ "جو لوگ خطرناک اور انڈر گراؤنڈ مافیا سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس بات کو کسی قیمت پر پسند نہیں کرتے کہ ان کا کوئی شکار ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔"

aazzamm@yahoo.com

"ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو لیکن میں اتنا کمزور شکار بھی نہیں ہوں کہ کوئی زبردستی میرے بال و پر نوچنے کی کوشش کرے اور میں پھڑپھڑا بھی نہ سکوں۔"

"آپ کو ابھی شاید اندازہ نہیں ہے کہ ان کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔" سروش نے دوستانہ لہجے میں کہا۔ "میں آپ سے پھر کسی مناسب موقع پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا مگر میری درخواست ہے کہ آپ فی الحال اپنے دل کا بھید اپنی ذات تک ہی محدود رکھیں' اسی میں آپ کی بہتری ہے۔"

سروش میرا پتہ اور فون نمبر معلوم کر کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے نکل گیا۔ اس کی باتیں میرے لئے پریشان کن تھیں' جس انداز میں اس نے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی ایسی سازش سے ضرور واقف تھا جس میں مجھے ملوث کرنے کی باقاعدہ پلاننگ پہلے سے تیار کی گئی تھی۔ بخاری کی باتوں سے بھی مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ وہ ہر قیمت پر مجھے اپنے سانچوں میں ڈھالنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا' وہ جو جال بُن رہا تھا اس میں رحم الدین کی مرضی بھی ضرور شامل رہی ہو گی۔

میں سروش کے جانے کے بعد کچھ دیر گم صم کھڑا خلا میں گھورتا رہا پھر اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آ گیا۔ حالات جس انداز میں کروٹیں بدل رہے تھے میں ان کا عادی نہیں تھا اس لئے میری پریشانی حق بجانب تھی۔ ایک لمحہ کو میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ کسی کو اپنے بارے میں اطلاع دیئے بغیر خاموشی سے پٹنہ واپس چلا جاؤں اور ایسی ملازمت کو ہمیشہ کے لئے لات مار دوں جس میں قدم قدم پر مجھے ذہنی کوفت اور دشواریاں پیش آ رہی تھیں لیکن پھر میں نے اپنا خیال ترک کر دیا۔ میں بزدلی کا ثبوت دے کر فرار نہیں ہونا چاہتا تھا' میرے آگے پیچھے کوئی رونے والا بھی نہیں تھا جس کی فکر میرے پیر کی بیڑی بنتی چنانچہ میں نے طے کر لیا کہ جو حالات بھی پیش آئیں گے ان کا مردانہ وار مقابلہ کروں گا خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔

میں نے تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور کچھ دیر آرام کرنے کے ارادے سے بستر پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں جلیل کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ وہ مجھے سات بجے ہوشیار کر دے۔

ٹھیک سوا سات بجے میں گھر سے تیار ہو کر نکلا' بنرجی کی کوٹھی بیس منٹ کے فاصلے پر تھی' چوکیدار کو میری آمد کی اطلاع پہلے سے تھی اس لئے مجھے انتظار نہیں کرنا پڑا' ملازم نے مجھے ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا۔ میرا ذہن اس وقت بھی تیزی سے کام کر رہا تھا' بخاری کو معلوم ہو چکا تھا کہ مجھے بنرجی کی کوٹھی پر بلایا گیا ہے۔ اس نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی مگر یہ بھی صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ میں آئندہ بنرجی سے دور رہنے کی کوشش کروں' میں سروش کی باتوں پر بھی غور کر رہا تھا' اس کی اطلاع کے مطابق بخاری کا تعلق انڈر گراؤنڈ مافیا سے بھی تھا' اس نے واضح طور پر رحیم الدین کا نام نہیں لیا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ اس شیطان صفت آدمی کی جڑیں بھی اندر ہی اندر دور تک پھیلی ہوں گی۔

☆======☆======☆

Scanned By:
Azam & Ali
aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

aazzamm@yahoo.com

میں ان تمام حالات کی روشنی میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہا تھا کہ بنرجی کو حالات سے باخبر کروں یا خاموش رہوں۔ بخاری نے یہ بھی کہا تھا کہ بنرجی اور رحیم الدین کسی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن ہیں' ایسی صورت میں اگر بنرجی میری حمایت میں کوئی قدم اٹھاتے تو میرے مخالفین کی دشمنی اور بڑھ جاتی۔ مجھے ابھی ڈھاکہ میں قدم رکھے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے تھے' دفتری معاملات بھی پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے تھے' میرے دشمنوں کے ہاتھ بہت لمبے تھے' کمال بنرجی کی حمایت مجھے مہنگی بھی پڑ سکتی تھی' بخاری اور رحیم کو خبر مل جاتی تو وہ زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ میں نے بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ کر لیا کہ جب تک بخاری اور رحیم الدین کی چالیں کھل کر میری سمجھ میں نہ آ جائیں میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔

میں ڈرائنگ روم میں بیٹھا اپنے خیالات میں مستغرق تھا کہ خوشبو کا ایک معطر جھونکا میرے وجود پر طاری ساری کسلمندی کو دور کر گیا۔ میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا' جھرنا اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ پہلے روز کے مقابلے میں آج وہ زیادہ حسین قیامت نظر آ رہی تھی۔ میں احتراماً اٹھ کھڑا ہوا' وہ دوسروں کے لئے کچھ بھی سہی لیکن میرے لئے بنرجی کی بیوی تھی اور بنرجی وہ واحد شخص تھا میں ڈھاکہ میں جس پر انحصار کر سکتا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کو کچھ دیر انتظار کی زحمت سے دوچار ہونا پڑا۔" جھرنا نے مسکرا کر کہا پھر بڑی تمکنت سے قدم اٹھاتی میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی' اس کی ایک ایک ادا قیامت تھی' اس کی آواز کا ترنم' اس کے بل کھا کر چلنے کا دلفریب انداز' ناگن کی طرح بل کھاتی سیاہ اور دراز زلفیں جو اس کے شانوں پر مچل رہی تھیں' اس کے وجود سے پھوٹتی ہوئی سوندھی سوندھی مہک' اس کی آنکھوں کی مستی' اس کے مخروطی ہونٹوں کا گداز' اس کے گالوں پر پھوٹتی ہوئی شفق جیسی سرخی۔ میں ایک لمحے کو اس کے

حسن کے سحر میں ڈوب گیا پھر اس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ وقت کے پابندی ہیں۔" وہ میری آنکھوں میں دور تک جھانکتے ہوئے بولی۔ "ایسے لوگ مجھے سخت ناپسند ہیں جو وقت کی پابندی نہیں کرتے' آپ کا کیا خیال ہے؟"

"جی....." میں نے کسمسا کر جواب دیا۔ "جی ہاں' میں آپ کے خیال سے متفق ہوں۔"

"ملازم کھانے لگا رہا ہے۔" وہ میری بوکھلاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے شوخی سے بولی۔ "آپ کو زیادہ بھوک تو نہیں لگی؟"

"جی نہیں۔" میں نے پھر مختصراً جواب دیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ کرنل سے آج آپ کی ملاقات نہیں ہو سکے گی۔" اس نے پہلو بدل کر اپنی بات جاری رکھی۔ "ان کے ایک دوست کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے اس لئے مجبوراً انہیں وہاں جانا پڑا۔ مجھے بھی ایک سوشل میٹنگ میں جانا تھا لیکن کرنل نے مجھے پابند کیا کہ ان کی غیر موجودگی میں مَیں آپ کا خیال رکھوں۔"

"سوری ..... میری وجہ سے آپ کا پروگرام بھی خراب ہوا۔" میں نے اخلاقی طور پر یہ جملہ کہنا ضروری سمجھا۔

"کرنل بتا رہے تھے کہ آپ آبکاری کے محکمے میں ہیں؟" اس نے شانِ بے نیازی سے سوال کیا۔

"جی ہاں۔" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"آپ کو فی الحال غالباً مسٹر بخاری کے ساتھ انڈر ٹریننگ رکھا گیا ہے؟"

"آپ جانتی ہیں انسپکٹر بخاری کو؟" میں غیر اختیاری طور پر سوال کر بیٹھا۔

"تھوڑی بہت واقفیت ہے۔" اس نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا پھر مجھے بھرپور نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ایک بات کہوں اگر ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں آپ کی کسی بات کا بُرا مناؤں گا؟"

"کرنل نے مجھے بتایا تھا کہ آپ بہت ایماندار' نیک اور معصوم آدمی ہیں۔" اس نے زیر لب مسکرا کر کہا پھر مجھے قاتل نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "میری ذاتی رائے بھی کرنل کی فراہم کردہ معلومات سے ملتی جلتی ہے۔"

جھرنا نے اس قدر بے باکی سے اپنی رائے کا اظہار کیا کہ میں سٹپٹا کر رہ گیا' وہ مجھے

aazzamm@yahoo.com

اس انداز میں دیکھ رہی تھی کہ جیسے کوئی ماہر نفسیات اپنے کسی مریض کے مرض کی تشخیص میں محو ہو' میں جواب میں کچھ کہنے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ ملازم نے آ کر ڈنر تیار ہونے کی اطلاع دی' جھرنا نے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا پھر صوفے سے اٹھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"تشریف لائیے' باقی گفتگو کھانے کے دوران ہو گی۔"

میں جھرنا کی رہنمائی میں ڈائننگ روم میں داخل ہوا تو وہاں کے خوابناک ماحول کو دیکھ کر ایسا ہی لگا جیسے کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے وی آئی پی روم میں آ گیا ہوں' شیشے کی گول میز پر صرف چار کرسیاں موجود تھیں' میز پر ڈشیں پہلے سے تیار تھیں لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہاں سرو کرنے کے لئے کوئی ملازم نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں جھرنا کے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"یہ میرا ذاتی ڈائننگ روم ہے جہاں صرف مخصوص لوگوں کی خاطر مدارات کی جاتی ہے۔"

"لیکن میں تو کوئی خاص آدمی نہیں ہوں۔" میں نے سنبھل کر کہا۔

"میں آپ کی بات تسلیم نہیں کر سکتی۔" اس نے پہلی بار قدرے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کرنل بہت مغرور اور الگ تھلگ رہنے کے عادی ہیں' ان کے ملنے جلنے والوں میں عام حیثیت کے آدمی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔"

"میں اس کا اندازہ لگا سکتا ہوں۔" میں نے اس بار جھرنا کے سراپا پر ایک نظر ڈال کر قدرے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تو اس کے حسین چہرے پر ایک لمحے کو نفرت اور حقارت کا ملا جلا تاثر ابھرا پھر اس نے خود پر قابو پانے میں بھی دیر نہیں لگائی اور میز پر رکھی ڈشوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

کھانے کے دوران ہمارے درمیان اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں' وہ مجھے اصرار کر کر کے ایک ایک چیز کھلا رہی تھی' کھانے کے دوران وہ کسی مشروب کے گلاس کو اٹھا کر بار بار اپنے گلابی ہونٹوں سے لگا لیتی' میں نے اس کی پیروی میں اپنا گلاس اٹھا کر ایک دو گھونٹ لئے' وہ انناس اور کسی تلخ فروٹ کا کاک ٹیل لگ رہا تھا جسے میں پہلی بار استعمال کر رہا تھا۔

"مسٹر آذر!" اس نے باتیں کرتے کرتے اچانک میری طرف دیکھ کر سپاٹ آواز

میں پوچھا۔ "کیا آپ مجھے اپنی عمر بتانا پسند کریں گے؟"

میں اس اچانک سوال پر گڑبڑا گیا' گلاس اٹھا کر ایک لمبا گھونٹ لے کر بولا۔ "چھبیس ستائیس سال۔"

"میری عمر کے بارے میں آپ کا کیا اندازہ ہے؟"

"جی ..... میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا' اس کے خوبصورت وجود میں کسی کرب کی آمیزش اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

"کرنل کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہے۔" اس نے تلخ انداز میں کہا۔ "میری عمر اس سے آدھی بھی نہیں ہے لیکن میں کرنل کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہوں' بالکل اس طرح مسٹر آذر جس طرح آپ کو آپ کی فطرت اور مرضی کے خلاف بخاری جیسے ناپسندیدہ آفیسر کے ساتھ اٹیچ کر دیا گیا ہے۔"

جھرنا کا جملہ میرے دل و دماغ پر کسی بم کی طرح پھٹا' وہ ایک ہی جملے میں بڑی لمبی کہانی بیان کر گئی تھی' میں اس کی نجی زندگی سے قطعی ناواقف تھا' مجھے یہ بھی مطلق علم نہیں تھا کہ اس کی اور کرنل کی شادی کس مجبوری کا نتیجہ تھی لیکن اس نے جس انداز میں میری اور اپنی مثال پیش کی تھی اس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"آپ بخاری کو اتنا نہیں جانتے جتنا میں جانتی ہوں' اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو ایک دن بھی اس کے ساتھ نہ رہنے دیتی لیکن....." وہ کچھ کہتے کہتے یکلخت خاموش ہو گئی۔

"لیکن کیا؟" میں نے دبی زبان میں دریافت کیا۔

"میں جانتی ہوں کہ جس طرح میں کرنل کی زندگی سے فرار حاصل نہیں کر سکتی بالکل اس طرح آپ کو بھی بخاری کی ایک ایک ناپسندیدہ حرکتوں کو بھگتنا ہو گا' اس کی ہر جائز اور ناجائز خواہشات کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا۔" جھرنا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں اگر یہ کہوں کہ میں اور آپ ایک ہی کشتی کے دو سوار ہیں تو شاید غلط نہیں ہو گا۔"

"میں آپ کی ذاتی زندگی اور معاملات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اس لئے کچھ کہنے سے معذور ہوں لیکن مجھے اپنی ذات پر مکمل اختیار ہے۔" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "بخاری بھی میری طرح ایک انسپکٹر ہی ہے' میرا آفیسر نہیں ہے جو اس کے

aazzamm@yahoo.com

حکم پر چلنے پر مجبور ہو سکوں اور....." اچانک میرے ذہن میں سروش کے جملے ابھرے تو میں محتاط ہو گیا' بڑی خوبصورتی سے بات بنا کر بولا۔ "ویسے قبل از وقت کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی' میں دیکھوں گا کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔"

"اگر حالات آپ کے حق میں ناسازگار ثابت ہوئے تو؟" جھرنا نے مجھے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"تو ..... تو ..... تو دیکھا جائے گا۔" میں نے اسے پھر ٹالنا چاہا' مسکرا کر اطمینان سے بولا۔ "اتنی جلدی کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور ..... یہ بھی ممکن ہے کہ مسٹر بخاری کے لئے جو باتیں مشہور کر دی گئی ہیں وہ ان کے دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوں۔ ان میں صداقت کم اور جھوٹ کی آمیزش زیادہ ہو۔"

"آپ شاید مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" جھرنا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے اعتماد سے کہا۔ "لیکن میں جانتی ہوں کہ کرنل اور بخاری کی ذات سے میرا اور آپ کا چھٹکارہ ایک معجزہ ہو گا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کرنل صاحب سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

میرا سوال سن کر اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا' وہ بڑی نفرت سے بولی۔ "میں کرنل سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوئی' اس نے مجھے جس پنجرے میں قید کرنے کی کوشش کی تھی میں نے اس کی ساری تیلیاں جلا کر رکھ کر دی ہیں۔"

"لیکن ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ....."

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" وہ میری بات کاٹ کر بولی۔ "میری اور کرنل کی شادی ایک مجبوری کا سودا تھی جسے ہم دونوں نبھانے پر مجبور ہیں لیکن میں اس کی غلام کبھی نہیں رہی۔ یہ اور بات ہے کہ ہم دونوں آخری دم تک ایک دوسرے کے وجود سے علیحدہ نہیں ہو سکتے' میں اس کوٹھی میں قید ہونے کے باوجود اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' جھرنا کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں' وہ مجھے نفسیاتی مریضہ لگ رہی تھی۔

"جس طرح ہر شخص کو سر چھپانے اور رات گزارنے کی خاطر ایک جگہ درکار ہوتی ہے اسی طرح میں بھی اس کوٹھی کی چھت کے نیچے بسیرا کرنے پر مجبور ہوں ..... کرنل

بھی کوئی خوشگوار زندگی نہیں گزار رہا ہے' میں نے اکثر محسوس کیا ہے وہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بہانے تلاش کرتا ہے لیکن میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی' شاید اس لئے کہ مجھے کرنل کی صورت میں ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔" اس کے لہجے میں دنیا جہان کی تلخیاں سمٹ آئی تھیں پھر وہ یکلخت کچھ سوچ کر بولی۔ "آئی ایم سوری' مجھے شاید اس وقت آپ سے اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئے تھیں۔"

اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر دوبارہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں رقص کرنے لگیں' میں نے محسوس کیا کہ وہ خود پر قابو پانے کی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مالک تھی۔ ایک لمحہ قبل وہ کرنل کا ذکر کرتے وقت کسی زہریلی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی اور اب دوبارہ بڑے چاؤ سے مجھے کھانا کھلانے میں مصروف ہو گئی تھی۔ بہت تکلفی سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔

کھانے کے بعد ہم دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ گئے' میں نے جو مشروب پیا تھا اس نے میرے ذہن کو بوجھل بوجھل سا کر دیا تھا۔ نیند کا ہلکا ہلکا خمار بھی طاری ہو رہا تھا۔ میں نے ایک دو بار واپسی کی اجازت چاہی' کرنل کی غیر موجودگی میں میرا وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں تھا' یہ بھی ممکن تھا کہ بخاری یا رحیم الدین کا کوئی خفیہ آدمی میری جاسوسی میں لگا ہو' میں جھرنا کی باتوں سے بچنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے جانے کی اجازت نہیں دی' بار بار یہی کہتی رہی کہ شاید کرنل واپس آ جائے اور آپ کی ملاقات ہو جائے۔ میں بھی یہ سوچ کر اس کی بات مان گیا کہ اگر کرنل سے ملاقات ہو گئی تو دوبارہ آنے کی زحمت سے بچ جاؤں گا لیکن وقت جیسے جیسے گزرتا جا رہا تھا میرے ذہن پر طاری ہونے والی غنودگی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ کرنل کے آنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔" جھرنا نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا پھر صوفے سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "لیکن جانے سے پیشتر میں آپ کو اپنی کچھ پینٹنگز (Paintings) ضرور دکھاؤں گی۔"

"کیا آپ کو مصوری سے بھی کچھ لگاؤ ہے؟" میں نے پوچھا اور خود کو سنبھالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے نہیں ..... کرنل کو۔" اس نے کچھ عجیب انداز میں کہا۔ "وہ اب صرف خوبصورت چیزوں کو کینوس پر منتقل کر کے ہی اپنے شوق کی تسکین کر سکتا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

میں جھرنا کے جملے کا مفہوم نہ سمجھ سکا' وہ بڑی بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھام کر کوٹھی کے نچلے حصے میں لے گئی' میرا ذہن نیند سے بوجھل ہو رہا تھا لیکن وہ مجھے جس کمرے کا قفل کھول کر اندر لے گئی وہاں قدم رکھتے ہی اس کی باتوں کا جیتا جاگتا مفہوم میری نگاہوں کے سامنے رقص کرنے لگا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے جھرنا کی ان عریاں اور مختلف پوز میں بنی ہوئی پینٹنگز کو دیکھنے لگا جو کسی طور بھی تہذیب کے دائرے میں شمار نہیں کی جا سکتی تھیں۔ کمرے میں چاروں طرف خوبصورت فریموں میں اسی قسم کی اخلاق سوز تصویریں آویزاں تھیں۔

میرے ذہن پر طاری نشہ دو آتشہ ہونے لگا' مجھے ایسا لگا جیسے میں کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہوں جس کا ایک ایک منظر بڑا ہیجان انگیز تھا۔ میرے جسم پر بے شمار چیونٹیاں رینگنے لگیں' میرے جذبات کو بچھو ڈنک مارنے لگے' ان گنت کن کھجورے میرے وجود پر سرسرانے لگے' میں عجیب کیفیتوں سے دوچار تھا' مجھے حیرت تھی کہ جھرنا کو میرے سامنے کرنل کے اس بے ہودہ شوق کی نمائش کی کیا ضرورت تھی؟ میرے تنفس کی رفتار ڈانواں ڈول ہو رہی تھی' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جھرنا سے کس طرح نظریں چار کروں گا۔

"مسٹر آذر!" میرے کانوں میں جھرنا کی آواز ابھری۔ "کیا صرف بے جان تصویروں سے دل بہلاتے رہو گے؟"

میں چونک کر پلٹا' میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جھرنا لباس کی قید سے آزاد میری طرف بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی' اس کی نگاہوں میں ابھی تک شبِ وصال کی تشنگی تیر رہی تھی' میرے حلق میں کانٹے چبھنے لگے' میرا وجود کسی طوفان کی زد میں آئے ہوئے کمزور درخت کی مانند لڑکھڑانے لگا' اس کے بعد جو کچھ ہوا اس میں میرے ارادے سے زیادہ جھرنا کی بپھری ہوئی خواہشات کا دخل تھا۔ میں وقت' ماحول اور حالات کے منجدھار میں ڈوبتا چلا گیا۔

ڈوب کر ابھرا تو مجھے اپنے آپ سے نفرت محسوس ہونے لگی' میں غلاظت کے جس دلدل میں سر تا پا لتھڑ چکا تھا اس کے داغ مٹانا میرے لئے آسان نہیں تھا' میں کتنی دیر کیف و مستی سے دوچار رہا' مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن ہوش میں آنے کے بعد میں ندامتوں کے بوجھ تلے دبا سسک رہا تھا' جو غلطی سرزد ہو چکی تھی اس کی تلافی ممکن نہیں

تھی' میری شرافت اور پاکیزگی کا بھرم خاک میں مل چکا تھا' میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے' میں جن بیہودہ تصویروں کو دیکھ کر بہکا تھا اب وہ میری کم ہمتی پر مسکراتی محسوس ہو رہی تھیں' میرے دماغ میں غنودگی کے بادل اب بھی منڈلا رہے تھے' معاً ایک خیال میرے ذہن میں تیزی سے ابھرا۔ "انناس کے جوس میں شاید کوئی نشہ آور چیز ایسی ضرور شامل تھی جس نے میرے حواس کو معطل کر دیا تھا۔" اس خیال کے آتے ہی میں کانپ اٹھا۔ ہرچند کہ میں اس حرام شے کی جوس میں ملاوٹ سے ناواقف تھا لیکن یہ احساس ہی میرے لئے موت کی اذیت سے کم نہیں تھا کہ شراب میرے خون میں شامل ہو چکی تھی۔

اچانک میرے ذہن میں وہ جملے صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگے جو خواب میں جوگی سیتارام نے کہے تھے' اس نے بڑے یقین سے کہا تھا۔ "تیرا دھرم بھرشٹ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ تیرے دھرم کرم کے دعوے بھی دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔" اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وقت اگر میرے ہاتھوں سے پھسل کر نکل گیا تو پھر پچھتاووں کے سوا کچھ باقی نہیں بچے گا' اس نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا' زندگی کی شاہراہ پر میرے قدم رپٹ چکے تھے' میں اوندھے منہ گرا تھا' میرا ضمیر لہولہان ہو چکا تھا۔

میں نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی' جو تیر کمان سے نکل چکا تھا واپس نہیں ہو سکتا تھا' جو کچھ ہوا وہ بے دھیانی میں ہوا' شراب کے نشے نے میری خوداعتمادی کی دھجیاں اڑا دی تھیں' میں نے نظریں اٹھائیں' جھرنا میرے سامنے ایک نئے لباس میں نکھری کھڑی تھی' اس کے گداز ہونٹوں پر بڑی معنی خیز اور فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی' میں نے اس بے حیا کی طرف سے منہ پھیرنے کی کوشش کی تو اس نے بڑے تکبر سے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں کرنل سے خوفزدہ نہیں ہوں' اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی ہوں' جو چیز مجھے اچھی لگتی ہے میں اسے حاصل کرنے میں دیر نہیں کرتی' تم بھی مجھے پہلی ملاقات میں اچھے لگے تھے اور آج میں نے تمہیں حاصل کر لیا۔"

"اگر کرنل کو....." میں نے کمزور آواز میں اسے حالات کی سنگینی کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

"جہنم میں گیا کرنل۔" اس نے نفرت سے کہا پھر اپنی زلفوں کو سر کے جھٹکے سے پشت کی جانب اچھالتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے بولی۔ "میں نے تم سے غلط بیانی کی تھی۔

aazzamm@yahoo.com

کرنل کسی دوست کی موت میں شرکت کرنے نہیں گیا ہے۔ وہ اپنے بوڑھے اور کھوسٹ دوستوں کے ساتھ اس وقت سندربن کے علاقے میں کسی شکار کے پیچھے بھٹک رہا ہو گا۔ شکار مل جانے کے بعد بھی اس کا نشانہ غلط ہو سکتا ہے لیکن میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔"

"انناس کے جوس میں کیا ملا تھا؟" میں نے شکست لہجے میں سوال کیا۔

"میری فتح اور تمہاری شکست۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا پھر گداز ہونٹوں پر ایک جاندار تبسم بکھیر کر بولی۔ "میں جس سنگ میل کو عبور کر لیتی ہوں اس کی جانب پلٹ کر دیکھنا میری فطرت کے خلاف ہے لیکن تم اگر چاہو تو ہماری دوستی برقرار رہ سکتی ہے۔"

"کیا کرنل کو علم ہے کہ....."

"وہ اندھا نہیں ہے۔" جھرنا کے تیور یکلخت خراب ہو گئے' کسی زخمی شیرنی کی طرح بپھری ہوئی آواز میں بولی۔ "اس نے میرے ساتھ جو دھوکا کیا تھا اس کی سزا اسے زندگی کے آخری سانسوں تک ملتی رہے گی۔" اس نے ہونٹ چباتے ہوئے بات جاری رکھی۔ "کبھی میں سب سے زیادہ مہنگی ماڈل ہوا کرتی تھی' کرنل سے میری پہلی ملاقات ایک فیشن شو میں ہوئی تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اسے مصوری کا شوق جنون کی حد تک ہے' اس نے مجھے اپنی اسٹڈی کے لئے وقت دینے کی درخواست کی' مجھے اس کی مالی حالت کا اندازہ تھا' میں نے ایک گھنٹے کے عوض اس سے ایک بھاری رقم کا مطالبہ کیا۔ میرا خیال تھا ماڈل اسٹڈی کے لئے کوئی مصور اتنی بڑی رقم دینے پر آمادہ نہیں ہو گا لیکن کرنل نے مول بھاؤ نہیں کیا' میرا معاوضہ قبول کر لیا مگر اس نے پہلے ہی روز میرے ساتھ دھوکا کیا' مجھ سے میری پاکیزگی چھین لی' میں اس کی کوٹھی میں اس کے رحم و کرم پر تھی لیکن میں نے اسی دن طے کر لیا تھا کہ کرنل کو تمام زندگی سسکا سسکا کر ماروں گی' اس سے ایسا انتقام لوں گی کہ مرنے کے بعد بھی اسے قبر میں چین نہ ملے اور ..... اور میں بالآخر کامیاب ہو گئی۔" وہ ایک توقف کو خاموش ہوئی پھر اپنی عریاں قد آدم تصاویر کی طرف دیکھ کر بولی۔ "تم یہاں میری جتنی تصویریں دیکھ رہے ہو کرنل کی اس سے زیادہ گھناؤنی تصاویر میرے قبضے میں ہیں۔ وہ میرے ساتھ شادی کرنے پر مجبور تھا' انکار کرتا تو معاشرے میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا لیکن وہ سمجھدار آدمی ہے' حالات سے سمجھوتا کرنا اس کی

مجبوری تھی۔ اب وہ گھٹ گھٹ کر مر رہا ہے اور میں اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی ہوں۔"

جھرنا مجھے اپنی اور کرنل کی جو روداد سنا رہی تھی اس میں وہ کہاں تک حق بجانب تھی اور کرنل کس حد تک قصوروار تھا' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی مگر میں بہرحال ایک خوبصورت ناگن کے اندھے انتقام کا شکار ہو چکا تھا۔ میں جانے کے ارادے سے کمرے سے نکل کر اوپر آیا تو وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آئی۔ میں رخصت ہونے لگا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"تمہیں ایک دوستانہ مشورہ دے رہی ہوں' بخاری کی کسی بات سے انکار مت کرنا' وہ بڑا خطرناک اور سازشی طبیعت کا مالک ہے۔ تم ابھی اناڑی ہو اس کی چالوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔"

"آپ کے مشورے کا شکریہ۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ وہ میرے طنز کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے بولی۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ اس وقت میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی لیکن اگر کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھے یاد کر لینا' شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔"

میں جواب دینے کے بجائے تیز تیز قدم اٹھاتا کوٹھی سے باہر آ گیا۔ جو طوفان آ کر گزر چکا تھا اس کے بارے میں سوچنا فضول تھا لیکن ایک تلخ تجربے سے گزرنے کے بعد میں نے دوبارہ پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ راستے بھر میں اپنے مستقبل کے لئے منصوبے بناتا رہا' میں نے طے کر لیا تھا کہ اب دوبارہ کبھی کرنل کی کوٹھی کی سمت رخ نہیں کروں گا۔ بخاری کے ضمن میں بھی میں نے محتاط رویہ اختیار کرنے کی ٹھان لی تھی لیکن کل کیا ہونے والا ہے' یہ کوئی نہیں جان سکتا۔ ہاتھ میں قسمت کی لکیروں کا جال ضرور ہوتا ہے لیکن اس کی باریکیوں کو بڑے بڑے ماہر دست شناس بھی نہیں سمجھ سکتے' کہیں نہ کہیں کوئی سقم ضرور رہ جاتا ہے۔ میری قسمت میں کیا لکھا تھا؟ آگے چل کر کیا حالات پیش آنے والے تھے؟ میں بھی ان سب سے بے خبر ہی تھا۔

☆------☆------☆

دوسرے روز میں دفتر گیا تو میرے دل میں ایک خیال رہ رہ کر سر ابھار رہا تھا—— اگر جھرنا اور بخاری کے درمیان گہرے تعلقات تھے تو پھر ممکن ہے بخاری کو بھی اس بات کا

aazzamm@yahoo.com

علم ہو چکا ہو کہ میں اپنی سطح سے گر چکا ہوں — ایک شبہ یہ بھی میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا کہ عین ممکن ہے کہ بخاری کی ایما پر ہی جھرنا نے مجھے شکار کرنے کا پروگرام مرتب کیا ہو۔ فون لگنے کے بعد جھرنا کی پہلی کال آنا' اسے مجھے کرنل کی طرف سے کھانے پر مدعو کرنا اور خاص طور پر جوس میں نشہ آور چیز پلانا' یہ تمام باتیں میرے شبہے کی تصدیق کر رہی تھیں کہ جو کچھ ہوا اس میں کسی نہ کسی زاویے سے جھرنا اور بخاری کی ملی بھگت شامل ہے' مجھے رخصت کرتے وقت اس نے کہا بھی تھا کہ "بخاری کی کسی بات سے انکار مت کرنا۔"

جھرنا سے پیشتر یہ بات مجھے سروش نے بھی دبی زبان میں باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ بخاری کا تعلق انڈر گراؤنڈ مافیا سے بھی ہے' وہ خطرناک لوگ ہیں جو اپنے ہاتھ آئے شکار کو آسانی سے فرار کا موقع نہیں دیتے۔ بہرحال میں نے اپنے آپ کو حالات سے نپٹنے کے لئے پوری طرح تیار کر لیا تھا۔

میں دفتر میں داخل ہوا تو بخاری پہلے سے منتظر تھا۔ اس نے جن معنی خیز نظروں سے میرا استقبال کیا اس نے میرے اس خیال کی تصدیق کر دی کہ اسے جھرنا سے میری ملاقات کا علم ہو چکا ہے لیکن اس نے دفتر میں مجھے کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ دفتری مصروفیات ختم ہونے کے بعد جب میں اس کی کار میں بیٹھ کر علاقے میں گشت کر رہا تھا اس وقت بخاری نے گفتگو کا رخ بدل کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"اپنی پوسٹنگ کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "باس جب مناسب سمجھے گا آرڈر کر دے گا۔"

"تم نئے آدمی ہو' ابھی مقامی افسران سے زیادہ گھلے ملے بھی نہیں ہو اس لئے باس کا خیال ہے کہ تمہیں کوئی پرائز پوسٹنگ دی جائے لیکن تم شاید واقف ہو گے کہ کسی پرائز پوسٹنگ کے لئے تمہیں قبل از وقت کچھ معاہدے پر بھی کرنے ہوں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے معصومیت سے دریافت کیا۔ "معاہدے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"تم باس کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے۔" بخاری نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے اور باس کے درمیان جو معاملات طے ہوں گے اس کی بھنک کسی اور کو

نہیں ہونی چاہئے' اس کے علاوہ تمہیں باس کی مرضی پر چلنا ہو گا' تم کبھی باس کا کوئی حکم ٹالنے کی غلطی نہیں کرو گے۔ ایک بات اور بتا دوں۔" بخاری نے بات جاری رکھی۔ "باس کسی کے ساتھ بھی ڈائریکٹ ڈیلنگ (Direct Dealing) نہیں رکھتا' تمہیں میرے ساتھ اٹیچ کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ مجھے مڈل مین (Middle Man) کی خدمات انجام دینی ہوں گی۔"

میں بخاری کی باتوں کا مقصد سمجھ رہا تھا' کچھ دن قبل اس نے کہا تھا کہ میری پوسٹنگ کے سلسلے میں باس کو یا اسے کوئی جلدی نہیں ہے اور اب وہ ازخود جلدبازی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے میرا آخری فیصلہ سننا چاہتا تھا۔

"کیا ہم کھل کر صاف صاف لفظوں میں بات نہیں کر سکتے؟" میں نے سنبھل کر کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ بات کھل کر اور بے دھڑک ہو۔" بخاری پہلو بدل کر بولا۔ "میں نے تمہارے لئے جس پوسٹنگ کے بارے میں غور کیا ہے وہاں کی ماہانہ آمدنی ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ کوئی پرانا گھاگ اور تجربہ کار آفیسر ہو تو چالیس پچاس ہزار زیادہ بھی کما سکتا ہے لیکن میں تمہارے اوپر زیادہ بوجھ نہیں ڈالوں گا....." بخاری ایک لمحے کو خاموش ہوا پھر بے حد سنجیدگی سے فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ "تمہیں ہر ماہ ساٹھ ہزار روپے میرے ذریعے باس کی خدمت میں پیش کرنے ہوں گے۔ تم آج مجھے گرین سگنل دو' کل تمہارے آرڈر ہو جائیں گے۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ مجھے رقم آپ کو دینی ہو گی؟" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ کیا میرے اور باس کے درمیان بات نہیں ہو سکتی؟"

"ہو بھی سکتی ہے لیکن ابھی نہیں۔" بخاری معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "تمہیں کم از کم ایک سال تک یہ ثابت کرنا ہو گا کہ تم وفادار ہو' اس کے بعد ہی وہ تم سے براہ راست کوئی معاملات طے کرنے کے بارے میں غور کر سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں جو کام بھی کرتا ہوں وہ ایمانداری سے اور قانون کی حدود میں رہ کر کرتا ہوں۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

aazzamm@yahoo.com

"پٹنہ کی بات اور تھی میرے دوست! یہ ڈھاکہ ہے' یہاں قانون سے زیادہ باس کا حکم چلتا ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ایسی صورت میں آپ سے ایک ہی درخواست کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟" اس نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"آپ میری تعیناتی کے آرڈر کسی ایسی جگہ کرا دیں جہاں میں کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہونے سے محفوظ رہ سکوں۔" میں نے کھل کر اپنا عندیہ بیان کیا تو بخاری بل کھا کر رہ گیا پھر تھوڑے توقف کے بعد خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم ایمانداری کا بھوت اپنے ذہن سے نکال دو' اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

"اور اگر میں آپ کا مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ تم خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کی حماقت کرو گے۔" بخاری کا جواب بڑا معنی خیز تھا۔

"یہی سمجھ لیں۔" میں نے بدستور خشک آواز میں کہا۔

جواب میں بخاری نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ میری حماقت پر دل کھول کر قہقہہ لگانا چاہتا ہو' اس کے انداز میں تکبر تھا' خود اعتمادی تھی' ایک طرح کا چیلنج بھی تھا جسے میں اس وقت پوری طرح نہ سمجھ سکا۔ کچھ دیر تک وہ میرے بارے میں سوچتا رہا پھر بولا۔

"میں کوشش کروں گا کہ باس تمہارے سلسلے میں کوئی نرم رویہ اختیار کرے..... مگر وعدہ نہیں کر سکتا۔"

"لیکن مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ باس آپ کی کسی بات سے انکار بھی نہیں کرے گا۔" میں نے اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ایسی ہی کوئی بات کہو گے۔" بخاری نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "میں نے باس سے پہلے ہی اس خیال کا اظہار کر دیا تھا کہ تم ٹیڑھی کھیر ہو۔ تمہاری پرسنل فائل دیکھنے کے بعد خود باس نے بھی یہی کہا تھا کہ تم پر ایمانداری کا جو بھوت سوار ہے وہ آسانی سے نہیں اترے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' بخاری بھی کچھ دیر خاموش رہا پھر موضوع بدل کر بولا۔

"کل رات تم کرنل سے ملے تھے؟"

"میں اس کی کوٹھی پر گیا ضرور تھا لیکن کرنل سے ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے کسمسا کر جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" بخاری نے مجھے مشتبہ نظروں سے گھورا' انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے میری بات پر یقین نہیں آیا تھا۔

"کرنل گھر پر نہیں تھا۔" میں نے سنجیدگی برقرار رکھی۔ "جھرنا نے مجھے بتایا تھا کہ اسے اچانک اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر جانا پڑ گیا تھا۔"

"تم کوٹھی پر کتنی دیر رکے تھے؟" بخاری نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"میں ڈنر کے بعد ہی واپس آیا تھا۔"

"جھرنا نے تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کی؟" بخاری نے ایک اور زاویے سے مجھے ٹٹولنا چاہا۔

"جب کرنل سرے سے تھا ہی نہیں تو وہ مجھے روک کر کیا کرتی۔" میں نے بدستور سنجیدگی اختیار رکھی تو وہ کچھ توقف سے بولا۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں تمہیں ایک بات اور بتا دوں' جھرنا سے جتنا دور رہ سکو تمہارے لئے اتنا ہی بہتر ہو گا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"وہ کسی ناگن سے زیادہ خطرناک اور زہریلی ہے۔" بخاری نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کے کاٹے کا منتر شاید کرنل کے پاس بھی نہیں ہے جو وہ ابھی تک اسے بھگت رہا ہے۔"

میں نے بخاری کے جملے کو خاص طور پر محسوس کیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ شاید وہ بھی جھرنا کے ہاتھوں کسی تلخ تجربے سے دوچار ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی کوئی دکھتی رگ جھرنا کے ہاتھ آ گئی ہو' شاید اسی لئے جھرنا نے کوٹھی سے رخصت ہوتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ اگر کوئی مشکل درپیش آ جائے تو میں اس کی خدمات حاصل کر سکتا ہوں۔ مجھے یہ خیال رد کرنا پڑا کہ جھرنا اور میرے تعلقات کا علم اسے ہو چکا ہو گا۔

کچھ دیر میرے اور بخاری کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی' میں محسوس کر رہا تھا کہ

aazzamm@yahoo.com

کرنل کے موجود نہ ہونے والی بات سن کر وہ کچھ الجھ گیا تھا۔ اس کے ذہن میں ضرور کوئی ایسی بات چبھ رہی تھی جس کا تعلق جھرنا کی ذات سے تھا۔ میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش بھی نہیں کی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ جھرنا نے کسی مشکل میں میرے کام آنے والی جو بات کہی تھی وہ غلط نہیں تھی۔

اس روز بخاری نے علاقے میں میرے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارا' حسب معمول مجھے اپارٹمنٹ کے نیچے چھوڑ کر چلا گیا۔ دوسرے روز بھی دفتر میں میری اس کی ملاقات نہیں ہو سکی' مجھے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ اتفاقیہ رخصت پر ہے۔ میں دفتر میں وقت گزار کر واپس آ گیا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ بخاری کا اس روز چھٹی پر ہونا بھی خالی از علت نہیں ہو سکتا تھا مگر میں نے اس پر زیادہ دھیان دینے کی کوشش بھی نہیں کی۔

شام کو چائے پینے کے بعد میں اپنی مختصر سی بالکونی میں بیٹھا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جب فون کی گھنٹی بجی' میں کتاب میز پر رکھ کر فون سننے کے لئے کمرے میں آ گیا' میرا خیال تھا کہ وہ کال یا تو بخاری کی ہو گی یا پھر جھرنا کی ہو سکتی تھی لیکن دوسری جانب سے جو آواز ابھری اسے سن کر میں چکرا گیا وہ آواز جوگی سیتارام کے سوا کسی اور کی نہیں تھی جس کے وجود کو میں خواب کا ایک خیال کردار سمجھ کر نظرانداز کر چکا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے ٹھوس لہجے میں دریافت کیا۔

"اتنی جلدی بھول گیا مورکھ! ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے۔" اس کی گھمبیر آواز سنسناتی ہوئی میرے کانوں میں گونجی۔

"تم ..... تم شاید....."

"ہاں' میں وہی جوگی سیتارام بول رہا ہوں جسے تُو سپنا سمجھ کر بھلا چکا تھا پرنتو ایک بات گرہ سے اچھی طرح باندھ لے' اب تُو میری مٹھی میں آ چکا ہے' دھرتی کی کوئی شکتی اب تجھے میرے چرنوں پر سر جھکانے سے نہیں روک سکتی' تجھے گرو کے سوا کوئی دوسرا منش شرن نہیں دے گا۔"

"تم کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو سیتارام!" میں نے تلملا کر کہا۔ "میں مسلمان ہوں اور مسلمان کسی کافر کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔"

"اب بھی دھرم کا دعویٰ کر رہا ہے' بڑبولے۔" اس نے گہرے طنز سے کہا۔ "ایک سندر ناری کی چٹی چمڑی دیکھ کر اس کے شریر میں گلے گلے ڈوب گیا پھر بھی مسلمان ہونے

کی ہانک رہا ہے۔ میں نے کہا تھا نا کہ تیرا دھرم بہت جلد بھرشٹ ہو جائے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ہونٹ چبا رہ گیا۔

"اس دن تیری بدھی (عقل) میں میری بات نہیں آئی تھی۔ اب بھی سمے تیرے ہاتھ سے نہیں نکلا' مکتی چاہتا ہے تو میرے ساتھ سمجھوتا کر لے نہیں تو اپنے کئے کی سزا سارا جیون بھوگتا رہے گا۔"

"تم ..... مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" میں نے دل پر جبر کر کے پوچھا۔

"پھر آئیں' بائیں بکنے لگا اپرادھی' رسی جل کر راکھ ہو گئی پرنتو بل ابھی تک نہیں نکلا۔" جوگی سیتارام نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "گند میں ڈوب گیا پھر بھی اجلے من کی بات کر رہا ہے۔"

"میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ایک دھوکا تھا' فریب تھا۔" میں نے خود اپنی وکالت کرنے کی کوشش کی۔ "انسان نشے میں ہو تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"تُو اب بھی نشے میں دھت ہے جو بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے مورکھ! تُو نہیں جانتا کہ جوگی سیتارام کتنی مہان شکتی کا مالک ہے۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔ "تُو جسے سوم رس (شراب) سمجھ رہا ہے وہ بھی میرا چمتکار تھا' وہ سندری بھی نہیں جانتی تھی کہ اگلے سمے کیا ہونے والا ہے' پرنتو ہوا وہی جو میں نے چاہا۔ میری بات یاد کر' میں نے تجھ سے کہا کہ یہ دنیا ایک گورکھ دھندہ ہے' منش نہیں جانتا کہ اس کے بھوش میں کیا لکھا ہے لیکن جو دنیا تیاگ دیتے ہیں' دیوی دیوتاؤں کے جاپ میں دھونی رما کر مست ہو جاتے ہیں وہ من کا بھید بھی جان لیتے ہیں۔ مہاپرشوں کے لئے فاصلوں کی کوئی قید نہیں ہوتی' ان کی آنکھیں دھرتی کے بھیتر چھپے خزانے بھی کھوج لیتی ہیں' منش تو موری (نالی) میں رینگنے والے کیڑے سے بھی زیادہ کمزور' لاچار اور بے بس ہوتا ہے۔ سن رہا ہے مورکھ! میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔" میں نے کمزور لہجے میں اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔ "میرے تمہارے درمیان کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔"

"پھر اونچا اڑنے لگا ..... سیتارام سے دامن چھڑانے کی بات کر رہا ہے۔"

"ہاں ..... یہی سمجھ لو۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمارے راستے کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔"

"ابھی میں نے تجھے ایک ہی جھٹکا دیا ہے۔" وہ زہرخند سے بولا۔ "ایک ناری نے

aazzamm@yahoo.com

تیرا سارا گھمنڈ اپنے چرنوں تلے روند ڈالا' تیرے دھرم کرم کی باتیں بھی دھری کی دھری رہ گئیں۔ تُو آکاش کی بلندیوں پر اڑنے کے سپنے دیکھ رہا تھا' میں نے تجھے ایک سندری کے جال میں الجھا کر تیرا سارا مان (گھمنڈ) توڑ دیا..... کیا اب بھی تُو میرا کہا نہیں مانے گا؟"

"زبردستی کے سودے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔" میں جھلا گیا۔ "تم میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"

"ایک بار پھر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لے مورکھ ورنہ ایسی سزا دوں گا کہ دھرتی پر کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔" اس بار اس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ اس کے بولنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو کر گزرنے کی قوت بھی رکھتا ہے۔

"تم مجھ سے کیا سمجھوتا کرنا چاہتے ہو؟" میں نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"پہلے میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میں تیری ساری کٹھنائیاں دور کر دوں گا' تُو کیول میرا ایک کہا مان لے۔ پرنتو تُو نے میری بات نہیں مانی' اس کارن میں نے تیرا دھرم بھرشٹ کرنے کے لئے جھرنا کے سندر شریر کو چنا تھا۔ اب سمے تیرے ہاتھ سے نکل چکا ہے' اب تجھے ہر حال میں میرے اشاروں پر چلنا ہو گا' میری ہر بات ماننی ہو گی۔" اس کے لہجے میں تکبر تھا فرعونیت تھی۔ "اب ڈگڈگی میرے ہاتھ میں ہے' ڈور کا دوسرا کونا تیرے ہاتھ سے نکل چکا ہے' اب سمجھوتے کی بات تجھے شوبھا نہیں دیتی۔"

"کیا تم نے صرف اتنی سی بات کہنے کے لئے مجھے فون کیا تھا؟" میں پھر جھلا گیا۔

"بن جل کی مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہے۔" جوگی سیتارام نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے کوئی اوپائے سوچ رہا ہے لیکن اب ایسا نہیں ہو گا' اب تجھے میرے چرنوں پر ناک رگڑ کر مجھ سے سہائتا کی بھکشا مانگنی پڑے گی' میں تجھے بتاؤں گا اپرادھی کہ کسی مہان جوگی کا اپمان کرنے کی سزا کیا ہوتی ہے۔ میں نے تجھے آکاش کی بلندیوں پر لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن اب تُو سدا دھرتی پر ہی ایڑیاں رگڑتا پھرے گا۔"

"جو کچھ مقدر میں لکھا ہوتا ہے وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔" میں نے تلملا کر جواب دیا' اس کی بے ہودہ بکواس میری رگوں میں دوڑتے خون کی حدت اور گردش تیز کر رہی تھی۔ "تم کوئی خدائی فوجدار نہیں ہو جو مجھے اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کر دو گے۔"

"پھر سوچ لے ..... میں ترس کھا کر تجھے سوچنے کا ایک آخری موقع اور دے رہا ہوں۔" اس نے خطرناک انداز میں جواب دیا۔ "یہ موقع بھی کھو دیا تو پھر تجھے کبھی مکتی نہیں ملے گی' سارا جیون بھٹکتا رہے گا۔ میرے کہنے سے ایک بار آنکھیں کھول لے' میں تجھے کندن بنا دوں گا' تُو جو چاہے گا وہ پالے گا۔ دھرتی کی ساری سندریاں تیری بانہوں میں مچلنے کو اپنے لئے ایک مان سمجھیں گی' بخاری اور رحیم الدین جیسے منش بھی تیرے آگے پیچھے ہاتھ باندھ کر گھومنا اپنے لئے عزت سمجھیں گے' تُو جو من میں سوچے گا وہ اوش پورا ہو گا پرنتو تُو نے اگر گھر آتی لکشمی کو ٹھوکر مار دی تو پھر اس دھرتی پر تجھے جوگی سیتارام کی مرضی کے بغیر کہیں سانس لینے کی جگہ بھی نہیں ملے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے خشک لہجے میں اسے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ "تم جو مرضی آئے کرتے رہو لیکن اب دوبارہ مجھے فون کرنے کی غلطی مت کرنا۔"

"بہت اونچے سُروں میں بول رہا ہے مُسلے ..... آج بول لے ..... لیکن کل تجھے معلوم ہو جائے گا تُو نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے۔"

سیتارام نے اپنا جملہ مکمل کر کے فون بند کر دیا۔ میرا ذہن بھٹکنے لگا' میں نہیں جانتا تھا کہ جوگی سیتارام کون تھا؟ کیوں میرے وجود کے ساتھ جونک کی مانند چمٹنے کی کوشش کر رہا تھا؟ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ لیکن اس نے جھرنا والی بات کی تفصیل سنانے کے بعد مجھے حیران ضرور کر دیا تھا' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ سیتارام نے مجھے جو دھمکی دی ہے وہ اسے عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کرے گا لیکن میرا ذہن اس کی بے سر و پا باتوں کی نفی کر رہا تھا۔ بچوں کی کہانیوں کی بات اور ہے جس میں خمیدہ ناک والا کوئی جادوگر کسی بچے کو اپنی لکڑی سنگھا کر اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیتا ہے۔ الف لیلہ کی داستان بھی من گھڑت ہے' جادوئی انگوٹھی اور کراماتی چراغ بھی محض انسانی ذہن کی اختراع کہے جا سکتے ہیں۔ پھونک مار کر کسی جیتے جاگتے انسان کو پتھر کا مجسمہ بنا دینا شعبدے بازی اور نظربندی کا کمال تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہو گا۔ میں کوئی دودھ پیتا بچہ بھی نہیں تھا جو آسانی سے کسی لادین کے اشاروں پر کپڑے اتار کر ناچنے لگتا۔ جھرنا کی زلفوں کا شکار ہو جانا مشروب میں کسی نشہ آور شے کی آمیزش کے علاوہ میری فطری کمزوری بھی ہو سکتی تھی۔ عریاں تصویروں اور ایک جیتی جاگتی برہنہ عورت نے جن حالات اور جس ماحول میں میرے اعصاب کو بے قابو کر دیا تھا وہ میرے علاوہ کسی اور کو بھی گمراہ کر سکتے تھے۔

aazzamm@yahoo.com

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ روئے زمین پر انسان ہی وہ سب سے کمزور مخلوق ہے جو سب سے پہلے بہک جاتا ہے۔ تکلیف کی شدتوں کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا' خواہشات کا غلام بن کر خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیتا ہے' ایک کمزور لمحہ' ایک ذرا سی بھول اسے عرش سے اٹھا کر فرش پر پھینک دیتی ہے پھر وہ تمام زندگی اپنے کئے کی سزا بھگتنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میں بھی شیطان کے ورغلانے میں آ کر بہک گیا تھا۔ میری جگہ کوئی اور بندہ بشر ہوتا تو شاید وہ بھی لڑکھڑا جاتا۔

جھرنا نے مجھے بتایا تھا کہ کرنل کی بہت ساری کمزوریاں اور منہ بولتے ثبوت اس کے پاس موجود ہیں جس کے سبب کرنل اس کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا' وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھے لیکن میری کوئی ایسی کمزوری کسی جوگی سیتارام کے پاس نہیں تھی کہ میں اس کی باتوں پر سر تسلیم خم کر دینے پر آمادہ ہو جاتا۔ عین ممکن تھا کہ بخاری کی طرح سیتارام نامی کوئی جوگی بھی جھرنا کی بے باکیوں کا شکار ہو گیا ہو اور جھرنا نے جو ایک شخص کی زبردستی کا انتقام تمام مردوں سے لینے پر آمادہ تھی' جوگی سیتارام کو بھی میرے بہک جانے کی کہانی سنا دی ہو لیکن محض اتنی سی بات پر میں کسی کے ہاتھوں بلیک میل نہیں ہو سکتا تھا۔

میرا ذہن خاصی دیر تک الجھتا رہا' میں مختلف پہلوؤں سے حالات پر غور کرتا رہا' میں نے سیتارام کو اس کی باتوں سے تنگ آ کر دھتکار ضرور دیا تھا لیکن بہت سارے سوالات ایسے تھے جن کا جواب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔۔۔ سیتارام نے خواب میں آ کر قبل از وقت اس بات کی پیشگوئی کس طرح کر دی تھی کہ میں اپنے مذہب سے بھٹک کر غلط راستوں پر لگ جاؤں گا؟ جھرنا سے اس کے مراسم کی بات سمجھ میں آتی تھی لیکن وہ بخاری اور رحیم الدین کے بارے میں کیا جانتا تھا؟ اسے میری زندگی کے حالات کا علم کس طرح ہوا؟ کون تھا وہ؟ صرف میری ہی ذات کا تعاقب کیوں کر رہا تھا؟ اس نے اس بات کا دعویٰ کس بنیاد پر کیا تھا کہ اگر میں نے اس کے ساتھ سمجھوتا نہ کیا تو وہ مجھے در در بھٹکنے پر مجبور کر دے گا؟

رات کو کھانے کی میز پر بھی میں ان ہی خیالات سے الجھ رہا تھا جب جلیل نے میری کیفیت محسوس کرتے ہوئے دبی زبان میں پوچھا۔

"صاب! میرا خیال ہے ادھر ڈھاکہ میں آپ کا دل نہیں لگا؟"

"نہیں ..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"پھر آپ شام سے چپ چپ کیوں ہیں؟"

"دفتر کے کچھ معاملات الجھ گئے ہیں' تم نہیں سمجھو سکو گے۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔

"میں زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں صاب! لیکن میرا باپ کہا کرتا تھا کہ دوسرے کی ملازمت کرنے سے بہتر ہے کہ انسان اپنا کوئی کام کرے' دو وقت کے بجائے ایک وقت روکھی سوکھی کھائے اور لمبی تان کر سوئے۔" جلیل نے کہا۔ "آپ اپنا کوئی کاروبار کیوں نہیں شروع کر دیتے؟"

"تم نے یہاں کبھی کسی جوگی سیتارام کا نام سنا ہے؟" میں جلیل کی بات کاٹ کر غیر ارادی طور پر پوچھ بیٹھا۔

"نہیں صاب! یہ نام میں نے آج پہلی بار سنا ہے لیکن آپ کو کوئی جوگی سیتارام کیسے یاد آ گیا؟"

"یونہی ..... میں نے اس کا نام دفتر میں کسی سے سنا تھا۔" میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"آپ مجھ سے زیادہ بڑے اور سمجھدار ہیں صاب! لیکن میں آپ کو کسی سادھو' جوگی' پنڈت یا پجاری سے ملنے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ یہ لوگ بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔" جلیل نے بڑی اپنائیت سے مجھے اپنی معلومات سے آگاہ کرنا چاہا۔ "ہمارے دیس کا جادو تو پوری دنیا میں مشہور ہے لیکن یہ پجاری لوگ زیادہ دور کی کوڑی لاتے ہیں' ان کا بھید بھاؤ جاننا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ میرا باپ کہا کرتا تھا کہ یہ شیطانی قوتوں کے مالک ہوتے ہیں' اوپر سے سیدھے سادے اور معصوم نظر آتے ہیں لیکن اندر سے بڑے زہریلے ہوتے ہیں' ان کے کاٹے کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ ادھر ڈھاکہ میں زیادہ نہیں ہوتے لیکن سندربن اور کلکتہ کی طرف بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔"

"کیا ڈھاکہ میں کوئی مندر وغیرہ نہیں ہے؟" میں نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"بہت سارے ہیں صاب! ادھر ہندوؤں کی تعداد بھی بہت ہے لیکن وہ ہم سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا کھانے میں مشغول ہو گیا' جلیل کچھ دیر خاموش رہا پھر

aazzamm@yahoo.com

دبی زبان میں بولا۔

"صاب! آپ کسی جوگی کے بارے میں کیوں پوچھ رہے تھے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے' تم پریشان مت ہو۔"

"آپ کا نمک کھاتا ہوں صاب! آپ کے لئے پریشان نہیں ہوں گا تو پھر کس کے لئے فکرمند ہوں گا۔" اس نے بڑی محبت سے کہا پھر رازداری سے بولا۔ "کیا آپ کو کسی دشمن کے خلاف کچھ ایسا ویسا کرانا ہے۔"

"فرض کرلو کوئی ایسی ہی بات ہے تو؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔

"جادو ٹونا کرنے والے تو ادھر بہت ہیں پر کون سچا ہے اور کون جھوٹا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن مَیں دعا کروں گا صاب کہ آپ کو اگر کہیں قسمت سے ننگا ملنگ نظر آ جائے تو پھر آپ کو کسی جوگی یا پنڈت پجاری کی کوئی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"ننگا ملنگ....." میں نے حیرت سے جلیل کو گھورا۔ "یہ کون ہے؟"

"میں نے نہیں دیکھا صاب! لیکن سب یہی کہتے ہیں وہ خدا کا بہت نیک بندہ ہے' جس کے لئے ان کی زبان سے جو بات نکل جاتی ہے وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے' اس کے بارے میں عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں۔"

"کیسی باتیں؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اوپر والے کا کوئی خاص بندہ ہے جو بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتا ہے۔" جلیل نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "ڈھاکہ میں بہت سارے لوگوں نے اس دیکھا ہے لیکن وہ ایک وقت میں کسی ایک ہی خوش نصیب کو نظر آتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"میں نے یہی سنا ہے صاب کہ وہ کبھی صرف ایک لنگوٹی میں اور کبھی بالکل ننگا گھومتا پھرتا ہے' پاگلوں کی طرح قہقہہ لگاتا ہے' ایک ٹکا مانگتا ہے اور ایک ہی بات کہتا ہے' اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی غلط نہیں ہوتی۔ مگر وہ کسی قسمت والے ہی کو نظر آتا ہے۔ سب لوگ اسے نہیں دیکھ سکتے' یہ بھی خدا کی قدرت ہے۔"

جلیل کی بات سن کر مجھے وہ ننگا اور خبطی بوڑھا فقیر یاد آ گیا جو پہلے روز دفتر جاتے وقت مجھے راستے میں ملا تھا۔ وہ بھی دیوانہ وار قہقہے بلند کر رہا تھا لیکن دوسروں نے اس کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی' شاید وہ میرے علاوہ (جلیل کے بیان کے مطابق) کسی اور کو

نظر ہی نہیں آ رہا تھا' اس نے اچانک میرا ہاتھ تھام کر ایک ٹکے کی فرمائش کی تھی' اس نے کہا تھا — "سیدھے ہاتھ سے ٹکا نکال کر دے پھر جدھر سے آیا ہے ادھر ہی الٹے قدموں واپس لوٹ جا' آگے بھونچال کھڑا ہے" — میں نے اسے ایک کے بجائے دو ٹکے دیئے تو وہ دیوانوں کی طرح قہقہہ لگا کر بولا تھا — "کنگلا خیرات بانٹ رہا ہے۔"

بوڑھے دیوانے کا خیال ابھرا تو میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں۔ جلیل یقیناً اسی ننگے ملنگ کی بات کر رہا تھا جو قسمت سے مجھے نظر آیا پھر مجھے واپسی کا مشورہ دے کر اپنی راہ ہو لیا' شاید وہی اللہ کا محبوب بندہ تھا جو میری رہنمائی کرنے کے لئے سامنے آ گیا تھا' وہ جانتا ہو گا کہ میرے ساتھ کیا کچھ پیش آنے والا تھا' اسی لئے اس نے کہا تھا کہ "آگے بھونچال کھڑا ہے" اس نے ڈھکے چھپے اشاروں میں مجھے واپسی کا مشورہ دیا تھا لیکن میں خدا کے اس نیک بندے کا اشارہ نہ سمجھ سکا اور اب وقت بہت آگے نکل چکا تھا۔

دیوانے کی صدائیں میرے پورے وجود میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھیں۔ جلیل نے کسی ننگے ملنگ کی بات نہ کی ہوتی تو شاید مجھے اس کی یاد بھی دوبارہ کبھی نہ آتی اور اب میں سوچ رہا تھا کہ کاش میں نے اس فقیر کی اصلیت جان لی ہوتی اور اس کے مشورے پر واپس پٹنہ لوٹ گیا ہوتا تو شاید آج مجھے اپنی یہ داستان رقم کرنے کی نوبت کبھی نہ پیش آتی۔

ملنگ کے تذکرے نے پھر جوگی سیتارام کے تصور کو میرے ذہن میں زندہ کر دیا' اس کا جھرنا اور بخاری سے کیا تعلق تھا؟ مجھے یہ نہیں معلوم تھا لیکن اب میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ میرے ساتھ جو حالات پیش آ رہے ہیں یا آنے والے ہیں' ملنگ کو اس کا علم ضرور تھا ورنہ وہ مجھے واپسی کا مشورہ کیوں دیتا؟

میں نے الٹا سیدھا کھانا کھایا پھر جلیل کے جانے کے بعد بیرونی دروازے کو بند کر کے اپنے کمرے میں آ گیا۔ میرے ذہن میں پریشان خیالوں کا ایک ہجوم ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ میں بڑی دیر تک بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر کرنل کمال بنرجی کے نمبر ڈائل کئے' میں جھرنا سے بات کرنا چاہتا تھا' میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر دوسری جانب سے کرنل نے کال رسیو کی تو میں لائن منقطع کر دوں گا لیکن دوسری جانب سے جس نے فون اٹھایا وہ جھرنا کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

"میں آذر بول رہا ہوں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ "کیا کرنل صاحب

aazzamm@yahoo.com

واپس آ گئے؟"

"مجھے یقین تھا کہ آج نہیں تو کل ..... لیکن تم مجھ سے رابطہ ضرور قائم کرو گے۔" جھرنا کے لہجے میں خود اعتمادی کے رنگ جھلک رہے تھے۔

"کرنل کے سلسلے میں....."

"وہ ابھی واپس نہیں لوٹا۔" جھرنا نے حقارت سے کہا۔ "وہ واپس آ جائے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا' میں شاید تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں کرنل سے خائف نہیں ہوں' اس کے علاوہ تم اگر مجھ سے دوستی برقرار رکھنا چاہو تو ہم کہیں اور بھی مل سکتے ہیں۔"

"میں نے اس وقت ایک دوسرے مقصد سے فون کیا تھا۔" میں نے سنجیدگی برقرار رکھی۔

"اگر تم بخاری یا رحیم الدین کے سلسلے میں پریشان ہو تو میرا مشورہ ہے کہ اب ان دونوں سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دو' جب تک میری اور تمہاری دوستی برقرار رہے گی وہ دونوں تمہارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

"کیا آپ رحیم الدین سے بھی واقف ہیں؟" میں نے اس کا جواب سن کر تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں۔" اس نے نہایت بے باکی سے جواب دیا۔ "کرنل اور رحیم الدین کبھی ایک دوسرے کے جگری دوست ہوا کرتے تھے' یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب رحیم الدین فورسٹ ڈویژن میں ایک اونچے عہدے پر ہوا کرتا تھا' کرنل کی اور اس کی دوستی کی وجہ بھی کرنل کا شکار کھیلنے کا شوق تھا۔ رحیم الدین کم و بیش روزانہ ہی ہماری کوٹھی پر آتا جاتا تھا' بڑی بڑی پارٹیاں منعقد ہوتی تھیں' آئے دن ہنگامے ہوا کرتے تھے' اس وقت تک کرنل اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ میں اسے دل و جان سے چاہتی ہوں لیکن ایک روز کرنل کو کسی طرح میری اور رحیم الدین کی بڑھتی ہوئی بے تکلفی کی بھنک مل گئی' اس نے فوری طور پر اپنے اثر و رسوخ استعمال کئے اور رحیم الدین کا تبادلہ ایک دور دراز کے علاقے میں کرا دیا۔ اس کے ساتھ ہی کرنل نے اپنی کوٹھی پر دوستوں کی آمد و رفت اور ضیافتوں کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔ تم اگر کسی کے ذریعہ نہ آئے ہوتے تو شاید وہ تمہیں بھی کوٹھی کے اندر بلانے کی حماقت نہ کرتا۔"

میں خاموشی سے جھرنا کی باتیں سنتا رہا' وہ بڑی ڈھٹائی سے ایک ایک بات کھل کر بتا

رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے دبی زبان میں اس سے جوگی سیتارام کے بارے میں پوچھا۔

"کیا آپ اس نام کے کسی آدمی سے واقف ہیں۔"

"نان سنس۔" اس نے نفرت سے جواب دیا۔ "ابھی میرا ذوق اتنا پست بھی نہیں ہوا ہے کہ میں جوگیوں اور پجاریوں کو گھاس ڈالنی شروع کر دوں لیکن تم نے خاص طور پر کسی جوگی سیتارام کے بارے میں کیوں دریافت کیا؟"

"میرا اندازہ ہے کہ جوگی سیتارام کسی پرانی دشمنی کی وجہ سے رحیم الدین اور بخاری کو میرے خلاف اکسا رہا ہے۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔

"فکر مت کرو' میں تمہاری خاطر بخاری کو کریدنے کی کوشش کروں گی۔"

"ابھی نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو ضرور زحمت دوں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم ابھی تک کرنل کی وجہ سے مجھ سے خوفزدہ ہو؟"

"جی نہیں لیکن میری درخواست ہے کہ آپ ابھی....."

"کم آن آذر! ڈونٹ بی سو چائلڈش (Don't be so Childish)۔" جھرنا نے بڑی بے تکلفی سے مجھ پر اپنا حق جماتے ہوئے کہا۔ "یہ تم نے کیا آپ ..... آپ لگا رکھی ہے۔ مجھے بے تکلف دوستوں کی زبان سے اس قسم کی فارمیلیٹیز (Formalities) بھی زہر لگتی ہیں۔ آئندہ سے تم مجھے صرف تم کہہ کر مخاطب کرو گے ..... پرامس کرو۔"

"کوشش کروں گا۔"

"اس وقت کیا صرف سیتارام کی خاطر فون کیا تھا؟" جھرنا کی آواز میں اس کے اندر کی عورت جاگنے لگی۔

"میں آپ ..... سوری ..... تم سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے درپیش حالات کی وجہ سے ڈپلومیسی سے کام لیا پھر رسیور کریڈل پر رکھ کر نائٹ بلب بھی آف کر کے سونے کی خاطر کروٹ بدل لی۔ جھرنا کی زبانی مجھے کرنل اور رحیم الدین کی دشمنی کی وجہ بھی معلوم ہو گئی تھی' بخاری نے بھی یہی بتایا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔"

aazzamm@yahoo.com

اس رات میری آنکھ دیر سے لگی' دوسرے دن میں دفتر گیا تو مجھے بخاری کے رویے میں حیرت انگیز تبدیلی نظر آئی۔ وہ مجھ سے جس تپاک سے ملا وہ میرے لئے حیرت انگیز ہی تھا۔ دفتر میں عمل کے دوسرے افراد نے بھی اس تبدیلی کو محسوس کیا تھا۔ کچھ دیر ہم اپنے آفس میں بیٹھے باتیں کرتے رہے' میں نے اس سے گئے دن دفتر نہ آنے کا سبب دریافت کیا تو وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"میں بہت دنوں سے ایک پارٹی کے پیچھے لگا ہوا تھا' مخبر نیا ہے اس لئے میرا خیال تھا کہ شاید مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن کل مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ میرا شکار اب میری دسترس سے زیادہ دور نہیں ہے۔" بخاری نے مجھے مختصراً تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ سونے کا اسمگلر ہے لیکن بھارتی اور غیر ملکی کرنسی میں بھی دلچسپی لیتا رہتا ہے۔ میری لسٹ پر اس کا نام تھا مگر میں نے ڈھیل دے رکھی تھی۔"

"کیا کوئی بااثر آدمی ہے؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"ہاں' حکومتی حلقوں میں بھی جانا پہچانا جاتا ہے۔" بخاری نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہاں بڑی مچھلیوں پر ہاتھ ڈالنے سے پیشتر بہت کچھ سوچنا پڑتا ہے' خاص طور پر ایسے افراد سے تو بہت زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے جو کبھی حکومت مشینری کا کل پرزہ بھی رہ چکے ہوں۔"

"آئی سی۔" میں دلچسپی لیتے ہوئے بولا۔ "کیا ہمارا مطلوبہ شکار بھی کابینہ میں رہ چکا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز تھا۔"

"دو چار روز کی بات اور ہے۔" بخاری کسی ماہر شکاری کے انداز میں زیر لب مسکرایا۔ "میں کوشش کروں گا کہ اس کیس میں تم کو بھی اپنے ساتھ رکھوں' اس بہانے تمہیں یہاں کے حالات کا کچھ عملی تجربہ بھی ہو جائے گا۔"

بخاری مجھے اپنے اسی کیس کے بارے میں موٹی موٹی تفصیل بتاتا رہا' میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ ہر معاملے میں بہت محتاط رہ کر کام کرنے کا عادی ہے' دوپہر کو کھانے کے وقت وہ مجھے اپنے ساتھ دفتر کی کینٹین میں لے گیا۔ وہاں بھی ہم دوسروں سے قدرے الگ ایک گوشے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں اس کی باتوں سے اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ جس شکار کی بات کر رہا ہے اس کے گرد اس نے بڑا مضبوط جال بچھا رکھا ہے۔

"کیا بہت بڑا کنسائنمنٹ (Consignment) ہاتھ آنے کی امید ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا تو وہ مسکرانے لگا۔

"میں بلاوجہ خوش فہمی کا شکار نہیں ہوتا' ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ کچھ بھی نہ لگے اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجودہ کیس ہمارے لئے ایک ریکارڈ ثابت ہو' جو کچھ میں سوچ رہا ہوں اس سے زیادہ ہاتھ لگ جائے۔"

"کیا وہ شخص بذات خود بھی شامل ہو گا؟" میں نے پوچھا پھر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "عام طور سے بڑے اسمگلر خود سامنے نہیں آتے' ان کے کارندے کام کرتے ہیں' وہ خود دور رہ کر ان کی نگرانی کرتے ہیں تاکہ قسمت کا پانسہ اگر سیدھا نہ پڑے تو انہیں بچانے کی خاطر ہاتھ پیر مار سکیں۔"

"عام طور سے ایسا ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بڑی مچھلیاں خود بھی آگے آگے رہتی ہیں تاکہ بات کو موقع ہی پر نبٹایا جا سکے۔" بخاری نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "مجھے ایسے کیسز (Cases) میں زیادہ لطف آتا ہے جب ہمارا واسطہ کسی وہیل یا شارک مچھلی سے پڑتا ہے' جال میں پھنسنے کے بعد بھی وہ بڑا زور لگاتی ہیں' شکاری کو دانتوں پسینہ آ جاتا ہے' آخری وقت تک ان پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے لیکن ایک بار جب ان کا زور ٹوٹنے لگتا ہے تو پھر وہ سودے بازی پر اتر آتی ہیں۔ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ بات آگے نہ بڑھنے پائے ورنہ ان کی ساکھ پر اچھا اثر نہیں پڑتا' وہ دو کی جگہ دس اور دس کی جگہ بیس خرچ کرنے میں بڑی فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔" بخاری نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بے تکلفی سے کہا۔ "میرے جیسا آدمی ہو تو ایک تیر سے دو شکار کر لیتا ہے' جیب بھی گرم ہو جاتی ہے اور سامنے والے پر احسان کر کے اسے اپنا غلام بھی بنا لیتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی کبھی بڑے کار آمد ثابت ہوتے ہیں لیکن تمہارے جیسا کٹر مسلمان ہو تو پھر بات بگڑ جاتی ہے' جو دولت وہ تمہیں خریدنے کی خاطر دینے پر آمادہ ہوتا ہے بعد میں اسی رقم سے کوئی ایسا وکیل کھڑا دیتا ہے جو عدالت میں ہماری ایمانداری کی دھجیاں ادھیڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

"مگر میرا خیال ہے کہ جیت ہمیشہ ایماندار ہی کی ہوتی ہے۔" میں نے ایک بار پھر بخاری پر واضح کرنے کی کوشش کی کہ میں اپنی دیانتداری سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوں۔ وہ مسکرا کر بولا۔

aazzamm@yahoo.com

"میں جانتا ہوں کہ پتھر میں جونک نہیں لگتی' تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ میں کل باس سے بھی صرف تمہارے سلسلے میں بات کر چکا ہوں۔"

"کیا فیصلہ ہوا؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ باس آج کسی وقت تمہیں بلا کر خود بات کرے۔"

"کچھ نہ کچھ تو اندازہ ہو گا؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کچھ نرم ضرور پڑا ہے۔" بخاری نے مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "تمہاری کوئی نہ کوئی ادا ضرور بھا گئی ہے' یہ بھی ممکن ہے کہ پٹنہ سے کسی کا سفارشی فون آ گیا ہو جس کی وجہ سے باس پسیج گیا ہو' ورنہ پہلے اس نے تمہارے بارے میں بڑے خطرناک فیصلے کئے تھے۔"

بخاری کا جواب سن کر میرے ذہن میں فوری طور پر جھرنا کا خیال ابھرا' گزشتہ رات میری اسی سے بات ہوئی تھی' اس نے کہا بھی تھا کہ کرنل کو کسی طرح اس کی اور رحیم الدین کی بڑھتی ہوئی بے تکلفی کی بھنک مل گئی تھی جس کے بعد کرنل نے اپنا رسوخ استعمال کر کے اس کا تبادلہ کرا دیا تھا۔ جھرنا نے میرے سلسلے میں بڑی بے غیرتی سے اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر اس کے اختیار میں ہوتا وہ مجھے بخاری سے بھی دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی۔ میرا ذہن قلابازیاں کھانے لگا — ہو سکتا ہے کہ جھرنا نے مجھے خریدنے کی خاطر براہِ راست رحیم الدین سے بات کی ہو؟ اس احسان کے عوض وہ مجھے بھی اپنی خواہشات کا غلام بنانے کے لئے سوچ رہی ہو؟ رحیم الدین اور کرنل کے درمیان باقاعدہ ٹھن چکی تھی۔ جھرنا کا صرف ایک فون ہی میری ساری پریشانیاں ختم کر سکتا تھا۔ رحیم الدین اگر اس کی زلفوں کا شکار تھا تو جھرنا نے یقیناً اس کے خلاف بھی کوئی نہ کوئی ایسا مواد ضرور جمع کر رکھا ہو گا جو کسی آڑے وقت میں اس کے کام آ سکے؟

"کیا سوچ رہے ہو؟" بخاری نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا تو معاً مجھے اس بات کا خیال آ گیا کہ جھرنا سے میری بات کل رات ہوئی تھی اگر اس نے مجھ سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد رحیم الدین سے بات کی تھی تو پھر اس کا علم بخاری کو قبل از وقت کس طرح ہو گیا جبکہ بخاری نے دوپہر میں کسی وقت ملاقات کی ہو گی۔ میرے ذہن میں مختلف وسوسے جنم لینے لگے۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" بخاری نے مجھے دوبارہ ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "اب کیا الجھن پریشان کر رہی ہے؟"

"آپ باس سے کب ملے تھے؟" میں نے اپنی تسلی کی خاطر دریافت کیا۔

"میری اور باس کی ملاقات عام طور پر رات گئے ہوتی ہے۔" بخاری نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم نے کہیں نہ کہیں کسی دانشور کے اس قول کو ضرور پڑھا ہو گا کہ رات کی تاریکی بہت سے گناہوں پر پردہ ڈال دیتی ہے' میں بھی ایسے کام رات ہی کے وقت کرتا ہوں' اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رات کے وقت کسی کے تعاقب یا نگرانی کرنے کا سراغ زیادہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔"

"آپ یقیناً بہت دور اندیش اور محتاط آدمی ہیں۔" میں نے بخاری کا جواب سن کر سکون کا سانس لیا۔

جواب میں بخاری نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی' بہرحال میرا دل یہی گواہی دے رہا تھا کہ میں نے گزشتہ رات جھرنا کو فون کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ میرے حق میں مفید ہی ثابت ہوا۔ کینٹین سے دفتر میں آئے ہمیں زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب رحیم الدین کی طرف سے میرا بلاوہ آ گیا' میں اٹھنے لگا تو بخاری نے کہا۔

"باس کے ساتھ زیادہ آرگیومنٹ (Argument) کرنے کی غلطی مت کرنا ورنہ تمام کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔"

"میں خیال رکھوں گا۔"

"ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔" بخاری نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "میں نہیں کہہ سکتا کہ باس نے کس کی سفارش پر تمہارے ساتھ نرمی کا فیصلہ کر لیا ہے' عام حالات میں وہ جو ارادہ کر لیتا ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر قدم پیچھے نہیں ہٹاتا۔ اگر اس نے تمہاری کسی بات سے خفا ہو کر دوبارہ پرانا راستہ اختیار کر لیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کے فیصلوں میں لچک پیدا نہیں کر سکے گی۔"

میں نے دوبارہ اثبات میں سر کو جنبش دی پھر باس کے آفس کی طرف چل پڑا۔ باس سے ملنے کی خاطر مجھے سروش کے کمرے میں بھی جانا پڑا' وہ مجھے دیکھ کر اس طرح چونکا جیسے اسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ نظر آ گیا ہو۔

"مجھے باس نے یاد کیا ہے۔" میں نے اس کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے دبی زبان

aazzamm@yahoo.com

میں کہا۔

"میں جانتا ہوں لیکن....." کمرے میں چپڑاسی کے آجانے کے سبب سروش نے خاموش ہو کر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر اسے فارغ کرنے کے بعد بڑے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ "میں اس وقت زیادہ باتیں کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے آج یا کل فون پر رابطہ قائم کروں لیکن ایک بات سمجھانا ضروری سمجھوں گا۔ باس سے گفتگو کرتے وقت کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالئے گا جو بعد میں آپ کے خلاف بطور ثبوت استعمال ہو سکے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس وقت میں اس سے زیادہ سمجھا بھی نہیں سکتا۔" اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر سپاٹ لہجے میں کہا پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک نمبر دبا دیا' دوسرے ہاتھ سے وہ ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگا اندر سے رابطہ قائم ہوا تو اس نے تیزی سے کہا۔ "سر!..... مسٹر آذر آ گئے ہیں ..... رائٹ سر!" رسیور پر بات کرنے کے بعد اس نے اپنا لکھا ہوا کاغذ میری طرف کھسکاتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "آپ اندر جا سکتے ہیں' باس آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں کاغذ پر نظر ڈالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا' سروش نے بڑے مختصراً الفاظ میں صرف اتنا لکھا تھا—— باتیں ٹیپ بھی ہو سکتی ہیں۔

میرے ذہن نے پھر جمناسٹک شروع کر دی' کچھ دیر پیشتر بخاری نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ باس میرے حق میں نرم پڑ گیا ہے۔ میں اس کے ساتھ بحث کرنے کے بجائے اس کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کروں اور سروش کا کاغذ پر لکھا ہوا جملہ مجھے محتاط روش اختیار کرنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ میں فوری طور پر سروش کے لکھے ہوئے جملے سے اتنا تو ضرور سمجھ گیا کہ باس دوسروں کے ساتھ اپنی گفتگو کے مخصوص حصے ٹیپ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا لیکن بخاری کی گفتگو اور سروش کے اس جملے میں جو تضاد تھا وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔

میں رحیم الدین کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا' وہ پہلے سے میرا منتظر تھا' جس انداز میں اس نے میرے سلام کا جواب دے کر اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ خالص افسرانہ بہرحال نہیں تھا۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا تو اس نے سامنے رکھی ہوئی میری

پرسنل فائل کھول کر اس کے کچھ صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے پھر اسے ایک طرف ہٹا کر براہِ راست مجھ سے مخاطب ہوا۔

"یہاں ڈھاکہ میں تمہارا قیام کہاں ہے؟"

میں نے جواب میں اُسے اپنا پتہ بتایا تو اس نے مجھے بہت غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ڈھاکہ میں تمہارے کچھ واقف کار بھی ضرور ہوں گے؟"

"جی نہیں۔" میں نے سنبھل کر کہا۔ "براہِ راست میں کسی کو نہیں جانتا۔"

"براہِ راست سے تمہاری کیا مراد ہے؟" اس نے وضاحت طلب کی۔

"پٹنہ سے روانگی کے وقت مجھے وہاں کے ایک ڈی ایس پی مسٹر بشیر علی نے اپنے ایک پرانے واقف کار کے نام ایک تعارفی خط لکھا تھا جسے میں نے یہاں آنے کے بعد ریٹائرڈ کرنل کمال بنرجی تک پہنچا دیا تھا۔" میں نے صاف گوئی سے بات کرنے کی ٹھان لی' اگر ایک جھوٹ بولتا تو پھر اسے نبھانے کے لئے دس بار دروغ گوئی کا سہارا لینا پڑتا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ خیال بھی لاحق تھا کہ بخاری نے ممکن ہے میرے اور بنرجی کے بارے میں باس کو پہلے ہی باخبر کر دیا ہو' دوسرا خیال یہ بھی تھا کہ اگر میرا یہ اندازہ درست تھا کہ جھرنا نے میری خاطر کوئی سفارشی فون کیا ہے تو میرا کوئی گول مول جواب رحیم الدین کو شاید پسند نہ آتا۔

میری نظریں باس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ کمال بنرجی کا نام سن کر اس نے اس انداز میں پھریری لی جیسے وہ نام اس کی سماعت پر گراں گزرا ہو لیکن اس نے بڑی خوبصورتی سے اپنی کیفیت پر قابو پا لیا۔

"تم کمال بنرجی سے کتنی بار مل چکے ہو؟" باس کا لہجہ خشک اور کھردرا تھا۔

"صرف ایک بار۔" میں نے جلدی سے وضاحت کی۔ "دوسری بار میں ان کی مسز کی کال پر وہاں گیا تھا لیکن مسٹر کمال سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ مسز کمال نے بتایا تھا کہ انہیں اچانک شکار پر جانا پڑ گیا تھا۔"

رحیم الدین کی تیز نظریں مجھے اپنے وجود میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں' وہ میرے چہرے کے بدلتے ایک ایک تاثر کا بغور مطالعہ کر رہا تھا' میرا جواب سن کر وہ ایک لمحہ خاموش رہا پھر سنجیدگی سے بولا۔

aazzamm@yahoo.com

"مسٹر آذر! تم ایک جوان اور ایماندار آفیسر ہو' میں تمہاری پٹنہ والی پرسنل فائل کئی بار دیکھ چکا ہوں' مجھے خوشی ہے کہ تمہارا پرانا ریکارڈ بے داغ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم ڈھاکہ میں بھی نہایت ایمانداری اور محنت کے ساتھ اپنی کارکردگی کی سابقہ روایت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرو گے۔"

"میں آپ کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دوں گا سر!" میں نے پورے وثوق سے کہا۔

"گڈ....." رحیم الدین نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے اس وقت تمہیں خاص طور پر تمہاری پوسٹنگ کرنے کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔ تم کس قسم کی پوسٹنگ پسند کرتے ہو؟ میرا مطلب ہے کہ کوئی مخصوص فیلڈ جس میں تمہاری دلچسپی زیادہ ہو۔"

"میری کوئی ذاتی چوائس نہیں ہے سر!" میں نے محتاط انداز اختیار کیا۔ "آپ مجھے جو سیٹ بھی دیں گے میں اس پر پوری محنت اور جانفشانی سے کام کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تجمل بخاری کے بارے میں تمہارا ذاتی خیال کیا ہے؟"

"وہ ایک تجربہ کار آفیسر ہیں سر!" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں نے ان کے ساتھ رہ کر مختصر مدت میں بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں کچھ عرصے کے لئے اینٹی سمگلنگ برانچ میں لگا دوں۔" رحیم الدین نے کچھ توقف سے کہا۔ "بخاری آج کل ایک دو اچھے اور بڑے کیسز پر کام کر رہا ہے' تم اس کے ساتھ رہ کر بہت جلد یہاں بھی اپنا مقام بنا سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے سر!" میں نے مختصراً جواب دیا۔ سروش کے دیئے ہوئے سگنل کے پیش نظر میں ایک ایک حرف بہت ناپ تول کر استعمال کر رہا تھا لیکن ابھی تک رحیم الدین کی کسی حرکت سے یہ نہیں محسوس کر سکا کہ وہ میری باتیں ٹیپ کر رہا ہو گا ویسے یہ ممکن تھا کہ میرے دفتر میں داخل ہونے سے پیشتر ہی کسی خفیہ ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیا گیا ہو۔ سروش نے جو جملہ رازداری سے میرے لئے تحریر کیا تھا وہ بلاوجہ نہیں رہا ہو گا۔

"ایک بات کا خاص رکھنا۔" رحیم الدین نے میرا جواب سن کر کہا۔ "میں کسی قسم کی سفارش پسند نہیں کرتا' ہر آفیسر کی ذاتی کارکردگی ہی اس کی سب سے بڑی سفارش ہوتی ہے۔ میرے عملے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ذاتی فائدے کو پسند کرتے ہیں' میں

ان کو بخوبی جانتا ہوں لیکن وہ کبھی ترقی نہیں کر سکیں گے۔ جس دن کوئی بُرا وقت آئے گا اس روز محکمہ بھی ان کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔"

میں خاموش ہی رہا۔

"کمال بنرجی اچھا آدمی ہے۔" رحیم الدین نے ہونٹ چباتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔ "ہم کبھی ایک دوسرے کے دوست بھی رہ چکے ہیں لیکن وہ ایک شکی مزاج اور جھکی شخص ہے اور ایسے لوگ زیادہ دنوں تک کسی کے ساتھ دوستی نہیں نبھا سکتے' بہت جلد دنیا سے کٹ کر رہ جاتے ہیں۔"

میں بدستور خاموش رہا لیکن یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ بنرجی کا نام لیتے وقت ایسا ہی لگا تھا جیسے باس کسی خطرناک متعدی مرض سے بچنے کی خاطر زبردستی کڑوی کسیلی گولیاں چبا رہا ہو۔

"آل رائٹ ..... تم اب جا سکتے ہو۔ میں ایک دو روز میں تمہاری پوسٹنگ کے احکامات جاری کر دوں گا۔"

میں باس کو سلام کر کے باہر آ گیا۔ سروش نے مجھے بس ایک نظر دیکھا لیکن اس کے پاس ایک دو آدمی بیٹھے تھے اس لئے مجھے روکنے یا مخاطب کرنے کی غلطی نہیں کی۔ میں نے بھی وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا حالانکہ میرے ذہن میں یہ خیال بُری طرح کلبلا رہا تھا کہ اس جملے کا مطلب دریافت کر سکوں جو سروش نے مجھے کاغذ پر لکھ کر بڑی رازداری سے دکھایا تھا۔

میں نے بخاری کو باس سے ہونے والی گفتگو سنائی تو وہ مسکرا کر بولا۔

"باس نے تمہاری پوسٹنگ میرے ساتھ کر کے بڑی دوراندیشی سے کام لیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"تمہاری ایمانداری اپنی جگہ لیکن تمہارے حصے میں سے بھی اب مجھے باس کے ساتھ نفٹی نفٹی کرنا پڑے گا' کیا سمجھے؟" بخاری نے وہ بات اتنی آسانی اور بے تکلفی سے کہہ دی کہ میں اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ "تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"جب میرا تعلق کسی حصے بخرے سے ہو گا ہی نہیں تو بھلا اعتراض کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔" میں سپاٹ لہجے میں بولا۔

"پھر سوچ لو۔" بخاری نے بڑی بے تکلفی سے مسکراتے ہوئے مدھم آواز میں

aazzamm@yahoo.com

کہاں "اینٹی اسمگلنگ اسکوائڈ (Anti Smuggling Squad) کو یہاں سونے کی کان کہا جاتا ہے' سال بھر بے جگری سے کام کرلو تو تمہارے بھی وارے نیارے ہو جائیں گے۔"

"سوری۔" میں نے بھی دوستانہ انداز میں شانے اچکا کر اپنی معذوری کا اظہار کر دیا۔

دو روز بعد میری تعیناتی کے احکامات جاری ہو گئے' مجھے خوشی تھی کہ میں ذہنی خلفشار سے چھٹکارا پا گیا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ بخاری کے ساتھ کام ضرور کروں گا لیکن کسی لین دین میں یا ہیرا پھیری میں اس کا ساتھ نہیں دوں گا اور کوشش کروں گا کہ کاغذات کی تیاری اور مشیرنامہ بنتے وقت دور ہی رہوں تاکہ کسی خردبرد کے سلسلے میں قسم کھانے کی گنجائش رہے۔ ہرچند کہ میں اس بات کو بھی ایک طرح سے دیانتداری کے خلاف سمجھتا تھا لیکن حالات کے پیش نظر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

جس دن میری پوسٹنگ کے آرڈر ہوئے اسی رات سروش نے مجھے فون کیا۔ باتوں سے وہ مجھے کچھ الجھا الجھا لگ رہا تھا' میں نے سبب دریافت کیا تو اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اگر میں نے آپ کی پٹنہ والی پرسنل فائل نہ دیکھی ہوتی تو اس وقت سکون کا سانس نہ لے رہا ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مسٹر آذر! میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا واسطہ جن لوگوں سے پڑا ہے ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں' دفتر میں اگر کوئی سوئی بھی گرتی ہے تو تخریب کاروں کو اس کی بھنک مل جاتی ہے' کون کیا ہے؟ میں بھی نہیں سمجھ سکا لیکن بہرحال کسی نہ کسی طرح گزارا ضرور کر رہا تھا۔"

"تھا....." میں نے سروش کے لہجے کو محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔ "اب کیا ہو گیا؟"

"آپ کے ساتھ ساتھ میرے تبادلے کے آرڈر بھی ہو چکے ہیں۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ "کل مجھے اس کی کاپی مل جائے گی۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "آپ سے کیا قصور ہو گیا؟"

"پھر کبھی موقع ملا تو تفصیل سے بتاؤں گا۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن میں اپنے تبادلے پر خوش ہوں۔ مجھے کلکتہ بھیجا جا رہا ہے' میں وہیں سے آیا تھا' وہاں میرے دوسرے قریبی عزیزدار بھی رہتے ہیں۔ باس عقلمند آدمی ہے' ایسے لوگوں کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کرتا جو اس کے لئے کسی اعتبار سے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہوں۔ پی اے کی پوسٹ پر رہ کر ہزاروں خفیہ باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں' شاید اسی لئے باس نے مجھے میرے آبائی شہر پوسٹ کروا کر خوش کرنے کی کوشش کی ہو گی۔"

"لیکن تبادلے کی کوئی وجہ تو ہو گی؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ تجمل بخاری کو شاید شبہ ہو گیا تھا کہ میں آپ کی فائل میں دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "آپ کی جگہ دوسرا آدمی کون آ رہا ہے؟"

"وہ بخاری کا خاص آدمی ہے' آپ نہیں جانتے اسے۔ اسے کھلنا سے یہاں لایا جا رہا ہے۔"

"آپ کب تک چارج چھوڑیں گے؟" میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "دراصل میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ایک وقت کا کھانا میرے ساتھ کھائیں' مجھے خوشی ہو گی۔"

"میں آپ کی خوشی کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں' آپ مجھے پہلی ہی ملاقات میں بھلے آدمی لگے تھے' میں آپ کے ساتھ کھانا کھانا اپنے لئے باعث عزت بھی سمجھتا ہوں لیکن ہمارا ملنا مناسب نہیں ہو گا۔" سروش نے ایک معقول جواز پیش کیا۔ "بخاری کا شبہ اگر یقین میں بدل گیا تو آپ کے لئے دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"آپ سے تفصیلی ملاقات ہو جاتی تو مجھے محکمے اور عملے کے دوسرے افراد کے سلسلے میں بھی کچھ باتیں معلوم ہو جاتیں۔"

"ڈونٹ وری۔" سروش نے بڑے خلوص سے کہا۔ "میں کلکتہ جا کر بھی آپ کو فراموش نہیں کروں گا' فون پر رابطہ رکھوں گا۔ فی الحال میں آپ کو ایک اہم بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔ بخاری کے ساتھ آپ کو بہت محتاط رہ کر چلنا ہو گا' وہ اپنے سوا کسی اور کو اینٹی اسمگلنگ برانچ میں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ میں ڈھاکہ میں گزشتہ تین سال سے کام کر رہا ہوں' اس عرصے میں آپ پہلے انسپکٹر ہیں جسے بخاری کے ساتھ لگایا جا رہا ہے'

aazzamm@yahoo.com

مجھے یقین ہے کہ اس میں بھی باس اور بخاری کی کوئی گہری چال شامل ہو گی۔"

"میں آپ کی بات کی تائید کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "بخاری نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ اب وہ میرے حصے میں سے بھی باس کے ساتھ ففٹی ففٹی کرے گا۔"

"یہ بات اس نے آپ کو اعتماد میں لینے یا بے تکلفی پیدا کرنے کی خاطر کہی ہو گی ورنہ بخاری کے لئے دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔" سروش نے ایک بار پھر مجھے محتاط روی کا مشورہ دیتے ہوئے اپنے شبہے کا اظہار کیا۔ "خدا کرے میرا اندازہ غلط ہو لیکن مجھے اس میں کوئی گہری سازش ہی نظر آ رہی ہے۔"

سروش مجھے خاصی دیر تک اپنی خاص معلومات سے آگاہ کرتا رہا' اس نے رابطہ منقطع کیا تو میں نے کمال بنرجی کے گھر کے نمبر ڈائل کئے' میں جھرنا کو اپنی پوسٹنگ کی اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نے رحیم الدین سے میری سفارش کی بھی ہے یا نہیں' حالات کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ میں جھرنا کے ساتھ کم از کم گفت و شنید کا سلسلہ برقرار رکھوں اور تنہائی میں اس سے ملنے سے جہاں تک ممکن ہو دور رہنے کی کوشش کروں' وہ کسی آڑے وقت میں میرے کام آ سکتی تھی۔

تیسری گھنٹی پر کسی نے رسیور اٹھایا تو میں اپنی جگہ سنبھل گیا لیکن دوسری جانب سے جھرنا کے بجائے کرنل کمال بنرجی کی ٹھوس "ہیلو" کی آواز کانوں میں گونجی تو میں نے جلدی سے لائن کاٹ دی۔

اس رات میں سونے کے ارادے سے لیٹا تو ایک بار پھر میرے ذہن میں بوڑھے ملنگ کا تصور ابھر آیا' اس کے کہے ہوئے جملے — سیدھے ہاتھ سے ٹکا نکال کر دے اور الٹے قدموں جدھر سے آیا ہے ادھر ہی واپس لوٹ جا' آگے بھونچال کھڑا ہے — میرے وجود میں گونجنے لگے۔ میں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی' سروش کی باتوں نے غالباً مجھے اس دیوانے کی کہی ہوئی بات یاد دلا دی تھی۔ میں کچھ دیر کروٹیں بدلتا رہا پھر لمبی تان کر سو گیا۔

☆======☆======☆

میری داستان المناک بڑی طویل ہے۔ میں درمیان کے کچھ حصے حذف کرتے ہوئے قارئین کی دلچسپی کے لئے اب اپنی زندگی کے اس دور کی طرف آنا چاہتا ہوں جو میرے لئے بڑا رنگین بھی تھا اور بڑا اذیتناک بھی۔ وہ دور میری زندگی کا سب سے کربناک دور تھا'

وہ دور نہ آیا ہوتا تو شاید میں ان واقعات کو اپنے سینے میں ہی دفن رکھتا جو آج قلمبند کرنے بیٹھا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ قارئین میری کہانی سے عبرت حاصل کریں۔ اگر اس داستان کو پڑھنے والوں میں سے دو چار افراد بھی گمراہی کے راستے پر آگے بڑھتے بڑھتے سنبھل گئے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

تجمل بخاری کے ساتھ کام کرتے ہوئے مجھے ڈیڑھ مہینے سے زیادہ ہو گیا۔ اس دوران مجھے اسے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہ ہر معاملے میں بے حد تجربے کار اور گھاگ آدمی تھا' اپنے شکار کے جسم کا خون اس طرح نچوڑتا تھا کہ اس کی پیاس بھی بجھ جائے اور شکار کو پھڑپھڑانے کا موقع بھی نہ ملے۔ وہ ناجائز تجارت کرنے والوں پر جو ہاتھ ڈالتا وہ انتہائی بھرپور ہوتا۔ میرے اس کے تعلقات بھی اب دوستانہ ہو گئے تھے' وہ ہر طرح سے میرا خیال رکھتا تھا اور سامان میں خردبرد کرتے وقت اور مشیرنامہ بناتے وقت مجھے ازخود سامنے سے ہٹا دیتا تھا تاکہ میری ایمانداری کا بھرم بھی قائم رہے اور وہ اپنی من مانی بھی کر سکے۔

اس ڈیڑھ ماہ کے عرصے میں یہ بات بھی میرے علم میں آ گئی کہ بخاری کی واقفیت انڈر ورلڈ کے کچھ گاڈ فادرس (God Fathers) سے بھی تھی' وہ درپردہ ان کی مدد بھی کرتا تھا اور کاروبار میں ان کے ساتھ کسی طے شدہ حصہ کا پارٹنر بھی تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ بے دھڑک کام کرنے کا عادی تھا' رحیم الدین بھی اس مذموم کاروبار میں تجمل بخاری کے برابر کا شریک تھا۔

ڈیڑھ ماہ کے عرصے میں مَیں نے بخاری کے ساتھ مل کر چار پانچ نہایت کامیاب کیس کئے' میں یادداشت سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے اس بات کا مطلق علم نہیں کہ بخاری نے ان کیسز میں کیا کمایا اور کس قدر ہیرا پھیری کی۔ میں انونٹری (Inventory) اور مشیرنامہ بنتے وقت اِدھر اُدھر ہو جاتا تھا تاکہ قسم کھانے اور حلف اٹھانے کی گنجائش رہے لیکن میرا خیال ہے کہ ان کیسز میں بخاری نے کم از کم پچھتر لاکھ کی رقم مجرموں سے اینٹھی ہو گی' جو سامان خردبرد کیا وہ علیحدہ تھا۔

بخاری کی وجہ سے رحیم الدین سے میرے مراسم بڑھنے لگے۔ اس نے خاص طور پر دو کیسز میں مجھے تعریفی اسناد اور انعام کے لئے بھی اوپر رکمنڈ کیا اور ذاتی طور پر بھی مجھے تعریفی سرٹیفکیٹس سے نوازا تھا۔ بخاری ہر کیس کے بعد مجھ سے ایک بات ضرور کہتا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

"سمندر کی طرح انسان کی زندگی میں بھی مدوجزر پیدا ہوتا رہتا ہے اس لئے میں تمہارا حصہ بڑی ایمانداری سے محفوظ کرتا جا رہا ہوں' جب بھی تم چاہو گے وہ رقم تمہیں صرف چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر مل جائے گی۔"

"لیکن تم نے پہلے تو کچھ اور کہا تھا۔" میں بے تکلفی سے اس کو یاد دلاتا۔ "تم نے کہا تھا کہ میرے حصے کی رقم تم اور باس برابر بانٹ لیا کرو گے۔"

"وہ صرف مذاق تھا لیکن یہ بات میں بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں' تمہارا حساب کتاب علیحدہ ہے۔" وہ مجھے معنی خیز انداز میں اکسانے کی کوشش کرتا کہ میں بھی اپنی قسم توڑ کر اس کے ساتھ حصوں کے لین دین میں شریک ہو جاؤں۔

"شاید اس زندگی میں ایسا ممکن نہ ہو گا۔" میں بڑے اعتماد سے جواب دیتا۔

ڈیڑھ ماہ کے عرصے میں دو بار میری ملاقات جھرنا سے بھی ہو چکی تھی لیکن اس کے لئے مجھے کرنل کی کوٹھی پر نہیں جانا پڑا تھا' دونوں ملاقاتیں آفیسرز کلب میں ہوئیں۔ ان دونوں موقعوں پر بخاری میرے ساتھ تھا اس لئے جھرنا کو مجھ سے کھل کر بات کرنے کا موقع نہیں ملا لیکن میں نے کلب میں جھرنا اور دوسرے ممبران کے درمیان بے تکلفی سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ بے شرمی کے راستوں پر بہت آگے نکل چکی تھی۔ جب جب ہماری نگاہیں آپس میں چار ہوتیں وہ پلکوں کی ایک ایک جنبش سے شکوہ و شکایت شروع کر دیتی۔

بخاری نے اتنی جلدی مجھ سے بے تکلیف پیدا کی تھی کہ کبھی کبھی مجھے خود بھی تعجب ہوتا تھا' وہ ہر بات مجھ سے کھل کر کرنے لگا تھا' ہر طرح سے میرا خیال رکھتا تھا۔ خاص طور پر میں اس بات پر اس کا شکر گزار بھی تھا کہ اس نے میری ایمانداری کا بھرم قائم رکھنے میں ہر اعتبار سے میری مدد کی تھی' یہ اور بات ہے کہ اس میں اس کا مفاد بھی شامل تھا۔

بہرحال ہمارے درمیان دوستی اور اعتماد کی فضا بحال ہوئی تو میرے ذہن سے وہ خطرات بھی نکل گئے جن کا احساس سروش نے دلایا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس عرصے میں جوگی سیتارام کی پُراسرار شخصیت نے بھی میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا لیکن یہ سب کچھ میرا وہم تھا۔ کاش میں اس بات کو جان لیتا کہ میں جن شاہراہوں کے اوپر ہنستا مسکراتا قدم اٹھا رہا تھا ان کے نیچے میرے لئے ایک خطرناک اور ناقابلِ یقین الاؤ بھی دہک رہا تھا جس کے

بھڑکتے ہوئے شعلے مجھے اپنی لپیٹ میں لینے کی خاطر تیزی سے لپک رہے تھے۔

مجھے نو جولائی کا وہ دن آج بھی روزِ اوّل کی طرح یاد ہے جب میری زندگی میں ایسا بھونچال آیا جس کی یادیں آج بھی مجھے کانپ اٹھنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اس دن میں تین روز بعد ایک بڑا کیس نپٹا کر تھکا ماندہ گھر لوٹا تھا' اس کیس میں بخاری نے ایک موٹی آسامی پر ہاتھ ڈالا تھا جو شروع شروع میں تو بہت اچھلا کودا تھا' اس نے مجھے اور بخاری دونوں کو خطرناک انجام سے دوچار کر دینے کی قسم کھائی تھی لیکن پھر بخاری نے جو شکنجہ استعمال کیا اس میں پھنسنے کے بعد اس نے اپنی زبان تو بند کر لی تھی لیکن اس کی آنکھیں آخری وقت تک شعلے اگلتی رہی تھیں۔

میں تین روز سے ایک پل کے لئے بھی سو نہ سکا تھا' اس لئے جلیل کے بے حد اصرار کرنے پر زبردستی دو چار لقمے حلق کے نیچے اتارے پھر اپنی خواب گاہ میں جا کر لباس تبدیل کئے بغیر ہی اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ مجھے اس بات کا بھی مطلق علم نہیں ہوا کہ جلیل کس وقت گیا' اس کے پاس باہر کے دروازے کی ایک چابی موجود تھی اس لئے غالباً وہ مجھے اپنے جانے کی اطلاع دینے کی کوشش میں ناکام ہو کر خاموشی سے رخصت ہو گیا تھا' میں گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا جب مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کئی افراد مل کر میرے اپارٹمنٹ کا دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

میں کچی نیند سے ہڑبڑا کر اٹھا' وہ میرا وہم نہیں تھا' میرے اپارٹمنٹ کے دروازے کو بڑی شدت سے پیٹا جا رہا تھا' میں لپکتا ہوا دروازے کے قریب گیا۔

"کون ہے ..... کیا مصیبت آ گئی ہے؟" میں نے بلند آواز سے دریافت کیا تو دوسری جانب سے دروازے پر ضربیں لگانی بند کر دی گئیں۔

"دروازہ کھولو۔" باہر سے کسی نے گرج کر کہا۔

"تمہیں کس سے ملنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں پولیس انسپکٹر ہوں۔" اس بار تحکمانہ لہجے میں جواب ملا۔ "دروازہ کھولو' ہمیں تمہارے اپارٹمنٹ کی تلاشی لینی ہے۔"

میں ایک لمحے کو گڑبڑا گیا' میرے ذہن میں اس خطرناک مجرم کا تصور ابھر آیا جسے بخاری نے اپنے شکنجوں میں جکڑ کر بے بس کیا تھا' اس کے کیس پیپرز میں بھی بخاری نے کوئی ہیرا پھیری نہیں کی تھی البتہ دو لاکھ کی رقم اینٹھنے کے بعد اسے درمیان سے نکال دیا

aazzamm@yahoo.com

تھا' اس کا ذکر بھی مجھ سے بعد میں کیا گیا تھا۔ بخاری نے کہا تھا۔

"وہ شخص جو اس قدر اچھل کود رہا تھا ایک سابق ڈیفنس سیکرٹری کا سالا ہے اور بہنوئی کے تعلقات کی آڑ لے کر بہت عرصے سے لمبے لمبے ہاتھ مار رہا تھا' میں کئی بار اسے نظرانداز کر چکا تھا لیکن آج اس کی موت ہی آئی تھی جو میرے آنگڑے میں پھنس گیا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے اسے چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ ایسے افراد وقتی طور پر گلوخلاصی کے لئے قدموں پر بھی گر جاتے ہیں لیکن بعد میں بڑی چیخ و پکار کرتے ہیں۔"

"میں نے اسے بہت سستے داموں چھوڑ دیا ہے۔" بخاری لاپرواہی سے مسکرا کر بولا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ اب وہ اچھل کود کرنے کی حماقت کرے گا۔ دو لاکھ کی حقیر رقم اس موٹے مرغے کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی' البتہ یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ وہ اپنے دونوں ساتھیوں کو چھڑانے کی خاطر ضرور ہاتھ پیر مارے گا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا ہی اندازہ درست ثابت ہو۔" میں نے دو لاکھ والی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"سو فیصد درست ثابت ہو گا۔" بخاری نے بڑے یقین سے کہا۔ "میں نے اس کے سامان میں کوئی خردبرد نہیں کی اس لئے وہ دو لاکھ کا بوجھ بڑی آسانی سے برداشت کر لے گا۔ تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ عین ممکن ہے کہ یہ کیس عدالت میں جانے سے پہلے ہی غتربود ہو جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"باس ایسے افراد کو ہمیشہ احسانوں کے بوجھ تلے دبا دیتا ہے جن کی جڑیں مضبوط اور دور تک پھیلی ہوں۔ میں جس ڈیفنس سیکرٹری کی بات کر رہا ہوں وہ ہماری موجودہ حکومت کا بھی ایک اہم رکن ہے۔"

میرے ذہن میں بخاری کی باتیں گونج رہی تھیں جب دروازے کو زور سے ٹھوکر مار کر دوبارہ اسے کھولنے کا حکم دیا گیا۔ میں نے جھلا کر دروازہ کھولا تو ایک باوردی انسپکٹر تین مسلح سپاہیوں کے ساتھ دندناتا ہوا اندر گھس آیا' باہر گیلری میں قرب و جوار میں رہنے والے کچھ پڑوسی بھی جمع ہو چکے تھے۔ "تمہارا نام آذر ہے؟" پولیس انسپکٹر نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"جی ہاں۔"

"آبکاری و محصولات کے محکمے سے تعلق ہے تمہارا؟" دوسرا سوال بھی حقارت سے کیا گیا۔

"جی ہاں لیکن آپ حضرات....."

"میرے پاس باقاعدہ سرچ وارنٹ ہے۔" انسپکٹر نے مجھے بڑی رعونت سے جھڑک دیا۔ "تم نے جس شخص سے دو لاکھ کی رقم بطور رشوت لی ہے اس نے تمہارے خلاف باقاعدہ پرچہ کرا دیا ہے۔"

"یہ سراسر بکواس ہے۔" میں نے تلملا کر اپنی صفائی پیش کی۔ "میں نے اپنی پوری ملازمت کے دوران ایک پیسہ بھی کسی سے لینے کی کوشش نہیں کی۔"

"جو شخص بھی پکڑا جاتا ہے وہ تمہاری ہی طرح ایمانداری کی قسمیں کھانی شروع کر دیتا ہے۔" انسپکٹر نے حقارت سے کہا۔ "ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری ایمانداری کا دعویٰ کہاں تک درست ہے۔"

میں نے کسی مجسٹریٹ کی موجودگی کے بغیر تلاشی لینے پر احتجاج کیا لیکن انسپکٹر اپنے سپاہیوں کو اشارہ کر چکا تھا جنہوں نے میرے اپارٹمنٹ کا سامان کھنگالنا شروع کر دیا تھا۔ انسپکٹر میرے ساتھ کھڑا مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا' میں نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ میرے ہاتھ صاف تھے' مجھے اپنے آپ پر اعتماد تھا' مجھے یقین تھا کہ انہیں تلاشی مکمل کرنے کے بعد خفت کا سامنا کرنا ہو گا۔

بیس پچیس منٹ تک وہ بڑی بے دردی سے میرے سامان کو الٹتے پلٹتے رہے پھر ایک سپاہی نے میرے کوٹ کی تلاش لینی شروع کی جو ہینگر پر لٹکا تھا' معاً ایک شبہ میرے ذہن میں گہری سرعت سے ابھرا' میں سپاہی کی طرف تیزی سے لپکا لیکن وہ اتنی دیر میں اپنا کام دکھا چکا تھا' اس کا ہاتھ میرے کوٹ کی اندرونی جیب سے باہر برآمد ہوا تو اس میں ہزار روپے کے نوٹوں کی پوری گڈی موجود تھی' میرا سر چکرا کر رہ گیا' میرے ساتھ دھوکا ہوا تھا' انہوں نے مجھے پھانسنے کے لئے جعلسازی کا جال بچھایا تھا۔ نوٹوں کا وہ چارہ مجھے پھانسنے کے لئے وہ اپنے ساتھ ہی لائے تھے۔

"سر!" پولیس مین نے انسپکٹر کی طرف نوٹوں کی گڈی بڑھاتے ہوئے اپنی ٹھٹیا کارکردگی پر مصنوعی خوشی کا اظہار کیا۔ "یہ رہی مطلوبہ رقم۔"

"گڈ۔" انسپکٹر نے کہا پھر مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولا۔ "اب تم اپنی

aazzamm@yahoo.com

صفائی میں کیا کہو گے؟"

"تم نے مجھے کسی کے کہنے پر دھوکے سے ٹریپ کیا ہے۔" میں نے خون کا گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔ "یہ گڈی میرے کوٹ کی جیب سے برآمد نہیں ہوئی' تم اسے اپنے ساتھ لائے تھے' یہ سراسر زیادتی ہے' بددیانتی ہے۔"

میں اپنی صفائی میں احتجاج کرتا رہ گیا لیکن انسپکٹر نے باہر سے موقع کے دو گواہ بلا کر ضروری کارروائی مکمل کرنے میں بھی بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ گواہ بھی اسی کے مخصوص آدمی رہے ہوں گے۔

"انسپکٹر!" میں نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔ "تم نے اپنی وردی کے ساتھ بھی غداری کی ہے لیکن میں تمہیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

میں نے کرنل کمال بنرجی کو فون کرنا چاہا' جھرنا سے بات ہو جاتی تو وہ بھی میری مدد کو ضرور تیار ہو جاتی لیکن انسپکٹر نے مجھے فون کرنے کی اجازت نہیں دی' سپاہیوں نے اس کے اشارے پر میرے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈال دی' میں چیختا چلاتا رہ گیا۔

تھانے میں مجسٹریٹ بھی موجود تھا جس نے کاغذات پر اپنے دستخط اور مہر لگا کر میرے تابوت پر آخری کیل بھی ٹھونک دی' اس نے بھی کاغذات پر دستخط کر کے جائے وقوعہ پر اپنی جھوٹی موجودگی ظاہر کر دی تھی گویا جو کچھ ہوا تھا وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا تھا' کہیں اوپر سے ملنے والے احکامات نے ان سب کو ضمیر فروشی پر مجبور کر دیا تھا۔

"سر!" میں نے براہِ راست مجسٹریٹ سے کہا۔ "میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سراسر دھاندلی ہے۔"

"تم کو جو کچھ کہنا ہے' جو صفائی پیش کرنی ہے وہ عدالت کے روبرو پیش کرنا۔" راشی مجسٹریٹ نے سپاٹ لہجے میں ایک رٹا رٹایا جواب دیا پھر دیگر ضروری کاغذات کی خانہ پُری کر کے چلا گیا۔

مجسٹریٹ کے جانے کے بعد انسپکٹر اور اس کے عملے کے افراد نے میرے ساتھ وہی برتاؤ کیا جس کے احکامات انہیں پہلے سے مل چکے تھے' مجھے گندی گندی غلیظ اور ناقابل برداشت گالیوں سے نوازا گیا' جوتوں اور ٹھوکروں سے میری تواضع کی گئی' مجھے ننگا کر کے کھردرے فرش پر اِدھر اُدھر گھسیٹا گیا' میرے سر کے بالوں کو بڑی بے دردی سے نوچا گیا'

میرے منہ پر تھوکا گیا' میرے گالوں پر تھپڑ اور گھونسوں کی بارش کی گئی' میں تڑپتا رہا' احتجاج کرتا رہا' بلبلاتا رہا لیکن پولیس کے وہ فرضی ایماندار کارندے مجھ پر بے ایمانی کا جھوٹا الزام لگا کر ڈنڈے برساتے رہے' تھرڈ ڈگری کے مختلف طریقے آزماتے رہے' مجھے برف کی سل پر ننگا لٹا کر میرے پیروں کے تلوؤں پر بید سے شدید ضربیں لگائی گئیں پھر اسی نازک حالت میں اٹھا کر جبراً دوڑایا گیا۔ یہ حربہ شدید ضربوں کے نشانات کو چھپانے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

"انسپکٹر!" میں نے نڈھال ہو کر کہا۔ "اللہ سے ڈرو' ایک دن تمہیں اسے بھی منہ دکھانا ہو گا۔"

"اس سے پہلے مجھے اپنے بڑے افسروں کو بھی منہ دکھانا ہے۔" وہ زہرخند سے بولا۔ "قیامت جب آئے گی تب دیکھا جائے گا۔"

"لیکن مجھے معلوم تو ہو کہ آخر مجھے کس بات کی سزا دی جا رہی ہے۔" میں نے ہانپتے کانپتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو ہمیں بھی پتہ نہیں میری جان!" ایک ہٹے کٹے سپاہی نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔ "ہم حکم کے بندے ہیں' آرڈر کی تعمیل کر کے خالص حلال کی روٹی کھاتے ہیں۔"

تھوڑی دیر ستانے کے بعد وہ دوبارہ میری دھنائی کٹائی میں مشغول ہو گئے۔ میرے اوپر ایمانداری کے عوض ظلم کے پہاڑ توڑے گئے' میری کربناک چیخیں در و دیوار سے ٹکراتی رہیں لیکن ان ظالموں کو میری حالت پر رحم نہ آیا پھر جب میری حالت نازک ہو گئی' مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی تو دو سپاہیوں نے ڈنڈا ڈولی کر کے مجھ حوالات کے ننگے فرش پر ڈال کر لاک اپ کر دیا۔

☆------☆------☆

گرفتاری کے دوسرے دن مجھے عدالت میں پیش کر کے دس دن کا ریمانڈ حاصل کر لیا گیا۔ میں بہت چیخا چلایا' میں نے جیل کسٹڈی کے لئے درخواست کی لیکن وہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ انہوں نے میرے سلسلے میں اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ بہرے ہو گئے تھے' گونگے ہو گئے تھے' تھانے لا کر مجھے پھر اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں مجھ پر تھرڈ ڈگری کے اذیتناک مظالم توڑے جاتے تھے' مجھے بار بار ہوش میں لایا جاتا' میری

aazzamm@yahoo.com

طبیعت بحال کرنے کی خاطر وہ مجھ سے دل لگی کی فحش باتیں کرتے پھر جب ذرا میرے ہوش ٹھکانے آتے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مشینی انداز میں چلنے لگتے' رات ہوتی تو مجھے لاک اپ میں ننگے فرش پر ڈال دیا جاتا۔

دو دن گزر گئے۔ میرا خیال تھا کہ دفتر کے عملے کی طرف سے کوئی نہ کوئی مدد کو ضرور آئے گا لیکن کسی نے بھی آنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ تیسرے دن ایک اکسائز آفیسر مجھ سے ملنے آیا۔ مجھے اندھیرے میں امید کی ایک مدھم سی کرن نظر آئی لیکن جب اس نے ملاقاتی کمرے میں پولیس انسپکٹر کے سامنے ایک سیل بند لفافہ تھما کر اس کی رسید پر دستخط کرنے کو کہا تو میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا' میں نے لرزتے ہاتھوں سے بمشکل لفافہ کھولا۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا' مجھے فوری طور پر ملازمت سے معطل کر دیا گیا تھا۔

"یہ زیادتی ہے سر!" میں نے اپنے آفیسر سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی۔ "مجھ پر جھوٹا کیس بنایا گیا ہے۔ میں نے کسی سے رشوت نہیں لی۔"

"اس کا فیصلہ اب عدالت ہی کرے گی لیکن باس کو تم دونوں سے اس گھٹیا حرکت کی امید نہیں تھی۔" اس نے نظریں بدل کر کہا۔ "تمہاری حرکتوں نے محکمے کی ساکھ کو خراب کرنے کی غلطی کی ہے' دوسرے کو اس کا انعام قدرت کی جانب سے مل گیا' اب تمہاری باری ہے۔"

"دوسرا کون.....؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تجمل بخاری۔" آفیسر نے بدستور نفرت سے جواب دیا۔ "ایک لاکھ کی رقم اس کی لاش سے بھی برآمد ہو چکی ہے۔"

"لاش....." میں حیرت سے اکسائز آفیسر کا منہ تکنے لگا۔

"ہاں۔" اس نے بدستور سخت لہجے میں کہا۔ "وہ ایک لوڈنگ ٹرک سے ٹکرا کر حادثے میں جان بحق ہو گیا' پولیس نے تفتیش کے دوران اس کی جیب سے وہ نصف رقم بھی برآمد کر لی جو تم دونوں نے بانٹی تھی۔"

"یہ جھوٹ ہے سر!" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "میں نے اپنی تمام زندگی میں کبھی کسی سے حرام کی ایک پائی' ایک ٹکا بھی نہیں لیا۔"

"اب ان فضول باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہو گا' تم نے جو کیا ہے اب اس کی سزا

بھی تمہیں کو بھگتنی پڑے گی۔"

اکسائز آفیسر رسید پر میرے دستخط لے کر واپس چلا گیا۔ بخاری کی موت کی اطلاع سن کر مجھے تعجب ہوا' پھر ایک خیال میرے ذہن میں ابھرا تو مجھے ہنسی آ گئی۔ بخاری طبعی موت نہیں مرا تھا۔ ایک حادثے کا شکار ہو گیا تھا اور میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ حادثہ بھی کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پیش آیا ہو گا۔ جو بااثر لوگ مجھے بے گناہ رشوت کے گھناؤنے الزام میں پھنسا سکتے تھے وہ بخاری کو بھی مروانے سے باز نہیں آئے ہوں گے۔ بخاری کو اس کے کئے کی سزا ملی تھی' میں اس کے ساتھ کیس میں شامل تھا اس لئے میں بھی جال میں پھنس گیا تھا۔ بخاری کا جرم سنگین تھا اسے موت کی نیند سلا دیا گیا' اس کے انڈر گراؤنڈ ورلڈ کے گاڈ فادرس بھی اس کی مدد کو نہ آ سکے۔ سارے تعلقات دھرے کے دھرے رہ گئے۔ رحیم الدین نے بھی آنکھیں پھیر لی ہوں گی' اسے بخاری سے زیادہ اپنی ملازمت پیاری ہو گی۔ محکمے میں بہت سارے انسپکٹر' بخاری سے پرخاش رکھتے تھے' اب سب نے سکون کا سانس لیا ہو گا' ان کے درمیان بخاری کی خالی جگہ حاصل کرنے کی خاطر رسہ کشی شروع ہو گئی ہو گی۔ میں اپنی ایمانداری کے جرم کی پاداش میں جیل میں بے یار و مددگار پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔

"کس بات پر مسکرا رہا ہے؟ ..... کی اولاد۔" انسپکٹر نے مجھے ٹھوکر مار کر گندی گالی دی تو میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا۔

"صاحب!" ایک سپاہی نے کہا۔ "یہ آپ کو آنکھیں دکھاتا ہے۔"

"لے جاؤ حرامی کو اٹھا کر ڈرائنگ روم میں۔" انسپکٹر نے زہرخند سے کہا۔ "اس کے لنچ کا وقت ہو رہا ہے' پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔"

انسپکٹر کے اشارے پر وہ مجھے ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے پھر اسی عقوبت خانے میں لے گئے جہاں دوسرے مجرموں پر پہلے سے ظلم توڑا جا رہا تھا۔ تین چار مسٹنڈے قسم کے سپاہیوں نے پھر میرے صبر کو آزمانا شروع کر دیا' مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی تو انہوں نے ہاتھ روک لئے۔

اس رات میں لاک اپ میں پڑا موت کی دعائیں مانگ رہا تھا جب کسی کے زور زور سے قہقہہ لگانے کی آواز سن کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ جو دیوانہ مجھے پہلے روز دفتر جاتے وقت ملا تھا اس وقت میرے برابر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا میری خستہ حالت پر

aazzamm@yahoo.com

قہقہے لگا رہا تھا۔ میرے کانوں میں جلیل کی کہی ہوئی بات گونجی تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے پہلے روز جس بھونچال کا ذکر کیا تھا وہ میری زندگی میں آ چکا تھا۔

"اود بلاؤ کی طرح آنکھیں پھاڑے کیا گھور رہا ہے؟" اس نے مجھے گھور کر کہا۔ "آنکھیں موند لے' کانوں میں روئی ٹھونس لے' دمادم کے نعرے لگایا کر۔"

"میں بے قصور ہوں ملنگ بابا!" میری آواز رندھ گئی۔ "تم میرے لئے زندگی کی دعا نہیں مانگ سکتے ہو تو اپنے معبود سے میری موت کی سفارش کر دو' میں ذلت اور رسوائی کی زندگی لے کر کروں گا بھی کیا؟"

"بغلیں بجانا ..... بغلیں۔" دیوانہ آنکھیں نکال کر بولا پھر اپنے بڑھے ہوئے ناخنوں سے جھاڑ جھنکار ڈاڑھی میں الٹی کنگھی کرنے لگا' اس کے وجود سے تعفن پھوٹ رہا تھا لیکن کوئی بات ضرور تھی کہ اس کے قرب کا احساس مجھے بھلا لگ رہا تھا' میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"مجھ سے بھول ہو گئی تھی ..... مجھے تمہاری بات مان لینی چاہئے تھی' میں الٹے قدموں واپس چلا جاتا تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔"

جواب میں وہ اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے گھورنے لگا جیسے میری بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ تھانے کے باہر اس وقت بھی دو مسلح پہرے دار موجود تھے لیکن انہوں نے ملنگ پر کوئی توجہ نہیں دی۔ شاید انہیں وہاں اس کی موجودگی کا سرے سے علم ہی نہیں تھا۔ جلیل نے یہی کہا تھا کہ وہ ایک وقت میں کسی ایک خوش نصیب کو نظر آتا ہے۔ اس کے ہونٹوں سے جو بات نکلتی ہے وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے۔

میں نے بزرگوں سے بھی یہی سنا تھا کہ اللہ کے محبوب اور برگزیدہ بندے کھل کر کسی کو قسمت یا غیب کا حال نہیں بتاتے' اشاروں کنایوں میں ان کی رہبری اور رہنمائی کرتے ہیں۔ ملنگ نے بھی میری خضر منزلت کرنے کی کوشش کی تھی' اس نے کہا تھا کہ میں جدھر سے آیا ہوں ادھر ہی الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤں' میں اس کی بات کا مفہوم نہ سمجھ سکا اور اب میری زندگی میں وہ بھونچال آ چکا تھا اس نے جس کی نشاندہی کی کوشش کی تھی۔

ملنگ مجھے دیوانوں کی طرح پھٹی پھٹی نظروں سے گھورتا رہا پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر بڑی

رازداری سے بولا۔

"مجھے اسی نے دھکا دے کر تیری طرف بھیجا ہے جس نے تیری حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔"

"تم ..... تم کس کی بات کر رہے ہو؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"وہی ..... جس نے تجھے ہتھیلی لگا رکھی ہے۔" ملنگ نے بائیں آنکھ جھپکائی پھر دونوں ہاتھ سے سر کے لمبے لمبے بال کھجلانے لگا' اس کی نگاہوں میں وحشت ہی وحشت نظر آ رہی تھی۔

"میں سمجھا نہیں بابا!" میں نے رقت بھرے لہجے میں کہا۔ "تمہیں خدا کا واسطہ جو کچھ کہنا ہے کھل کر کہہ دو۔"

"دم سلامت ..... غم سلامت ..... حق ہُو ..... حق ہُو ..... حق ہُو ..... ہُو حق۔"

ملنگ نے حق ہُو اور ہُو حق کے بلند نعرے لگانے شروع کر دیئے' اس کی آواز صرف مجھے سنائی دے رہی تھی۔ پہرے پر موجود سنتریوں نے اس کے ہُو حق کے نعروں پر بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"مجھے اپنے ساتھ لے چلو بابا!" میں نے گڑگڑانا شروع کر دیا۔ "تم نے میری رہنمائی نہ کی تو میں بھٹک جاؤں گا۔"

"انتظار کر لے چڑی کے غلام۔" اس نے دیدے پھاڑ کر مجھے وحشت بھری نظروں سے گھورا پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔ "وہ ضرور آئے گا۔ ابھی اپنے آنے پائی کے حساب میں الجھا ہے ..... تولہ ..... ماشہ ..... رتی ..... کیا سمجھا؟"

"میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "تم میرے سر پر ہاتھ رکھ دو۔"

"اسی نے رکھا ہے ..... اس کا انتظار کر۔" اس نے میرے اور قریب کھسک کر بڑی رازداری سے کہا۔ "قلابازی کھا گیا تو آنتیں باہر آ جائیں گی' اوندھے منہ نابدان میں گرے گا ..... حق ہُو ..... حق ہُو ..... ہُو حق۔"

وہ اپنی زبان میں باتیں کر رہا تھا' میں الجھ گیا۔

"تم کھل کر باتیں نہیں کر سکتے تو تم بھی چلے جاؤ' میرے مقدر میں جو لکھا ہے وہ میں اکیلا بھگت لوں گا۔"

aazzamm@yahoo.com

"ٹھوکر کھا کر گرے گا ..... آگے اندھیرا ہے ..... ہش۔" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر عجیب پُراسرار انداز میں کہا' اس کی آنکھیں حلقوں میں تیز تیز گردش کر رہی تھیں۔ خاصی دیر تک وہ ہونٹوں پر انگلی جمائے دیدے نچاتا رہا پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "بندر کے بجائے مچھندر ہو جا ..... دُم دبا کر دُم سادھ لے ..... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' اسے رحم طلب نظروں سے گھورتا رہا کہ شاید وہ میری آنکھوں کے ذریعے میرا حال سمجھ لے۔

"دیدے پھاڑ رہا ہے ..... کٹ کھنے لنگور۔" وہ پھر حلق پھاڑ کر قہقہے بلند کرنے لگا پھر اچانک اس نے دونوں ہاتھ منہ پر جما کر خاموشی اختیار کر لی اور نظریں گھما گھما کر اس طرح اطراف کا جائزہ لینے لگا جیسے کسی خطرے کی بو سونگھ رہا ہو۔

"تم کیا تلاش کر رہے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"آنکھ بند کر لے ..... گھٹنے سکیڑ کر دبک جا ..... آندھی آ رہی ہے ..... کالی آندھی ..... حق ہُو ..... ہُو حق۔" اس نے مدھم آواز میں کہا پھر دوسرے ہی لمحے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

اس کی آمد بلامقصد نہیں تھی' خدا کا وہ نیک بندہ پھر میری رہنمائی کو آیا تھا لیکن میری بدنصیبی کہ میں اس کے اشاروں کو نہ سمجھ سکا۔ دیوانے کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک اس کی باتوں پر غور کرتا رہا' کروٹیں بدلتا رہا پھر نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں کرب کی کیفیتوں سے وقتی طور پر آزاد ہو گیا۔

دوسری صبح مجھے حسب دستور ایک بھنگی نے ٹھوکر مار کر جگایا' مجھے ناشتے میں کئی روز کی باسی اور بدبودار روٹی دی گئی۔ ایک مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن میں بغیر دودھ کی چائے ملی جو میں کسی نہ کسی طرح زہر مار کر گیا۔ اس روز ایک ڈاکٹر مجھے دیکھنے آیا جس نے میرے زخموں پر دوائیں لگائیں پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

میرا خیال تھا کہ ٹھیک دس بجے پھر دو تین جلاد کسی مردہ جانور کی طرح مجھے گھسیٹتے ہوئے اسی عقوبت خانے میں لے جائیں گے جہاں مجھے ناقابل برداشت اذیتوں سے دوچار کیا جائے گا لیکن خلاف معمول گیارہ بجے تک کسی نے میرے لاک اپ میں جھانکنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی' دوپہر کو مجھے جو کھانا ملا وہ بھی دوسرے دنوں کے مقابلے میں

قدرے بہتر تھا لیکن شاید کوئی فقیر بھی اسے کھانے سے انکار کر دیتا۔ میں اس تبدیلی پر حیران تھا۔

دو دن اور گزر گئے' میرے ساتھ مار پیٹ کا سلسلہ بند کر دیا گیا تھا' پولیس کا ڈاکٹر باقاعدگی سے آ کر میرے زخموں کا معائنہ کرتا رہا۔ وہ مجھے کیوں زندہ رکھنا چاہتے تھے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ پھر جس روز مجھے ریمانڈ کی مدت ختم ہونے کے بعد عدالت میں پیش کیا جانے والا تھا اس سے ایک دن پیشتر شام کے کوئی چھ بجے دو سپاہیوں نے مجھے ہتھکڑی بیڑی پہنا کر لاک اپ سے نکالا' میرا جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند دُکھ رہا تھا' سارے جسم میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن میں ان کے ساتھ ہمت کر کے قدم اٹھاتا رہا۔ ایسا نہ کرتا تو وہ پھر مجھے کسی ردی کی بوری کی مانند بے دردی سے زمین پر گھسیٹنا شروع کر دیتے۔

لاک اپ سے نکال کر مجھے تھانے کے باہر لایا گیا جہاں پولیس کی ایک وین کھڑی تھی۔ آٹھ روز بعد مجھے کھلے آسمان کے نیچے صاف ستھری فضا میں سانس لینے کا موقع ملا تو یوں لگا جیسے میں کسی نئی دنیا میں آ گیا ہوں۔ میں لمبی لمبی سانس لینے لگا' مجھے فرحت کا احساس ہو رہا تھا لیکن سپاہیوں نے زیادہ موقع نہیں دیا' تھانے سے ایک باوردی انسپکٹر نکل کر باہر آیا تو اس کے اشارے پر مجھے وین کے پچھلے حصے میں ناہموار تختے پر ڈال دیا گیا۔ نشستوں پر دونوں جانب چار سنگین بردار سپاہی بیٹھے تھے۔ مجھے ان کی حرکتوں پر ہنسی آ رہی تھی' میں ہتھکڑی بیڑیوں میں قطعی بے بس تھا لیکن وہ پوری طرح محتاط تھے۔ یہ بات بھی میرے لئے پریشان کُن تھی کہ شام کے چھ بجے وہ مجھے کہاں لے جا رہے تھے؟

"کیا بخاری کی طرح انہوں نے مجھے بھی ٹھکانے لگانے کا کوئی خطرناک منصوبہ تیار کر لیا تھا؟" میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا تو میری رگوں میں دوڑتے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ مجھے دادا جان کی باتیں یاد آنے لگیں۔ انہوں نے میری ماں سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ شامل رکھیں گے مگر ان کا سایہ بھی تادیر قائم نہ رہ سکا۔ میرے نام کی تبدیلی کے سلسلے میں بھی انہوں نے گول مول باتیں کی تھیں مگر یہ بات بڑے وثوق سے کہی تھی کہ میری عمر طویل ہو گی۔ میری مرحوم والدہ کی تشویش پر یقین دلاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں مجھ پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے لیکن وہ پٹنہ سے روانگی کے کچھ دنوں بعد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ میں بھری دنیا میں تنہا رہ گیا۔

aazzamm@yahoo.com

میں بڑی دیر تک دادا جان کو یاد کرتا رہا پھر اچانک میرے تصور میں جوگی سیتارام کا خیال ابھرا' اس نے بھی کہا تھا کہ دادا جان کی تسبیح کی کرامات تھی جس نے ڈاکوؤں کو میرے سلسلے میں اندھا کر دیا تھا۔ تسبیح میرے گلے میں نہ ہوتی تو میں بھی والدین کی بے گور و کفن لاشوں کے درمیان کہیں خون میں لت پت پڑا ہوتا۔ میرے والد کا خیال تھا کہ دادا جان مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' ایسا نہ ہوتا تو انہوں نے وہ تسبیح میرے گلے میں نہ ڈالی ہوتی۔ انہیں شاید پہلے سے اپنی موت کا بھی علم ہو رہا ہو گا جو وہ میری سالگرہ کے فوراً بعد پٹنہ سے چلے گئے تھے' وہ زندہ ہوتے تو شاید میرے کسی کام آتے۔

جوگی سیتارام بھی یقیناً کوئی پہنچا ہوا آدمی تھا جس کو میرے ماضی کی ایک ایک بات معلوم تھی۔ اس نے میرے لئے اب تک جو کچھ کہا تھا وہ سچ ہوتا چلا آ رہا تھا۔ مجھے اپنے کردار پر بڑا ناز تھا لیکن جھرنا کے قرب اور اس کے حسن کی حشر سامانیوں نے مجھے گناہ کی عمیق گہرائیوں میں دھکیل دیا تھا۔ میری ایمانداری کا بھرم بھی اس کے کہنے کے مطابق خاک میں مل چکا تھا۔ تجمل بخاری مارا جا چکا تھا' اسے ایک ہی جھٹکے میں رہائی مل گئی تھی' میں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہا تھا۔

مجھے اپنی حالت زار پر ہنسی بھی آ رہی تھی اور رونا بھی' یہ خیال بھی مجھے پریشان کر رہا تھا کہ اگر انہیں مجھے موت کے حوالے کرنا تھا تو پھر اتنی اذیتیں دینے کی کیا ضرورت تھی' ایک سیسہ پلائی ہوئی گولی ہی میرے وجود کا قصہ پاک کر دیتی' انہیں بھی اتنے پاپڑ نہ بیلنے پڑتے' میں بھی ایک جھٹکے میں زندگی کی قید و بند سے نجات حاصل کر لیتا۔

معاً میرے ذہن میں جوگی سیتارام کا ایک جملہ ابھرا' اس مہان جوگی نے کہا تھا۔ "جب تیرے اوپر کوئی بپتا پڑے' بچاؤ کا کوئی راستہ نہ ہو' ہر طرف گھور اندھیرا پھیلا ہو اور دم گھٹ رہا ہو تو سچے من سے مجھے یاد کر لینا' میں تیری سہائتا کو ضرور آؤں گا۔" اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ "آج جوگی سیتارام تیرے پاس چل کر آیا ہے لیکن کل ایسا نہیں ہو گا۔ کل تجھے اس مہان جوگی کی یاد ستائے گی' یاد رکھ' تجھے میرے چرنوں کے سوا کہیں اور شرن (پناہ) نہیں ملے گی۔"

میں ابھی سیتارام کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وین کی رفتار بتدریج کم ہونے لگی پھر وین رکی اور انجن کی آواز ختم ہو گئی تو میں یہی سمجھ گیا کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا

ہے' میرے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہونے لگیں' میرے پاس وقت کم تھا' مجھے اپنی زندگی کے بارے میں اب ایک آخری فیصلہ کرنا تھا' میں نے سوچا — کیوں نہ جوگی سیتارام کو یاد کر کے اس کی طاقت کو بھی آزما لوں؟ — اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اگر میں اس کے ساتھ سمجھوتا کرنے پر آمادہ ہو جاؤں تو میری ہر خواہش پوری ہو گی' میں جو سوچوں گا وہ پورا ہو گا' جو چاہوں گا وہ ملے گا۔ کسی ڈوبنے والے کے لئے تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے۔ موت کا تصور اور پھانسی گھاٹ کا منظر ہی انسان کے سارے کس بل نکال دیتا ہے۔ بڑے بڑے ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں' ان کی ساری لن ترانیاں ختم ہو جاتی ہیں' وہ چیخ چیخ کر زندگی کی بھیک مانگنی شروع کر دیتے ہیں' گڑگڑانے لگتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں تو میں کچھ بھی نہیں تھا۔

کسی نے باہر سے وین کا پچھلا دروازہ کھولا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میری زندگی اور موت کا فاصلہ گھٹ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ تقدیر اور حالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں لیکن اسی لمحے دیوانے ملنگ کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی — دم دبا کر دم سادھ لے ..... سب ٹھیک ہو جائے گا ..... قلابازی کھا گیا تو آنتیں باہر آ جائیں گی ..... اوندھے منہ نابدان میں گرے گا ..... حق ہو ..... حق ہو ..... ہو حق۔

ملنگ کی بات یاد کر کے میں نے خود کو سنبھالا۔ ابھی مجھے جلدبازی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اگر مجھے مارنے ہی کی خاطر تھانے سے نکال کر کسی ویرانے میں لائے تھے تو انہیں مجھے ٹھکانے لگانے میں کچھ وقت ضرور لگے گا۔ وہ چاہتے تو مجھے عقوبت خانے میں بھی گولی مار کر ہلاک کر دیتے' میری لاش بوری میں بھر کر کسی ویرانے میں پھینک آتے' یہ کام ان کے لئے زیادہ آسان ہو گا۔

میرا ذہن تیزی سے قلابازیاں کھا رہا تھا' پچھلی نشستوں پر بیٹھے ہوئے سنتری ایک ایک کر کے اترنے لگے پھر انہوں نے مجھے بھی ٹانگ پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا' دو سپاہیوں نے آخری وقت میں سہارا نہ دیا ہوتا تو منہ کے بل زمین پر گرا ہوتا' میں نے کنکھیوں سے قرب و جوار کا جائزہ لیا' وین کسی گیراج میں کھڑی تھی اور گیراج کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ کسی صاحب ثروت کی عالیشان کوٹھی کا ایک حصہ رہا ہو گا۔

انسپکٹر نے وین سے اتر کر ایک لمحے انتظار کیا پھر وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر ایک

aazzamm@yahoo.com

دروازے کی سمت لے گئے۔ دروازے کے دوسری طرف سیڑھیاں تھیں جہاں ایک شخص ہاتھ میں جدید رائفل لئے کھڑا تھا' اس نے مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھا پھر سیڑھیاں اترنے لگا۔ مجھے بھی اس کے تعاقب میں دھکا دیا گیا' سیڑھیوں کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا جس کی دوسری طرف کسی زمین دوز حصے کا ایک کمرہ موجود تھا جسے اسٹور روم ہی کہا جا سکتا تھا۔

"تم اس حرام کے تخم کو ادھر ہی زمین پر بٹھاؤ۔" رائفل بردار نے بڑے کھردرے لہجے میں انسپکٹر کو گھور کر کہا۔ "میں صاحب کو خبر کرتا ہوں۔"

موت کا خیال میرے ذہن سے چھٹنے لگا' وہ مجھے کسی بڑے افسر کے بنگلے پر لائے تھے۔ رائفل بردار کے جانے کے بعد مجھے زبردستی فرش پر لٹا دیا گیا' بیڑیوں کی وجہ سے میرا بیٹھنا دشوار تھا۔

"سنو۔" انسپکٹر نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "اپنی زبان زیادہ تر بند ہی رکھنا ورنہ تم کو بھی وہیں بھیج دیا جائے گا جہاں تمہارے دوسرے ساتھی کو پہلے ہی لوڈنگ ٹرک کے ذریعہ روانہ کیا جا چکا ہے۔ جو سوال پوچھا جائے صرف اس کا جواب دینا' زیادہ منہ پھاڑنے کی غلطی کی تو کتوں سے بدتر موت مارے جاؤ گے۔"

میں خاموشی سے انسپکٹر کی باتیں برداشت کرتا رہا پھر اس وقت میں حیرت سے چونک پڑا جب میں نے اس شخص کو بڑے کروفر سے سامنے پایا جسے بخاری نے دو لاکھ کے عوض چھوڑ دیا تھا۔ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ دو باڈی گارڈ بھی جدید اسلحہ سے لیس موجود تھے' وہ خوفناک نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔

مجھے حیرت ہوئی' قانون کی حالت زار پر ہنسی بھی آئی کہ مجھے ایماندار ہونے کے باوجود ایک ایسے مجرم کے سامنے پیش کیا گیا تھا جسے بخاری نے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا' اُس وقت اپنی گلوخلاصی کے لئے وہ منت سماجت کر رہا تھا اور اس وقت کسی بڑے ذمہ دار آفیسر کی طرح میرے سامنے سینہ تانے کھڑا مجھے گھور رہا تھا' اس کو دیکھ کر انسپکٹر اور اس کے عملے کے افراد بھی اٹینشن (Attention) پوزیشن میں آ چکے تھے۔

چند لمحوں تک وہ حقارت بھری نظروں سے میری بے بسی اور خستہ حالت پر غور کرتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

"تمہیں اپنے اس ساتھی کا انجام معلوم ہے جو کسی جنگلی اور پاگل کتے کی طرح

میرے اوپر بھونک رہا تھا؟" اس کا اشارہ بخاری کی طرف تھا۔

"نہیں۔" میں نے مدھم لہجے میں جھوٹ بولا۔

"ہم نے اسے ختم کرا دیا۔" اس نے نفرت بھرے انداز میں کہا۔ "ہم ایسے جنگلی جانوروں کو پسند نہیں کرتے جو ہمارا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا نام تھا اس سؤر کی اولاد کا؟" اس کے تیور آہستہ آہستہ خطرناک ہو رہے تھے۔

"تجمل بخاری۔" میں نے خوفزدہ لہجے میں مختصراً جواب دیا۔

"ہاں' وہی جو اپنے آفیسر کا بھی باپ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔" اس نے خونخوار لہجے میں سوال کیا۔ "کیا تم لوگوں کو یہ اشارہ نہیں دیا گیا تھا کہ جہاں تمہارا اصلی باپ نظر آئے ادھر سے نظریں پھیر کر چپ چاپ کسی اور طرف چلے جانا؟"

میں نے پھر خاموشی ہی مناسب سمجھی' کیا جواب دیتا۔

"تمہارا مخبر کون تھا؟" اچانک وہ پہلو بدل کر بڑے سفاک لہجے میں بولا۔ "مجھے اس حرامی کا نام بتاؤ۔"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "شاید بخاری جانتا ہو۔"

"سمجھ گیا۔" وہ کسی چوٹ کھائے زخمی ناگ کی طرح بل کھانے لگا۔ "تم شرافت سے منہ نہیں کھولو گے ..... کیوں؟"

"میں ابھی پٹنہ سے تبدیل ہو کر آیا ہوں' مجھے بخاری کے ساتھ ..... اوغ ..... غو....." میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا' اس کے اشارے کے ساتھ ہی ایک رائفل بردار نے میرے منہ پر جوتے کی بھرپور ٹھوکر ماری تو میں بلبلا کر رہ گیا' میرے گال پر جہاں ٹھوکر لگی تھی وہاں سے خون بہنے لگا۔

"میں لمبی چوڑی بات سننے کا عادی نہیں ہوں۔" وہ غرایا۔ "مجھے مخبر کا نام بتا دو' میں تمہارے ساتھ رعایت کی سفارش کرا دوں گا۔"

"میں ایمانداری سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے مخبر کا نام نہیں معلوم۔" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"ایماندار....." اس نے مجھے قہرآلود نگاہوں سے گھورا۔ "سؤر کی اولاد ..... کیا تُو بھی اپنے ساتھی کے پاس جانا چاہتا ہے جو جہنم کے دروازے پر کھڑا تیری راہ دیکھ رہا

aazzamm@yahoo.com

ہو گا۔"

میں کسمسا کر رہ گیا' اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

"باس!" ایک باڈی گارڈ نے بڑے زہریلے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ "میرا خیال ہے کہ اس کا حلق خشک ہو رہا ہے' جوس کا ایک ڈوز پینے کے بعد شاید اس کی زبان فرفر چلنے لگے۔"

"میں تجھے ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔" وہ باڈی گارڈ کی بات سن کر مجھ سے بولا۔ "شرافت سے مخبر کا نام اگل دے ورنہ تیرا انجام بڑا بھیانک ہو گا۔"

"چپ کیوں ہے حرامزادے۔" پولیس انسپکٹر نے بھی مجھ سے کڑک کر کہا۔ "صاحب کی بات مان لے' اگل دے مخبر کا نام ورنہ ہم تجھے ادھیڑ کر رکھ دیں گے' سن رہا ہے' میں کیا حکم دے رہا ہوں؟"

میرا ذہن چکرا کر رہ گیا' وہ مجھ سے اس مخبر کا نام دریافت کر رہے تھے جس کا علم میرے فرشتوں کو بھی نہیں تھا۔

"اپنی گندی زبان کھول دے نہیں تو میں تجھ پر اپنے شکاری کتے چھوڑ دوں گا۔" اس نے حلق پھاڑ کر گرجدار آواز میں کہا۔

"میں ..... مم ..... میں سچ کہہ رہا ہوں کہ ..... غوغ ..... غاغ....."

میں اپنی بات مکمل نہ کر سکا' دوسرے باڈی گارڈ نے براہ راست میرے ہونٹوں پر بوٹ کی ٹھوکر ماری تو میرے سارے دانت ہل کر رہ گئے' میرے ہونٹ پھٹ گئے' خون میرے منہ سے بھی ابلنے لگا' میرے وجود کے سارے بال و پر کپکپانے لگے۔

"اس خنزیر کی اولاد کو پیشاب پلاؤ۔" اس نے پاگلوں کی طرح چیخ کر حکم دیا۔ "اس وقت تک اس کی چمڑی ادھیڑتے رہو جب تک مخبر کا نام اس کے حلق سے نکل کر باہر نہ آ جائے۔"

پھر جو کچھ ہوا اس کی تفصیل بڑی کراہت آمیز ہے' میں احتجاج کرتا رہا' چیختا رہا' اپنی بے گناہی اور لاعلمی کی قسمیں کھاتا رہا لیکن ایک اسمگلر کا فیصلہ اٹل تھا' اس کے گارڈ اور پولیس والوں نے مل کر مجھے پچھاڑ دیا' ایک رائفل بردار اچھل کر میرے سینے پر سوار ہو گیا۔ میں ان کی غلیظ حرکات اور سکنات سے سمجھ رہا تھا کہ وہ میرے ساتھ کیا گھناؤنا

سلوک کرنا چاہتے ہیں' میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگا' انہوں نے اپنی گرفت اور مضبوط کر لی' میں نے سختی سے اپنا منہ بند کر لیا' کسی نے رائفل کے بٹ سے میرے منہ پر ضرب لگائی پھر ایک ریوالور کی نال میرے منہ میں اس طرح ڈال دی گئی کہ میں منہ بند نہ کر سکا پھر وہی ہوا جو وہ چاہتے تھے۔ چھاتی پر سوار شخص نے میرے منہ پر پیشاب کرنا شروع کر دیا' میری سانس رکنے لگی' میرا دم سینے کی گہرائیوں میں گھٹنے لگا' مجھے ایک زور کی ابکائی آئی' ایک لمحے کو ایسا لگا جیسے میرا کلیجہ حلق سے نکل کر باہر آ گیا ہو پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا میرے ہوش و حواس معطل ہو گئے' میں بے ہوشی سے دوچار ہوتا چلا گیا۔

میں کتنی دیر تک بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار رہا مجھے یاد نہیں لیکن دوبارہ زندگی کا احساس اس وقت ہوا جب ایک مدھم سی آواز مجھے کہیں دور سے آتی سنائی دی۔

"ڈاکٹر! اسے مرنا نہیں چاہئے' اگر یہ مر گیا تو بہت برا ہو گا۔"

"میرا کام انسان کو بیماری دکھ سے نجات دلانا ہے' آپ پریشان نہ ہوں یہ بچ جائے گا لیکن....." دوسری آواز ڈاکٹر کی تھی جو کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تھا۔

"لیکن کیا ڈاکٹر!"

"اس پر جو تشدد کیا گیا ہے وہ بڑا ظالمانہ ہے' اس طرح تو کسی جانور کو بھی نہیں مارا جاتا۔"

"ڈاکٹر!" دوسرے شخص نے سرد اور ناراض انداز میں کہا۔ "کیا تم میرا ایک چھوٹا سا کام کر سکو گے؟"

"فرمایئے۔"

"اس کا سیدھا ہاتھ اور الٹا پاؤں کاٹ دو' میں چاہتا ہوں کہ یہ عبرت کا نشان بن کر زندہ رہے تاکہ اس کا انجام دیکھ کر پھر کوئی ہماری عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کبھی نہ کرے۔"

"سوری سر!" ڈاکٹر نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "میں بلاوجہ کسی انسان کو معذوری کی زندگی گزارنے کا سبب نہیں بن سکتا۔"

"کیا تم میرے حکم کی تعمیل سے انکار کرو گے؟" تحکمانہ لہجے میں سوال کیا گیا۔

"آپ جو کام مجھ سے لینا چاہتے ہیں وہ میرے پیشے کے تقاضوں کے خلاف ہے اور میں اپنے پروفیشن سے غداری نہیں کر سکتا۔" ڈاکٹر نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔

aazzamm@yahoo.com

کچھ دیر تک سناٹا طاری رہا پھر آواز سرسراتی ہوئی ابھری۔

"ٹھیک ہے' تم اس کی سانس بحال کرنے کی فکر کرو' باقی کام کوئی دوسرا ڈاکٹر انجام دے گا۔"

میں دم سادھے خاموش پڑا رہا لیکن ان جملوں کو سننے کے بعد میں پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ میں نے اس بڑے اسمگلر کی آواز پہچان لی تھی مجھے جس کے بنگلے پر لے جایا گیا تھا۔ میرا ذہن ماؤف ہونے لگا' میرا پورا وجود پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ میری تکلیف ناقابل برداشت تھی لیکن وہ ابھی مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ مجھے اپاہجوں کی زندگی گزارنے پر مجبور کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے انکار نہ کیا ہوتا تو وہ اپنی خواہش کی تکمیل میں زیادہ دیر بھی نہ لگاتے۔ مجھے میری دیانتداری اور ایمانداری کی جو سزا دی جا چکی تھی اس سے ان کے دل کو ٹھنڈک نہیں ملی تھی' وہ مجھے میرے محکمے کے لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بنا کر زندہ رکھنے کی ہولناک اسکیم بنا رہے تھے اور قانون کے محافظ خاموش تھے۔

میرا ذہن گھپ اندھیروں میں بھٹکتا رہا۔ ڈاکٹر میرے زخموں کا معائنہ کرتا رہا پھر میرے جسم کے مختلف حصوں پر کئی انجکشن لگائے گئے۔ ان کی کھسر پھسر کی آوازیں میرا سکون برباد کر رہی تھیں' میں محسوس کر چکا تھا کہ ان کے ہاتھ بہت لمبے تھے' قانون کی ان کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں تھی' انہوں نے وقتی طور پر ڈاکٹر کی حکم عدولی کو برداشت کر لیا تھا لیکن ان کے لئے ڈاکٹروں کی کمی نہیں تھی۔ انہوں نے کہا بھی تھا کہ میرا ہاتھ پاؤں کاٹنے کا کام کوئی دوسرا ڈاکٹر انجام دے گا۔

میرے ذہن پر گرم آندھی کے جھکڑ چل رہے تھے' میرے زخموں کی ٹیس بڑھ رہی تھی' وہ مجھے مارنا نہیں چاہتے تھے' زندہ رکھنے کی باتیں کر رہے تھے لیکن میں اپاہجوں کی زندگی قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے کسی خیال کے تحت پاؤں کو جنبش دینے کی کوشش کی تو کراہ کر رہ گیا۔ ان ظالموں نے مظالم کی انتہا کرنے کے باوجود مجھے بیڑیوں کی قید سے آزاد نہیں کیا تھا۔ ہتھکڑیوں کی وجہ سے میں ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ میرے ذہن میں متعدد خیالات ابھر رہے تھے' سب سے اہم خیال یہ تھا کہ وہ کسی طرح غافل ہوں اور میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ کر زندگی کی قید سے ہمیشہ کے لئے رہائی پا جاؤں۔

زندگی کا ایک ایک لمحہ میرے اوپر عذاب بن کر گزر رہا تھا جب اسی اسمگلر کی منحوس آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔

"ڈاکٹر! یہ کتنی دیر تک ہوش میں آ جائے گا؟"

"انسپکٹر!" اس بار غالباً پولیس انسپکٹر کو مخاطب کیا گیا تھا۔ "تم یہیں ٹھہرو' ہم کچھ دیر میں واپس آتے ہیں۔"

پھر کچھ ملے جلے قدموں کی آواز ابھر کر دور ہوتی چلی گئی۔ شاید وہ کمرے سے جا چکے تھے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا' اچانک مجھے گھپ اندھیروں میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی۔ میں نے چاروں طرف سے مایوس ہو کر جوگی سیتارام کو سچے دل سے یاد کیا' میں اپنی ایمانداری کا بھیانک انجام اور قانون کی بے بسی کا دلچسپ تماشہ دیکھ چکا تھا' میرے لئے تمام راستے بند کر دیئے گئے تھے۔ میں ایک مسلمان تھا' میرے والدین نے مجھے ہمیشہ ایمانداری کا درس دیا تھا' اسی ایمانداری کی خاطر میں نے پٹنہ کو خیرباد کہا تھا لیکن ڈھاکہ آنے کے بعد بھی مجھے قرار نہیں ملا' میں جو سزا بھگت رہا تھا وہ مجھے منظور نہیں تھی۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ انسان مٹی کا پتلا ہے زندگی کی خواہش جانوروں کو بھی آخری اقدام کرنے پر اکسا دیتی ہے۔ میں نے بھی اسی جذبے کے تحت جوگی سیتارام کو یاد کیا تھا' مجھے اپنی زندگی کے گھپ اندھیروں میں وہی امید کی ایک کرن نظر آ رہی تھی۔

محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے' آسمان کی بلندیوں سے ایک بم اپنے دامن میں ہولناک تباہ کاریاں سمیٹے تیزی سے اپنے نشانے کی سمت لپکتا ہے' زمین سے ٹکرانے کے بعد وہ بھیانک دھماکے کے ساتھ خود بھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتا ہے اور اس کی تباہ کاریاں سینکڑوں اور ہزاروں بے قصور انسانوں کو بھی موت کی ابدی نیند سلا دیتی ہیں۔ میں نے بھی مرنے سے پیشتر اپنے دشمنوں سے انتقام کی ٹھان لی تھی' جوگی سیتارام میرے پاس آخری حربہ رہ گیا تھا' میں اس کی ناقابل یقین باتوں کو آزمانا چاہتا تھا۔

میرے ذہن میں جوگی سیتارام کا تصور موجود تھا' میں اسے دل کی گہرائیوں سے یاد کر رہا تھا جب ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تُو نے سچے من سے مہان جوگی کو یاد کیا ہے پھر ڈر کس بات کا؟ ..... آنکھیں کھول دے بالک!"

جوگی سیتارام کی مانوس آواز سن کر میں نے آنکھیں کھول دیں' میں ابھی تک اسی اسمگلر کے اسٹور روم میں ایک پلنگ پر پڑا تھا' کمرے میں میرے علاوہ وہ پولیس انسپکٹر بھی موجود تھا جو مجھے وہاں لایا تھا' تیسرا شخص اپنے لباس کے اعتبار سے ڈاکٹر لگ رہا تھا جو

aazzamm@yahoo.com

میرے قریب کھڑا مجھے ہمدردانہ انداز میں دیکھ رہا تھا' دروازے کے قریب وہی رائفل بردار موجود تھا جس نے میرے حلق میں پیشاب کرنے کی کوشش کی تھی' اسے دیکھ کر مجھے دوبارہ ابکائی آنے لگی۔

"تُو نے بڑے کشٹ برداشت کر لئے مورکھ! پہلے ہی جوگی کا کہا مان لیتا تو آج اس حالت میں نہ ہوتا۔"

سیتارام کی آواز سن کر میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ "کہیں وہ آواز میرے وہم کی پیداوار تو نہیں تھی؟" میں نے سوچا۔

"پھر دبدھے (شش و پنج) میں پڑ کر بیاکل ہونے لگا۔" جوگی کی آواز میرے کانوں میں بہت واضح طور پر ابھری۔ "بس' اب شانت ہو جا' کوئی چنتا مت کر' میں جو تیرے پاس موجود ہوں۔"

"تم نے کہا تھا کہ اگر میں تمہارے ساتھ سمجھوتا کر لوں تو پھر میں جو چاہوں گا وہی ہو گا؟" میں نے کمزور لہجے میں سیتارام کے تصور کو خاموش انداز میں مخاطب کیا۔

"تُو نے جوگی کا کہا ماننے میں دیر کر دی ..... میں نے تجھے سمجھایا تھا کہ تجھے میرے چرنوں کے سوا کہیں اور شرن نہیں ملے گا۔"

"کیا تم اب بھی میری مدد کرنے کو تیار ہو؟" میں نے پُرامید لہجے میں پوچھا۔

"بات تیرے بس سے نکل چکی ہے' اب تُو میرے بس میں ہے۔ میرے چنگل میں گلے گلے پھنسا ہے۔" سیتارام کی کھردری آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ "میں تجھ سے ایک پل کو بھی غافل نہیں تھا۔ تجھ پر جو بپتا پڑی ہے میں اس کا سارا حال جانتا ہوں' میں نے کہا تھا نا کہ تجھے ایک دن میرے چرنوں پر جھک کر جیون کی بھکشا کے لئے ہاتھ پھیلانا پڑے گا..... یاد ہے بالک!"

"ہاں ..... مجھے یاد ہے۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"اتنی جلدی نراش ہو گیا..... ابھی تو تجھے جیون میں اور بھی بہت کچھ دیکھنا ہے' تیرے پُرکھوں (بڑوں) نے غلط نہیں کہا تھا کہ تُو لمبی عمر پاوے گا۔"

"مجھے اپاہجوں کی طرح جینا منظور نہیں' تم کوئی ایسی جنتر منتر پڑھ کر پھونکو کہ مجھے اس زندگی سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے۔" میں نے بیزاری کا اظہار کیا۔

"بڑی مشکل سے کھوجا (تلاش) ہے تجھے' اتنی جلدی کیسے کھو سکتا ہوں' ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے بالک! تُو ابھی سے اوپر جانے کی بات کر رہا ہے۔" جوگی سیتارام نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا پھر دوسرے ہی لمحے بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "میں تیرے ساتھ اب بھی سمجھوتا کر سکتا ہوں پر تو ایک ہی شرط ہو گی۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"تجھے جوگی کی ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ کبھی ہچر مچر کرنے کی بھول نہیں کرے گا۔ دھرم کرم کو بھی درمیان میں نہیں لائے گا۔" سیتارام ٹھوس لہجے میں مجھے سمجھا رہا تھا۔ "کبھی چھل کپٹ سے کام نہیں لے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے زندگی بچانے کی خاطر بغیر سوچے سمجھے کہا۔ ان نامساعد حالات میں سوچنے کا وقت بھی نہیں تھا۔

"من کو اچھی طرح ٹٹول کر ایک بار فیصلہ کر لے۔ ابھی سمے تیرے ہاتھ میں ہے۔" سیتارام نے سخت اور ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "ایک بار سچے من سے وچن دے کر تُو نے پیچھے ہٹنے کی بھول کی تو جوگی کا کشٹ تجھے پورے سنسار میں کہیں بھی چین نہ لینے دے گا' ہمیشہ بھٹکتا رہے گا' موت کی آشا کرے گا لیکن وہ بھی تجھے سویکار نہیں کرے گی۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں نے جلدبازی کا مظاہرہ کیا۔

"تو پھر نشچنت (بے فکر) ہو جا۔" اس نے بڑے یقین سے کہا۔ "تُو جوگی کی شرن میں آ گیا ہے' اب کوئی شکتی تجھے پریشان نہیں کر سکے گی۔"

"تم اب کیسا محسوس کر رہے ہو؟" ڈاکٹر نے نرم آواز میں مجھے مخاطب کیا۔

"ابھی تک زندہ ہوں۔" میں نے کرب میں ڈوبی آواز میں جواب دیا۔

"مایوس مت ہو۔" اس نے مجھے جھوٹی تسلی دی۔ "تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے ڈاکٹر!" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "جس کام سے تم نے انکار کر دیا ہے وہ کوئی اور کر دے گا۔"

ڈاکٹر نے میری بات سن کر ہونٹ بھینچ لئے' انسپکٹر تیزی سے لپکتا ہوا قریب آیا۔

"ڈاکٹر! اس نے شاید ہماری باتیں سن لی ہیں؟"

aazzamm@yahoo.com

"ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

انسپکٹر جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہی اسمگلر پھر اپنے ایک اسلحہ بردار باڈی گارڈ کے ساتھ سامنے آ گیا جسے تجمل بخاری نے پکڑ کر چھوڑ دیا تھا۔ مجھے ہوش میں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں پھر انتقام کے شعلے بھڑکنے لگے۔ اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا' اب میں تنہا نہیں تھا' جوگی سیتارام کی ماورائی قوتیں بھی میرے ساتھ شامل ہونے کا وعدہ کر چکی تھیں' مجھے یقین تھا کہ وہ کہیں آس پاس ہی موجود ہو گا۔

"ڈاکٹر!" اس سنگدل جرائم پیشہ شخص نے میرے چہرے پر نظر جمائے جمائے ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ "یہ ہوش میں آ گیا' تمہارا کام ختم ہوا۔ تم اب جا سکتے ہو لیکن ایک بات کا خیال رکھنا' تم اپنی زبان کو بند ہی رکھو گے' بھول جاؤ گے کہ کبھی تم یہاں آئے بھی تھے ورنہ....."

اس نے اپنا جملہ دیدہ و دانستہ نامکمل چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر اس کا مفہوم سمجھ چکا تھا۔ وہ سمجھدار تھا اس نے ایک نظر میری طرف دیکھا' اپنا بیگ زپ کر کے ہاتھوں میں لیا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔ ایک باڈی گارڈ اس کے ساتھ گیا تھا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ سینہ تانے دو قدم اور آگے آ گیا۔ "ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ایک ہاتھ اور ایک پیر سے محروم کر کے معاف کر دیا جائے۔" اس نے بڑے سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔ "تمہیں ایک سال کی سزا ہو گی۔ جیل کا ڈاکٹر میرا واقف کار ہے وہ تمہارا اتنا علاج ضرور کر دے گا کہ تم زندہ رہو۔"

میں خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا۔

"بچنے کی ایک ہی شکل ہے۔" اس نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "مخبر کا نام اگل دو اور سزا کاٹنے کے بعد اس ملک سے کہیں دور چلے جاؤ۔"

"بالک!" جوگی سیتارام کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میں نے کہا تھا کہ میں اب آ گیا ہوں' تُو نشچنت ہو جا' پر نتو تُو ابھی تک سہما سہما نظر آ رہا ہے۔ میں نے تجھے جو وچن دیا ہے کیا اس پر وشواس نہیں آیا تجھے؟"

"پہلے میں نے سوچا تھا کہ تمہارے ہاتھ پیر کاٹنے کی خاطر کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی جائیں لیکن اب میرے ملازم یہ خدمت انجام دیں گے۔" اس نے یکلخت گرج کر کہا۔ "حرام کے تخم' مجھے ٹکر ٹکر گھورنا بند کر دے' ایک آخری فیصلہ کر لے' مخبر کا نام

بتانا پسند کرے گا یا اپاہجوں کی طرح تمام زندگی سڑکوں پر اپنے وجود کے بوجھ کو گھسیٹتا پھرے گا۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے مخبر کا نام نہیں معلوم۔" میں نے ہمت سے کام لے کر جواب دیا۔ "تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں بھی میرا ہاتھ نہیں تھا' سب کچھ تجمل بخاری نے کیا تھا' میں اس کے ساتھ ضرور تھا لیکن....."

"شٹ اپ ..... یو باسٹرڈ۔" وہ حلق کے بل چیخا۔ "میں تیری صفائی نہیں سننا چاہتا۔"

میں کوئی جواب دینے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ میں نے کسی کے نادیدہ ہاتھ کو اپنے زخموں پر سرسراتے محسوس کیا' لمحوں کی دیر تھی کہ کمرے میں موجود تمام افراد کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ خود میں بھی حیران رہ گیا' میرے جسم سے زخموں کے تمام نشان پلک جھپکتے میں دور ہو گئے تھے۔

"میری بات دھیان سے سن بالک!" سیتارام کی آواز ابھری۔ "جب جوگی کی شکتی تیرے ساتھ ہے تو ڈر کس بات کا؟"

"کیا تم میرے جسم پر ہتھکڑی اور بیڑیاں نہیں دیکھ رہے ہو؟" میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔ "میں ایک ہوں اور وہ چار' باہر ان کے اور گرگے بھی موجود ہوں گے' میں تنہا کس کس کا مقابلہ کروں گا؟"

"تُو اب تنہا نہیں ہے مورکھ! سیتارام کی مہان شکتی بھی تیرے ساتھ ہے۔"

"لیکن....."

"کوئی چنتا مت کر۔" وہ میری بات کاٹ کر بولا۔ "میں کچھ دیر کے لئے تیرے شریر میں ایسی شکتی پھونک رہا ہوں کہ اگر چار کے بجائے دس راکھشس ہوں تو بھی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے' تُو جو کہے گا وہی ہو گا۔ پر اپنا وچن یاد رکھنا' تُو نے میری ہر آگیا کا پالن کرنے کی سوگند اٹھائی ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا' میرے زخموں کا ایک پل میں مندمل ہو جانا حیرت انگیز تھا' مجھے جوگی سیتارام کی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا' وہ یقیناً پُراسرار اور حیرت انگیز ماورائی قوتوں کا مالک تھا۔

کمرے میں موجود ہر شخص تصویرِ حیرت بن کر رہ گیا تھا۔ میرے بدن کا تار تار اور

aazzamm@yahoo.com

خون میں لتھڑا ہوا لباس' میرا ادھڑا ہوا جسم جس سے ایک لمحہ پیشتر خون رس رہا تھا' تعفن پھوٹ رہا تھا' سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا۔ انسپکٹر کی حالت سب سے زیادہ غیر ہو رہی تھی۔ میں نے سب سے پہلے اسی کو مخاطب کیا۔ "انسپکٹر' میری ہتھکڑی بیڑی کھول دو۔"

میرا لہجہ تحکمانہ تھا۔ انسپکٹر بل کھا کر رہ گیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ٹھیک اسی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے اچانک میری رگوں میں خون کے بجائے آتش فشاں کا ابلتا لاوا دوڑ رہا ہو' میرے اندر جس توانائی نے اچانک انگڑائی لی تھی وہ بھی حیران کن تھی' مجھے اب وہ لوہے کی ہتھکڑی اور بیڑیاں پلاسٹک کے حقیر کھلونے نظر آ رہے تھے۔ سیتارام اپنی مہان شکتی کے زور سے میرے اندر کسی شیطانی قوت کی روح پھونک چکا تھا' مجھے اپنے سامنے کھڑے افراد بھی نالی میں رینگتے ہوئے کیڑے مکوڑے نظر آ رہے تھے۔

"انسپکٹر! تم شاید بہرے ہو گئے ہو؟" میں نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔ "کیا تم نے میرا حکم نہیں سنا؟"

"نادر خاں!" بڑے اسمگلر نے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا اپنے ایک باڈی گارڈ کو للکارا۔ "اس حرامی کا شاید دماغ چل گیا ہے جو اس نے بھونکنا شروع کر دیا ہے' اس کی زبان کاٹ دو۔"

نادر خاں نامی باڈی گارڈ نے اپنی بیلٹ سے شکاری چاقو نکالنے پر حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا پھر وہ کسی خونخوار درندے کی طرح میری جانب لپکا لیکن میرے قریب آ کر بت بن گیا' میں سمجھ گیا کہ سیتارام کی مہان شکتی نے اسے بے بس کر دیا تھا۔

"نادر خان!" میں نے سیتارام کی بات کو آزمانے کی خاطر نادر خان کو گھور کر کہا۔ "جس خنجر سے تم میری زبان کاٹنے کے لئے آگے بڑھے تھے اب اسے اپنی گردن پر پھیر لو' انکار کرو گے تو اس کا نتیجہ اور زیادہ بھیانک بھی ہو سکتا ہے۔ سن رہے ہو نادر خاں' میں تمہیں کیا حکم دے رہا ہوں؟"

پھر جو کچھ ہوا اس نے جوگی سیتارام کی بات کی تصدیق کر دی۔ میرے حوصلے اُس وقت اور بلند ہو گئے جب نادر خان نے میرے حکم کی تعمیل میں خنجر کی تیز دھار اپنے ہاتھوں سے اپنے گلے پر پھیر لی اور زمین پر گر کر کسی ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح پچھاڑیں کھانے لگا' اس کے حلق سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔

انسپکٹر کا رنگ فق ہو گیا۔ دوسرا گارڈ بھی پھٹی پھٹی نظروں سے اپنے ساتھی کا

عبرتناک انجام دیکھ رہا تھا' میرے سب سے بڑے دشمن کی حالت بھی غیر ہونے لگی۔ میں نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"اب تمہارا کیا فیصلہ ہے میرے بارے میں؟"

"مم ..... میں ..... میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" اس نے اپنا ریوالور والا ہاتھ فضا میں بلند کیا لیکن کسی ماورائی قوت نے اسے اتنی شدت سے جھٹکا دیا کہ ریوالور اس کے ساتھی کے منہ پر جا کر لگا۔ میرے دشمن کا منہ بھی کھلے کا کھلا رہ گیا اس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"میں تمہاری ہتھکڑی بیڑی کھولے دیتا ہوں۔" انسپکٹر نے بازی پلٹتے دیکھ کر مردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن تم جو کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے' تمہارا جرم پہلے سے زیادہ سنگین ہو جائے گا' قانون کے ہاتھ تمہاری گردن پر زیادہ مضبوط ہو جائیں گے۔"

"قانون....." میں حقارت سے مسکرا دیا پھر میں نے پھریری لی تو میرے جسم پر موجود ہتھکڑی اور بیڑی کڑکڑا کر ٹوٹ گئیں' انسپکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے' وہ بھی بت بن گیا' میں انگڑائی لیتا ہوا پلنگ سے نیچے آ گیا۔

"تم نے کچھ دیر پیشتر میرا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا۔" میں نے اپنے دشمن سے کہا جس کی عقل نے شاید کام کرنا چھوڑ دیا تھا اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میری بھی وہی حالت ہوتی جس سے وہ دوچار تھا۔ "اب کیا خیال ہے تمہارا؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا' پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے گھورتا رہا۔

"تم مجھے نشانِ عبرت بنانے کی سوچ رہے تھے؟ اب سانپ کیوں سونگھ گیا؟" میں زہرخند سے بولا۔

اس کے ہونٹ صرف کپکپا کر رہ گئے' منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔

"اب میں تمہیں ایک حکم دے رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجہ اختیار کیا۔ "ریوالور اٹھاؤ اور اپنی کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبا دو۔"

میرے کہنے کی دیر تھی' وہ کسی سعادت مند بچے کی طرح آگے بڑھا' فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر اپنی کنپٹی پر لگایا پھر اسے ٹریگر دبانے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوئی' اس کی پہاڑ جیسی لاش لڑکھڑاتی ہوئی فرش پر گری اور گاڑھے گاڑھے خون سے فرش سرخ ہونے لگا تو انسپکٹر کی پتلون گیلی ہو گئی' خوف اور دہشت کے احساس سے اس کا

aazzamm@yahoo.com

پیشاب خطا ہو گیا' اس کا جسم اس طرح لرز رہا تھا جیسے اسے بجلی کے ننگے تاروں میں لپیٹ کر چار سو چالیس پاور کا کرنٹ چھوڑ دیا گیا ہو۔

کمرے میں اب واحد وہ گارڈ باقی رہ گیا جس نے میرے منہ پر پیشاب کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا' اس کی آنکھوں سے بھی خوف جھانک رہا تھا' چہرے کی رنگت اس طرح زرد ہو گئی تھی جیسے وہ برسوں سے یرقان کے مرض میں مبتلا ہو۔

"تمہارا نام؟" میں نے زہرخند سے پوچھا۔

"ببب ..... باس مجھے جابر کہا کرتا تھا۔" وہ ہکلانے لگا۔

مجھے اس کا جواب سن کر ہنسی آ گئی' وہ موت کے دہانے پر کھڑا تھا مگر ابھی تک خود کو جابر سمجھ رہا تھا' میں نے اسے بھی وہی حکم دیا جو نادر خان کو دے چکا تھا' اس کی زندگی کا سورج بھی غروب ہو چکا تو میں انسپکٹر کی طرف پلٹا۔

"تم قانون کے محافظ ہو' ایک ذمہ دار آفیسر ہو۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں حکم نہیں دے سکتا' تم خود مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کرو گے۔"

"میں نے جو کچھ کیا اس میں میری مرضی کو کوئی دخل نہیں تھا۔" انسپکٹر نے روہانسی آواز میں کہا۔ "مجھے مجبور کیا گیا تھا' اگر میں اوپر کے احکامات کی تعمیل نہ کرتا تو وہ مجھے برطرف کر دیتے' شاید مجھے اپنے راستے سے ہٹانے میں بھی دریغ نہ کرتے۔"

"یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں رتی برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔" جوگی سیتارام کی آواز سنائی دی۔ "اسے شما کر دو بالک! اس سے کہو کہ تمہیں خاموشی سے دوبارہ لاک اپ تک پہنچا دے۔"

"کیا مجھے دوبارہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑے گا؟" میں نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔

"دھیرج بالک ..... دھیرج۔" سیتارام نے کہا۔ "میں چاہوں تو تجھے ہمالیہ کی چوٹی پر بھی پہنچا سکتا ہوں پرنتو یہ جو تین لاشیں یہاں پڑی ہیں یہ کس کے کھاتے میں جائیں گی؟"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جوگی کے سلسلے میں اپنے حق میں کوئی غلط وچار مت لا بالک! میں جانتا ہوں کہ تیری مکتی اسی میں ہے کہ واپس تھانے چلا جا' باقی سب اپنے گرو پر چھوڑ دے' تو جیل میں

رہ کر بھی راج کر سکتا ہے لیکن ایک رات اور گزار لے پھر دیکھنا کہ جوگی کی مہان شکتی تجھے کیا کیا چمتکار دکھاتی ہے۔"

میرے پاس سیتارام کی بات مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"انسپکٹر!" میں نے جوگی کے مشورے پر انسپکٹر کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری جان بخش سکتا ہوں' ایک شرط پر۔"

"میں تمہاری ساری شرطیں ماننے کو تیار ہوں۔" انسپکٹر کے چہرے پر زندگی کے بجھتے ہوئے چراغ کی لو پھر ٹمٹمانے لگی۔ "اب میں تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔"

"ایسا کرنے کے بارے میں کبھی سوچنا بھی مت' ورنہ تمہارا انجام سب سے زیادہ عبرتناک ہو گا۔" میں نے اسے سرد آواز میں جواب دیا پھر بولا۔ "تم مجھے اسی حوالات میں پہنچا دو جہاں سے لائے تھے لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو۔ میرے سلسلے میں تمہاری زبان ہمیشہ تالو سے چپکی رہے گی۔"

"ایسا ہی ہو گا۔" انسپکٹر نے ہاتھ جوڑ کر کہا پھر مجھے خاموشی سے تھانے پہنچا دیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کیا کہا تھا مجھے نہیں معلوم لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ تھانے کی آہنی سلاخوں کے پیچھے جانے کے بعد میری حالت پھر ویسی ہی ہو گئی جیسی پہلے تھی۔ شاید جوگی سیتارام نے میرے اندر جو طاقت پھونکی تھی وہ واپس لے لی تھی۔

اس بار انہوں نے مجھے ہتھکڑی بیڑی پہنانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ میں سلاخوں کے پیچھے دیوار سے سر ٹکائے بیٹھا تھا۔ سلاخوں کی دوسری جانب انسپکٹر بیٹھا تھا' اس کے چہرے پر یتیمی برس رہی تھی۔ وہ بار بار کسی کو فون کر رہا تھا۔ اس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ میں اس کی باتیں نہ سن سکا لیکن اس کے چہرے پر طاری تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ بہت خوفزدہ ہے' وہ میری وحشت کا تماشہ دیکھ چکا تھا' تین لاشیں اس کے سامنے تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو چکی تھیں' پوتھا نمبر اس کا تھا لیکن جوگی سیتارام کی سفارش پر میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

میری نظریں انسپکٹر کے چہرے پر جمی تھیں لیکن ذہنی طور پر میں بھی پُرسکون نہیں تھا۔ زندگی کی خواہش نے مجھے سیتارام کے ساتھ سمجھوتا کرنے پر مجبور کر دیا تھا' میں ایماندار تھا لیکن میرے ایمان کی قوت اتنی پختہ اور مضبوط نہیں تھی کہ میں موت کے

aazzamm@yahoo.com

سامنے گھٹنے ٹیک دیتا۔ وہ مجھے اپاہج کرنے کی خاطر میرا ہاتھ پیر کاٹنے کی بات کر رہے تھے۔ میری جگہ آپ ہوتے تو شاید زندگی پر موت کو ترجیح دینے کی جرأت آپ میں بھی نہ ہوتی' صرف باتیں کرنا اور مذہب کے نام پر جان دینے کی قسمیں کھانا دیگر بات ہے عام حالات میں انسان دوسروں کے سامنے بڑی بڑی باتیں کرتا ہے' لمبے چوڑے دعوے کرتا ہے لیکن کتے جیسے جانور کے بھونکنے کی آواز سن کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ ایک ذرا خراش آ جائے تو تڑپ اٹھتا ہے' بلبلانے لگتا ہے۔

میرے اوپر چار چار آدمیوں نے مل کر جو تشدد کیئے اس کی تفصیل بڑی ہولناک اور ناقابل بیان ہے۔ میں آخری وقت تک ثابت قدم رہا لیکن جب ان ظالموں نے مجھے نشانِ عبرت بنانے کی خاطر میرے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی بات کی تو میرے قدم لڑکھڑا گئے۔ میں نے سیتارام سے سمجھوتا کر لیا اور اب میرے نامۂ اعمال میں تین انسانوں کا قتل لکھا جا چکا تھا' میں نے جو کچھ کیا وہ بحالت مجبوری کیا۔ قدموں کے نیچے دبا ہوا کوئی حقیر کیڑا بھی زندگی بچانے کی خاطر اپنے سے ہزار گنا بڑے انسان کو کاٹ لیتا ہے۔ میں بھی ان کے جور و ستم برداشت نہ کر سکا' سیتارام نے میرے جسم میں کوئی شیطانی روح پھونکی تو انتقام کے شعلے اچانک بھڑک اٹھے' میں نے جوش میں ہوش سے کام نہیں لیا اور تین انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا' انسپکٹر واحد گواہ رہ گیا تھا میں اسے بھی اس کے کیئے کی سزا دینا چاہتا تھا لیکن سیتارام درمیان میں آ گیا۔ اس کا مشورہ شاید ٹھیک ہی تھا۔ انسپکٹر بھی جہنم رسید ہو جاتا تو میرا شمار بھی مفرور مجرموں کی فہرست میں کیا جاتا لیکن میں محفوظ تھا' قانون کے جو محافظ مجھے حوالات سے نکال کر لے گئے تھے وہی واپس بھی لائے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ بھی قانون کے خلاف تھا۔ وہ زبان نہیں کھول سکتے تھے' چپ رہنے پر مجبور تھے شاید یہی بات انسپکٹر کو الجھا رہی تھی۔ وہ غالباً اپنے اوپر والوں کو میری وحشت کی کہانی سنا رہا ہو گا۔ دوسری جانب سے اس کی کہانی کو جھٹلایا جا رہا ہو گا' ایسا بھلا کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ ایک ایماندار مجرم جس پر مستقل جبر و تشدد کیا گیا ہو' جو ہتھکڑی بیڑی میں جکڑا ہوا ہو اس کے ایک اشارے پر لوہے کے پکے جوڑ اور موٹے موٹے تالے کڑکڑا کر ٹوٹ گئے ہوں' اس کے حکم سے تین جرائم پیشہ افراد نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کے چراغ گل کر دیئے ہوں' اپنے گلے پر چھری پھیر لی' اپنے آپ کو گولی مار کر ہلاک کر لیا ہو۔

وہ انسپکٹر کے بیان کو اس کے دماغ کا خلل قرار دے رہے ہوں گے لیکن جب

تصدیق کے طور پر انہیں تین لاشوں کا بھیانک ثبوت ملے گا تو ان کے دماغ کی ساری چولیں بھی ہل کر رہ جائیں گی۔ ممکن ہے وہ ان تین لاشوں کو میرے بجائے انسپکٹر کے کھاتے میں ڈال کر اسے پھانسی پر لٹکا دیں' عملے کے دوسرے افراد بھی عمر قید کی سزا بھگتنے پر مجبور کر دیئے جاتے لیکن حقیقت وہی تھی جو انسپکٹر کی زبان اگل رہی تھی۔ میں بھی اپنے قاتل ہونے کا بذات خود چشم دید گواہ تھا' میرے ذہن میں طوفان اٹھ رہا تھا' میں ایمانداری کے دائرے سے نکل کر قاتلوں کی صف میں کھڑا ہو گیا تھا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا لیکن میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا' میرے کردار کی عدالت مجھے مجرم قرار دے رہی تھی' میں نے کوئی بے ایمانی نہیں کی تھی۔ جوگی سیتارام کی پُراسرار اور ناقابلِ یقین شیطانی قوتوں نے میرا ساتھ نہ دیا ہوتا تو میں ناکام ہو جاتا' وہ کامیاب ہو جاتے۔ لڑائی کے میدان میں بھی ایک کی جیت اور دوسرے کی ہار ہوتی ہے۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہوا۔ میں بازی ہارتے ہارتے جیت گیا تھا۔ تین انسانوں کے خون کے دھبے میرے دامن پر موجود تھے لیکن میں پولیس کی تحویل میں حوالات میں بند تھا۔ سنگین بردار پہرے دار ڈیوٹی پر تعینات تھے۔ مجھے انصاف کی عدالت میں قاتل قرار دینا ان کے لئے ناممکن ہی تھا' ساری باتیں میرے حق میں تھیں۔

میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا خود اپنا احتساب کر رہا تھا جب جوگی سیتارام کی آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔

"کن جھمیلوں میں الجھ رہا ہے مورکھ! جو کچھ ہوا وہی بھوش میں لکھا تھا اور منش بھوش کے لکھے کو کبھی ٹال نہیں سکتا۔"

"لیکن اب کیا ہو گا؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

"اب بھی وہی ہو گا جو بھوش لکھا جا چکا ہے۔" جوگی کی آواز میں اطمینان تھا۔ "میں نے تجھ سے کہا تھا نا بالک! کہ یہ سنسار ایک گورکھ دھندا ہے' اس کی اونچ نیچ ابھی تیری بدھی (عقل) میں نہیں آئے گی' ابھی تو تجھے بڑے پاپڑ بیلنے ہوں گے۔"

"میری سزا کب پوری ہو گی؟" میں نے جھلا کر پوچھا۔

"پھر دھرم کرم کے چکروں میں الجھ کر ڈگمگانے لگا۔" سیتارام کی آواز نے جواب دیا۔ "تُو نے کیا جرم کیا تھا جس کی سزا کی بات کر رہا ہے؟ دوشی تو وہ ہیں جنہوں نے نردوش ہوتے ہوئے بھی تجھے اس نرکھ میں جھونک دیا لیکن اب سمے پلٹ گیا ہے' اب

aazzamm@yahoo.com

میں تیرے ساتھ ہوں۔ اب دیکھ (جیت) تیری ہو گی' انہیں اپنے کیے کی سزا بھوگنی پڑے گی۔ بس ایک رات اور بیتا لے اس کے بعد تیری ساری کٹھنائیاں دور ہو جائیں گی۔"

جوگی سیتارام نے غلط نہیں کہا تھا۔ دوسرے دن مجھے عدالت میں پیش کیا گیا تو پولیس کے اپنے پیشہ ور گواہ سابقہ بیان سے منحرف ہو گئے۔ تجمل بخاری کی جگہ جو دوسرا آفیسر کیس بھگتانے آیا تھا وہ بھی بوکھلا گیا۔ گواہوں کے منحرف ہونے کے بعد مجھے باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔ مجھے فاضل مجسٹریٹ کی بے بسی پر ہنسی آ گئی۔

میں بری ہونے کے بعد اپنے اپارٹمنٹ پر پہنچا تو وہاں کسی اور کا قبضہ تھا' لوگ مجھے نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے' مجھے جھوٹے مقدمے میں ملوث کیا گیا تھا لیکن میرے پاس پڑوس میں رہنے والوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل چکا تھا' میں بے یار و مددگار رہ گیا تھا۔ میں بوجھل بوجھل قدموں سے نیچے آیا تو جھرنا سامنے گاڑی میں موجود تھی' میں نے کترا کر گزر جانا چاہا لیکن اس نے گاڑی سے نیچے اتر کر میرا راستہ روک لیا۔

"میں ایک ضروری کام سے کچھ دنوں کے لئے ڈھاکہ سے باہر گئی ہوئی تھی' مجھے تمہارے حالات کا علم نہیں تھا۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں ہوتی تو تمہاری مدد کو ضرور آتی۔"

"تم نے مجھے اب بھی پہچان لیا' یہ بھی میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔

"مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے آپ کہنا چھوڑ دیا۔" وہ میرے طنز کو نظرانداز کر کے مسکرائی پھر میرا ہاتھ تھام کر گاڑی میں بٹھا دیا۔ میں چاہتا تو انکار کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے کسی سہارے کی ضرورت تھی' قدم جما کر کہیں سکون سے بیٹھ کر میں اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرنا چاہتا تھا۔ گاڑی چلنی شروع ہوئی تو میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ..... میرا مطلب ہے کہ شاید اب کرنل مجھے تمہارے ساتھ دیکھ کر کسی مسرت کا اظہار نہیں کرے گا۔"

"میں تمہیں اپنی کوٹھی پر نہیں لے جا رہی۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "مجھے ڈھاکہ واپس آتے ہی تمہارے حالات کا علم ہو گیا تھا' میں آج صبح تھانے بھی گئی تھی مگر معلوم ہوا کہ تمہیں عدالت میں لے جایا گیا ہے' میں نے تمہارے اپارٹمنٹ پر آ کر تمہارا

انتظار کرنا چاہا لیکن یہاں بھی حالات تبدیل ہو چکے تھے۔"

"مجھے ملازمت سے معطل کیا جا چکا ہے۔" میں نے اسے حالات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا لیکن میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ غلطی کی ابتدا بخاری کی طرف سے ہوئی تھی' میں بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا۔"

"میں تفصیل جان چکی ہوں۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ "بخاری کو اس کے کیے کی سزا بھی مل گئی۔"

"تم نے شاید رحیم الدین سے ایک بار پہلے بھی میری سفارش کی تھی۔" میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔ "عدالت سے باعزت بری ہونے کے بعد قانونی طور پر میری ملازمت ختم نہیں کی جا سکتی' تمہارا صرف ایک فون....."

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہی ہوں مگر شاید اب وہ تمہارے وجود کو برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہو۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتا۔" میں نے ٹھوس آواز میں بڑے یقین سے کہا۔ "اب اسے میرے معاملے میں اپنے آپ کو بدلنا ہو گا۔" میرے لہجے میں اعتماد تھا اور اس اعتماد کی پشت پر جوگی سیتارام کی ماورائی قوتیں شامل تھیں میں جس کے ساتھ سمجھوتا کر چکا تھا۔

"اب تمہیں ملازمت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے جھرنا کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا' اس کے گداز ہونٹوں پر لاپرواہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی' اس مسکراہٹ میں ایسا سحر تھا کہ میں اس کے چہرے سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ اس کے لباس سے پھوٹنے والی مسحور کن خوشبو میرے وجود کو گدگدانے لگی' وہ کل بھی سراپا قیامت تھی' آج بھی اس کے حسن کی دلکشی میں وہ مقناطیسی کشش موجود تھی جو جنس مخالف کو مدہوش کرنے کے لئے بڑا مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔

میری نظریں اس کے لباس پر سرسرانے لگیں' اس کے جسمانی نشیب میری نگاہوں میں اترنے لگے' میرے جسم پر چیونٹیاں رینگنے لگیں' پہلی بار خود جھرنا نے میری طرف پیش قدمی کی تھی' میں مجبوراً حالات کا شکار ہو گیا۔ آج وہ ایک شان بے نیازی سے

aazzamm@yahoo.com

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی سڑک کی جانب متوجہ تھی اور میں اس کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔ اس کا قرب مجھے اکسا رہا تھا' میں اس کی آغوش میں گم ہو کر ان صعوبتوں کو بھول جانا چاہتا تھا جس نے میرے دل و دماغ پر کوئی اچھا اور خوشگوار اثر نہیں ڈالا تھا' میں نے بے تکلفی سے اس کی جانب کھسک کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں' وہ کسمسا کر بولی۔ "یہ شاہ راہ عام ہے آذر! کوئی دیکھ لے گا۔"

"تمہیں کس کا خوف ستا رہا ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کرنل کا یا کسی دوسرے واقف کار کا؟"

"میں کسی سے نہیں ڈرتی۔" وہ میرے جملے کی ساخت پر تلملا اٹھی۔

"پھر گاڑی یہیں کہیں فٹ پاتھ سے ملا کر کھڑی کر دو۔" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "جو ہو گا' دیکھا جائے گا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم زندگی کی طرف واپس لوٹ رہے ہو۔" اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "اس روز کرنل کی کوٹھی کے مخصوص نگار خانے میں تم کو کیا ہو گیا تھا؟"

میں نے لاجواب ہو کر اسے بازوؤں میں سمیٹنے کی کوشش کی تو اس کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر پھسلنے لگے' میں نے کسی حادثے کے خوف سے بڑی تیزی سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔

"موت سے ڈرتے ہو؟" اس نے سنبھل کر کہا پھر بڑے تلخ لہجے میں بولی۔ "مجھے دیکھو' میں نے تنہا ہونے کے باوجود کسی محاذ پر شکست تسلیم نہیں کی' صرف ایک بار پسپا ہوئی تھی لیکن اسی پسپائی نے مجھے جینے کا ڈھنگ سکھا دیا' اب میں ایک شخص کی غلطی کا انتقام ہر اس شخص سے لے رہی ہوں جو عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں۔"

"میں نے کیا قصور کیا تھا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"تمہاری بات اور ہے۔" اس نے شوخی اور بے باکی سے مسکرا کر کہا۔ "تم مجھے پہلی ملاقات میں ہی اچھے لگے تھے۔"

"کیا کرنل کو علم ہے کہ تم کن راستوں پر چل رہی ہو؟"

"ہو بھی سکتا ہے۔" وہ شانے اچکا کر بولی۔ "لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے' شاید اس لئے کہ وہی میری بربادی کا ذمہ دار ہے۔"

میں جھرنا سے چھیڑ چھاڑ کی باتیں کرتا رہا' اس کی رفاقت نے میرے ذہن پر طاری

کسلمندی بڑی حد تک دور کر دی تھی۔ بیس منٹ بعد اس نے اپنی گاڑی ایک چھوٹے سے خوبصورت مکان کے سامنے روکی' وہ غالباً کوئی کالونی تھی جہاں بے شمار مکانات ایک ہی ڈیزائن کے تعمیر کئے گئے تھے' ان کا رقبہ زیادہ نہیں تھا لیکن تعمیر کے اعتبار سے انہیں خوبصورت کہا جا سکتا تھا۔ جھرنا نے مختصر سے پورٹیکو میں گاڑی کھڑی کی' میں بھی اس کے ساتھ نیچے اترا اس نے صدر دروازے پر پہنچ کر چابی سے تالا کھولا تو میں نے پوچھا۔

"کیا یہ خوبصورت مکان کسی نے بطور تحفہ دیا ہے؟"

"نہیں۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "یہ میرا ذاتی مکان ہے۔ جب میں ماڈلنگ کیا کرتی تھی اس وقت میں نے اسے اپنی کمائی سے خریدا تھا' کرنل سے شادی کرنے کے بعد بھی میں نے اسے فروخت نہیں کیا۔"

میں مکان میں داخل ہوا تو اس کی خوبصورت سجاوٹ اور دیدہ زیب فرنیچر کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ مختصر سے ڈرائنگ روم میں جتنی تصاویر موجود تھیں وہ جھرنا کی تھیں' مختلف انداز میں مختلف مصنوعات کے ساتھ وہ تصویریں اس وقت کی یادگار تھیں جب وہ ماڈل تھی' وہ مجھے گھر کا ایک ایک حصہ دکھاتی رہی۔ دو کمروں پر مشتمل وہ مکان ہر اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا' وہاں ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں' ایک کارنر میں فون بھی رکھا تھا۔

"کیا یہ مکان خالی پڑا رہتا ہے؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"ہاں ..... لیکن میں ہفتہ میں دو مرتبہ یہاں آ کر خود اپنے ہاتھوں سے اس کی صفائی کرتی ہوں اور....." وہ یکلخت جذباتی ہو گئی۔ "تم پہلے مرد ہو جس نے اسے پوری طرح گھوم پھر کر تفصیل سے دیکھا ہے۔ یہاں آنے والے بزنس مین جو مجھے اپنی پروڈکٹس (Products) کے لئے بک کرتے تھے' ڈرائنگ روم سے آگے کبھی نہ بڑھ سکے۔"

"تمہاری فیملی کہاں رہتی ہے؟" میں نے اسے اندر سے ٹٹولنا چاہا۔ "میرا اشارہ تمہارے والدین کی طرف ہے۔"

"والد کا انتقال ہو چکا ہے' اسی لئے میں نے موڈلنگ کا پیشہ اختیار کیا تھا۔" اس نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "ماں زندہ ہے' وہ کلکتہ میں رہتی ہے۔"

"یہاں کیوں نہیں رہتی؟"

aazzamm@yahoo.com

"اسے کرنل سے میری شادی کا پس منظر معلوم ہو گیا تھا' وہ غیرت مند تھی اس لئے یہ دیس ہی چھوڑ کر چلی گئی۔"

"تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟" میں نے اسے اداس ہوتا دیکھ کر موضوع بدل دیا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تم پہلی ملاقات میں مجھے اچھے لگے تھے۔" اس نے والہانہ نظروں سے میری طرف دیکھا' بڑی بے تکلفی سے بولی۔ "اگر تم کرنل سے پہلے میری زندگی میں آئے ہوتے تو میں تمہارے سوا کسی اور سے شادی نہ کرتی۔"

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہے؟" میں نے اس کے چہرے پر پھوٹنے والی شفق کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے کہ تم میری بات نہیں سمجھ سکے۔" اس نے وضاحت کی۔ "یہ مکان میری ذاتی ملکیت ہے اور تم کو بھی میں غیر نہیں سمجھتی اس لئے جب تک تم ڈھاکہ میں ہو یہیں رہو گے۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں؟" میں نے سوالیہ نظروں سے گھورا۔

"تو مجھے دکھ ہو گا۔" اس کی آواز میں اس کی زندگی کی تلخیاں گھلی ہوئی تھیں۔ میں اٹھ کر اس کے قریب چلا گیا' میں نے جواب میں اس کے مرمریں ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے' وہ آنسو اس کی عقیدت اور محبت کا اظہار تھے' ان میں خلوص تھا' محبت تھی' اپنائیت تھی' میں نے بے اختیار ہو کر اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا' اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی' اس کی خود سپردگی کا انداز بھی قیامت تھا۔

"کیا کرنل کو اس مکان کا علم ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

"ڈرتے ہو کرنل سے؟" اس نے بڑے پیار سے کہا' پھر ٹھوس لہجے میں بولی۔ "ہاں اسے اس مکان کا علم ہے لیکن وہ ادھر کا رخ کبھی نہیں کرتا' یا یوں سمجھ لو کہ اس کی غیرت اس کے پیروں کی زنجیر بن گئی ہے۔ وہ صرف اپنی کوٹھی یا دو چار بوڑھے کھوسٹ دوستوں کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔"

"میں تمہاری پیشکش فی الحال قبول کئے لیتا ہوں لیکن....."

"میں تمہاری بات سمجھ گئی۔" اس نے مجھے بڑی حسرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہاری یہ شرط بھی منظور ہے' جب تمہیں اس سے بہتر کوئی ٹھکانہ ملے تو چلے

جانا۔"

وہ میرے ساتھ تین چار گھنٹے گزار کر چلی گئی۔ جاتے جاتے اس نے وعدہ لیا کہ مجھے کسی چیز کی بھی ضرورت پڑے تو اسے فون کرنے سے دریغ نہیں کروں گا' اس نے اپنی گاڑی بھی چھوڑنی چاہی لیکن میں نے انکار دیا۔ وہ گلے مل کر دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی لیکن اس کے بدن کی خوشبو بڑی دیر تک میرے وجود کو مہکاتی رہی۔

میں دس روز کا تھکا ہوا تھا غسل کر کے لیٹا تو گھوڑے بیچ کر سو گیا۔ مجھے کسی کی مداخلت کا اندیشہ بھی نہیں تھا' میں کب تک دنیا و مافیہا سے بے خبر رہا مجھے اس کا اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ دوسری بار مجھے اس وقت ہوش آیا جب کسی کے قہقہوں کی آواز میرے وجود کے سناٹے میں گونجتی سنائی دی' میں ہڑبڑا کر اٹھا' ہر طرف گھپ اندھیرا تھا' میں نے تیزی سے اٹھ کر لائٹ آن کی' روشنی کے باوجود وہاں کوئی نظر نہیں آیا لیکن قہقہوں کی وہ آواز بدستور سنائی دیتی رہی' وہ اسی دیوانے ملنگ کے بے ہنگم قہقہوں کی آواز تھی جسے میں پہلے بھی سن چکا تھا۔ میں نے پورا مکان چھان مارا' کونے کھدروں میں جھانک کر دیکھا لیکن وہ جسمانی طور پر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا' صرف اس کے قہقہے در و دیوار سے ٹکراتے پھر رہے تھے۔

"تم کہاں ہو؟" میں نے اسے سنجیدگی سے پکارا۔ "میرے سامنے آؤ' مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

میری آواز ابھرتے ہی اس کے قہقہوں کی آواز بند ہو گئی' میں ابھی اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ مجھے یہ احساس بڑی شدت سے ہوا کہ خواب گاہ میں میں تنہا نہیں ہوں' میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ وہاں میرے سوا کوئی اور بھی موجود ہے — کون ہو سکتا ہے؟ — میں نے سوچا' میرے ذہن میں فوری طور پر اسی دیوانے ملنگ کا تصور ابھرا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں' وہ جوگی سیتا رام تھا جو فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا مجھے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"تم....." میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تم کب آئے؟"

"کیوں؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا میرے آنے سے تجھے خوشی نہیں ہوئی؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "مجھے عدالت کا فیصلہ سننے کے

aazzamm@yahoo.com

بعد سے تمہارا انتظار تھا۔"

"میں تیرے ساتھ ساتھ ہی تھا' پر تیری نظریں مجھے نہیں دیکھ سکیں۔"

"میرے دشمنوں نے میرا رہنے کا ٹھکانہ بھی چھین لیا ہے۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔

"کسے بتا رہا ہے ..... جوگی سیتارام کو جو دھرتی کے نیچے پاتال میں بھی جھانکنے کی مہان شکتی رکھتا ہے۔" اس نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "چتا کس بات کی ہے؟ کیا اس سندری نے' تُو ابھی جس کے کومل شریر سے کھیل رہا تھا' تجھے اپنا سب کچھ نہیں سونپ دیا؟"

"وہ....." میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے میری بات کاٹ دی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی پُراسرار مسکراہٹ نمودار ہوئی' اس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "وہ جو کچھ کر رہی ہے میرے اشارے پر کر رہی ہے۔ میں نے تجھے رام کرنے کے کارن اس کے سندر شریر کا جال پھینکا تھا۔ اس کے من میں تیرا پریم جگایا تھا۔ یہ سندریاں کیول ہوتی ہی اس لئے ہیں کہ منش جات کا من بہلائیں' ابھی تُو نے کچھ بھی نہیں دیکھا' جوگی کی آگیا کا پالن کرتا رہے گا تو تیرے پنکھ بھی اڑنا سیکھ لیں گے' تُو آکاش کی بلندیوں پر تیرتا پھرے گا' اِندر کے اکھاڑے کی سیر کرے گا جہاں اپسرائیں تیرا من بہلائیں گی۔"

"میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ مجھے یاد ہے لیکن میں کب تک تمہارا ہاتھ پکڑ کر چلتا رہوں گا؟" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"جب تک سیتارام کو تیری ضرورت ہے تُو کہیں اِدھر اُدھر نہیں جا سکے گا۔" وہ سرسراتے لہجے میں بولتا رہا۔ "ایک بات گرہ سے باندھ لے' اس سنسار میں کیول ان کو زندہ رہنے کا ادھیکار ہے جو مہان شکتی پراپت کر لیتے ہیں' منش کے بازو میں شکتی نہ ہو' اس کی آنکھوں سے بھڑکتے ہوئے شعلے نہ نکلتے ہوں تو کوئی اس کے سامنے ڈنڈوت (سجدہ) نہیں کرتا' سب شکتی کا کھیل ہے بھولے ناتھ ..... سیتارام کے کہے پر چلے گا تو کندن بن جائے گا۔ دو چار جاپ منتر کر لے گا تو تُو بھی بلوان بن جائے گا' دیوی دیوتاؤں کی بھگتی میں جو سواد (مزہ) ہے وہ تجھے ڈھونڈے سے بھی کہیں اور نہیں ملے گا۔"

سیتارام اپنے دھرم اور دیوی دیوتاؤں کی بات کر رہا تھا' میں نے اس سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو اسے اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دیتا' اسے بتاتا کہ میں ایک کٹر مسلمان ہوں' حالات

کی بھنور میں پھنس کر میرے قدم ڈگمگا ضرور گئے تھے' مجھے اپنے ناکردہ گناہوں کی بڑی سخت اور اذیتناک سزائیں بھی بھگتنی پڑی تھیں لیکن میں نے اپنے مذہب سے منہ نہیں پھیرا تھا۔

"پھر الجھ گیا دھرم کرم کے چکروں میں؟" سیتارام نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "مجھے ابھی تک تیری نیت میں کھوٹ نظر آ رہا ہے' یاد رکھ مورکھ! اگر تُو نے اپنا دیا ہوا وچن توڑنے کی بھول کی تو میں ایسا سراپ دوں گا کہ تیرے پُرکھوں کی آتمائیں بھی بیاکل ہو جائیں گی' میں نے تجھ سے کہا تھا نا کہ میں من کا حال جاننے کی شکتی بھی رکھتا ہوں اور تُو ..... تُو مجھے گھر سے اٹھا کر باہر پھینکنے کا وچار کر رہا ہے ..... اپرادھی۔"

میں نے خود کو تیزی سے سنبھالا' میں اس کی ماورائی قوتوں کا کرشمہ دیکھ چکا تھا۔

"تم مجھے غلط مت سمجھو۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے وہ میری ذات پر قرض ہے لیکن....."

"لیکن ویکن نہیں چلے گی سیتارام کے ساتھ۔" اس نے بگڑے ہوئے تیور سے کہا۔ "تُو نہیں جانتا' میں نے تجھے کھوجنے کے لئے کتنے جتن کئے ہیں۔ تُو نے وچن نہ دیا ہوتا تو اور بات تھی پرنتو اب اگر تُو نے چھل کپٹ سے کام لیا تو تیرے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔"

میں سیتارام کی قوت کا تماشہ دیکھ چکا تھا' میرے لئے اس سے بگاڑ کرنا مناسب نہیں تھا' مجھے یہ بھی خیال تھا کہ جب میرے دشمنوں کی تین لاشیں برآمد ہوں گی تو چاروں طرف کہرام مچ جائے گا' وہ خاموش نہیں بیٹھیں گے' انسپکٹر اور تھانے کے آن ڈیوٹی عملے کو بھی ایک ایک کر کے کریدا جائے گا' کسی نے زبان کھول دی تو وہ پھر بھوکے گدھ کی مانند مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ گواہ منحرف نہ ہوئے ہوتے تو میں اس وقت بھی کھلی فضا میں سانس نہ لے رہا ہوتا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔ سیتارام کی قوت میرا ساتھ نہ دیتی تو میرا انجام بھیانک ہی ہوتا۔

"میں تیرے من کی کھل بل دیکھ رہا ہوں۔" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میرا کہا مان لے مورکھ نہیں تو اس دھرتی پر تجھے کہیں ٹانگ پسارنے کی جگہ نہیں ملے گی' سارا جیون کانٹوں پر لوٹ لوٹ کر بیتا دے گا۔"

میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے غلط نہیں ہو گا' اگر وہ اپنی ماورائی قوتوں کے ذریعے مجھے موت کے منہ سے نکال سکتا تھا' میرے جسم میں کوئی شیطانی روح

aazzamm@yahoo.com

پھونک سکتا تھا تو اس کا ایک اشارہ مجھے دوبارہ پھانسی کے پھندے تک بھی پہنچا سکتا تھا۔ میرے پاس اس کی بات پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

"سیتارام!" میں نے نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ "میں اپنے وعدے سے پیچھے نہیں ہٹ رہا' تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا میں اس کے لئے بھی تمہارا شکرگزار ہوں۔ میرے اوپر جو بیتی ہے وہ تم بھی جانتے ہو' مجھے ملازمت سے معطل کیا گیا' میرا سر چھپانے کا ٹھکانہ بھی چھن گیا' تمہاری وجہ سے جھرنا میرا ساتھ نہ دیتی تو میں اس وقت کسی فٹ پاتھ پر بھٹک رہا ہوتا۔ میری ملازمت کا بھی کوئی یقین نہیں ہے' رحیم الدین بڑا کیکر آدمی ہے' وہ مجھے آسانی سے....."

"شانت ہو جا بالک!" جوگی سیتارام معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔ "میں جان گیا تو کیا چاہتا ہے۔ بس اب کوئی چنتا مت کر' اٹھ کر مہان جوگی کا ہاتھ تھام کر آنکھیں موند لے' میں تیرے من کی ساری آشاؤں کو پورا کر دوں گا' دھن دولت تو ہاتھ کا میل ہے' میں تجھے بتاؤں گا کہ جو مہان شکتی کے مالک ہوتے ہیں ان کے لئے کوئی کام کٹھن نہیں ہوتا' میں تجھے کندن بنا دوں گا ..... کندن' تُو بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی گرو سے پالا پڑا تھا۔"

"میں ایک بات اور جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے غیر اختیاری طور پر پوچھ لیا۔ "کیا ابھی کچھ دیر پہلے تم ہی قہقہہ لگا رہے تھے؟"

سیتارام کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا' تیوری چڑھا کر بڑے سرد لہجے میں بولا۔ "مجھ سے ٹھٹھول کر رہا ہے؟"

"میری بات کا یقین کرو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے آنے سے پیشتر میں کسی کے قہقہوں کی آواز سن رہا تھا' میں سمجھا کہ شاید تم ہی ہو گے۔"

"نہیں ..... وہ میں نہیں تھا لیکن میں سمجھ رہا ہوں کہ وہ کون ہو گا۔" اس نے خلا میں گھورتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

"کون ہو گا؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"ان چکروں میں سے برباد مت کر بالک! یہ ابھی تیرے بس کا روگ نہیں ہیں۔ چل میرا ہاتھ تھام کر آنکھیں موند لے۔"

میرے دل میں ایک لمحے کو آیا کہ اس سے پوچھوں کہ مجھے کہاں لے جانا چاہتا ہے

لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا' خاموشی سے اٹھ کر سیتارام کا ہاتھ تھام لیا پھر جو کچھ ہوا وہ بھی حیرت انگیز تھا۔ سیتارام کا ہاتھ تھامتے ہی مجھے ایسا لگا جیسے میرے پورے وجود پر لرزہ طاری ہو گیا ہو' میرے ذہن پر شدید غنودگی طاری ہونے لگی۔

میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میرا ذہن آہستہ آہستہ معطل ہوتا چلا گیا' سیتارام کی گرفت میرے ہاتھ پر مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

☆------☆------☆



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

aazzamm@yahoo.com

میں ہوش میں آیا تو رحیم الدین اپنی خواب گاہ میں بستر استراحت پر تھا' میں نے مدھم روشنی میں دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی' اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔ مجھے حیرت ہوئی وہ اپنی خوابگاہ میں بالکل تنہا تھا' اس نے دروازہ بھی اندر سے بند کر رکھا تھا' میں نے اپنے ذہن کو ٹٹولا' میرے کانوں میں جوگی سیتارام کی سرگوشی سنائی دی۔

"بالک! یہی ہے وہ دشٹ جس نے بخاری کو اور تجھے جھوٹے کیس میں الجھا کر تیرا پتا صاف کرنے کی گھناؤنی سازش کی تھی۔ بخاری نے تجھ کو جس مخبر کا نام نہیں بتایا وہ بھی اسی کا خاص آدمی تھا۔ اس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلے ہیں۔ بخاری بھی اس کے جال میں پھنس کر پرلوک سدھار گیا اور تُو بھی چکی کے دو پاٹوں کے بیچ آ کر در بدر ہو گیا۔"

پُراسرار جوگی کی آواز میرے دل و دماغ کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ "یہی وہ پاپی ہے جس نے اپنی تجوری میں مایا کا انبار اکٹھا کر رکھا ہے۔ اس کی ساری دھن دولت اسی کے کمرے میں ہے اسی کارن یہ اپنی استری (بیوی) کے ساتھ نہیں سوتا۔ کل اس نے تجھے راستے سے ہٹانے کی خاطر تیری موت کا جال بُنا تھا' آج یہ تیرے سامنے پڑا چین کی نیند سو رہا ہے۔ سے اب تیری مٹھی میں ہے' تُو بلوان ہے' تیرے شریر میں پھر وہی شکتی موجود ہے جس کے اشارے پر تُو نے اپنے تین دشمنوں کو نرک میں جھونک دیا تھا۔ میری بات دھیان سے سن' سانپ یا کسی ہتیارے کا سر کچلنا پاپ نہیں ہے' تُو اس پاپی سے بھیانک انتقام لینے کے کارن یہاں آیا ہے' اس کے دھن میں سے اپنا حصہ سمیٹ لے' باقی کو آگ لگا دے۔ اس کی ایک سندر پتری (بیٹی) دوسرے کمرے میں سو رہی ہے' جاتے جاتے ایک نظر اسے بھی دیکھ لینا' جھرنا اس کے پاؤں کی دھول بھی نہیں ہے۔ سندر ناریاں منش کا من بہلانے کا کھلونا ہوتی ہیں' تُو اس کھلونے سے من بہلا کر اسے بھی موت کی نیند سلا دے' تیرے من کو جبھی شانتی ملے گی جب تُو دشمنوں سے اپنا انتقام لے گا۔ یہ سنسار اسی کا ساتھ دیتا ہے جو بلوان ہوتے ہیں۔ تیرے شریر میں دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد دوڑ رہا ہے' جوگی سیتارام کی

مہان شکتی بھی تیرے ساتھ ہے' کوئی چنتا مت کر' دھرم کرم کو بھول جا' کالی تیرے اوپر مہربان ہے۔ یہ شبھ گھڑی بیت گئی تو تُو اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام کبھی نہ لے سکے گا۔ اپنے قدم زمین پر گاڑ لے' آج کیول تیرا دان ہے' اپنے من سے ساری دبدھا دور کر دے۔ یہاں جوگی کی آگیا کا پالن کر' جو تیرے سامنے ٹانگ پسارے پڑا ہے اس کی ٹانگیں چیر دے' اس کا دھن تیرے زخموں کا مرہم ہے' تیرے شریر میں جو اگنی (آگ) بھڑک رہی ہے اسے اس پاپی کے خون سے بجھا لے' اس کی سندر چھوکری کے کومل بدن کو اسی طرح روند ڈال جس طرح اس کے کارن تجھے چکی کے دو پاٹوں کے بیچ روندا گیا تھا۔ میری آگیا کا پالن کر۔ باقی سب کچھ بھول جا۔ یہ سے بیت گیا تو سارا جیون دھرتی پر اپاہجوں کی طرح ایڑیاں رگڑتا پھرے گا۔ سن رہا ہے مورکھ! مہان جوگی تجھے کیا بھاشن دے رہا ہے' کیا پاٹھ (سبق) پڑھا رہا ہے؟"

جوگی سیتارام کی باتیں میرے پورے وجود میں گونج رہی تھیں۔ مجھے اپنے اندر پھر اسی قوت کا احساس ہو رہا تھا جس کے بل بوتے پر میں اپنے تین دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ میری نظریں رحیم الدین کے چہرے پر مرکوز تھیں جو شاندار مسہری پر لیٹا سکون کی نیند سو رہا تھا۔ میرے اندر لاوا ابلنے لگا' میری آنکھوں سے انتقام کے شعلے لپکنے لگے' میں نے آگے بڑھ کر رحیم الدین کے منہ پر ایک بھرپور تھپڑ مارا تو وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھے اپنی خواب گاہ میں دیکھ کر اسے یقیناً حیرت ہی ہوئی ہو گی' وہ ہاتھ کی انگلیوں سے آنکھیں ملنے لگا۔ شاید اپنے آپ کو یقین دلانا چاہتا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے ورنہ اس کی مقفل خواب گاہ میں کسی کا بغیر اجازت داخل ہونا ناممکن ہی تھا۔

"تُو جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ خواب نہیں حقیقت ہے۔" میں نے زہریلے ناگ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ "مجھے غور سے دیکھ لے' میں وہی آذر ہوں جو اپنی ایمانداری کے سبب تیری نظروں میں اس وقت سے کھٹک رہا تھا جب سے تُو نے میرے تبادلے کے آرڈر اور میری پرسنل فائل دیکھی تھی۔"

"تم ..... تم آذر نہیں ہو سکتے۔" اس نے اپنے سر کو جھٹک کر غیر یقینی انداز میں کہا۔ "باہر میرے مسلح پہرے دار موجود ہیں' ان کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی میرے آس پاس پَر نہیں مار سکتا۔"

"میں موت کا پرندہ ہوں رحیم الدین جس پر گولیاں کوئی اثر نہیں کرتیں۔"

aazzamm@yahoo.com

"لیکن تم....."

"ہاں' تم نے مجھے مروانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔" میں نے سرد آواز میں اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔ "تم شاید تجمل بخاری سے بھی اکتا چکے تھے جو تم نے ایک سازش کے تحت اس کے کانٹے کو بھی درمیان سے نکلوا دیا اور مجھے بھی مروانے کی کوشش کی لیکن تم شاید یہ بھول گئے تھے کہ ایک دن موت کا فرشتہ تمہیں بھی دبوچ کر موت کی ابدی نیند سلا سکتا ہے۔"

رحیم الدین میری باتیں سن کر چونکا' وہ پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا' اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟" میں نے تلملا کر پوچھا۔

"تم ..... تم جو کچھ سوچ رہے ہو' سمجھ رہے ہو وہ غلط ہے۔" اس نے مجھے بہلانے کی کوشش کی۔ "بخاری میری کسی سازش کا نہیں اپنی حماقت اور ضرورت سے زیادہ خوداعتمادی کا شکار ہوا۔ ڈیفنس سیکرٹری کے سالے سے دو لاکھ روپے کی رشوت اسے لے ڈوبی' اس کی موت میں میرا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ وہ ..... وہ میرا سب سے قیمتی آدمی تھا۔"

"اور میں پتھر تھا جسے تم ٹھوکر مار کر اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم نے میری مدد کرنے کے بجائے میری معطلی کے آرڈر جاری کر دیئے' تم اپنا دامن بچانا چاہتے تھے۔"

"ایسا نہیں ہے۔" اس نے پہلو بدل کر کہا۔ "میں نے صرف قانون کا تقاضہ پورا کیا تھا لیکن اب تم باعزت بری ہو چکے ہو' میں تمہیں دوبارہ ڈیوٹی پر لینے کو تیار ہوں' تم کل صبح مجھ سے دفتر میں ملو' میں تمہیں....."

"تم بہک رہے ہو میری جان!" میں زہرخند سے بولا۔ "میں ایماندار ضرور ہوں لیکن اتنا احمق نہیں کہ تمہارے جھانسے میں آ جاؤں۔"

"اور ..... اور تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"وہ تمام دھن دولت جو تم نے اپنے اس خوبصورت مقبرے میں جمع کر رکھا ہے۔" میں نے اس کی خواب گاہ پر نظر ڈالتے ہوئے سفاک لہجہ اختیار کیا۔ "شرافت سے میری بات مان لو گے تو شاید میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت کر دوں' دوسری شکل میں تمہیں کوئی

نیا کھیل کھیلنے کی خاطر زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم غلطی کرو گے۔" اس نے سنبھالا لینے کی کوشش کی۔ "تم نے اگر مجھے مار دیا تو خود بھی زندہ نہ بچ سکو گے۔"

رحیم الدین مجھے ایک لمحے تک دیکھتا رہا پھر اس نے جس پھرتی سے تکئے کے نیچے ہاتھ ڈال کر اپنا ریوالور نکالا اسے دیکھ کر میں بھی ششدر رہ گیا لیکن خوف میرے ذہن سے کوسوں دور تھا اس کے ہاتھ میں دبا ہوا اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور بھی مجھے بچوں کے کھلونے کی طرح لگ رہا تھا۔ شاید وہ جوگی سیتا رام کی اُس شیطانی قوت کا کرشمہ تھا جو ایک بار پہلے بھی میرے کام آ چکی تھی۔ اس وقت بھی سیتارام کی ماورائی قوتوں نے میرے دل و دماغ کو پوری طرح تسخیر کر رکھا تھا۔ میرا ذہن صرف ان ہی باتوں پر عمل کرنے کو سوچ رہا تھا جو سیتارام نے میرے ذہن میں بٹھا دی تھیں۔

"اس کھلونے کو جیب میں رکھ لو رحیم الدین!" میں نے مسکرا کر لاپرواہی سے کہا۔ "موت سے فرار حاصل کرنے کی خاطر اگر تم تجوری کھول کر اس کی تمام پونجی میرے حوالے کر دو تو یہ سودا تمہارے لئے زیادہ مہنگا نہیں ہو گا' میری بات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی کوشش کرو۔"

"باسٹرڈ....." ریوالور ہاتھ میں آ جانے کے بعد اس کے حوصلے بلند ہو گئے تھے' اس نے بڑی حقارت سے کہا۔ "اس وقت تُو میرے رحم و کرم پر ہے' اگر تُو نے ایک ذرا حماقت کی تو میں تیرا جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔"

"تجوری کا سارا مال نکال کر میرے قدموں پر ڈال دو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"اس کے ساتھ تمہیں مجھے اپنی ایک تحریر بھی دینی ہو گی کہ تم....."

"تُو شاید پاگل ہو گیا ہے۔" وہ میری بات کاٹ کر تیزی سے مسہری سے نیچے آ گیا۔ "مجھے بتاؤ کہ تمہیں میری خواب گاہ تک پہنچانے کی غلطی کس نے کی ہے؟"

"جوگی سیتارام نے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ جو مہان شکتی کا مالک ہے۔"

"تم شرافت سے زبان نہیں کھولو گے شاید؟" وہ غصے سے ہونٹ چبانے لگا۔

"شرافت چھوڑ کر تم اپنی کمینگی بھی آزما کر دیکھ لو۔" میں نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ "تمہیں میری بات کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

aazzamm@yahoo.com

رحیم الدین کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا' اس نے جھلا کر یکے بعد دیگرے دو فائر کئے لیکن پھر اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کے ریوالور سے نکلنے والی گولیاں میرے قدموں پر پڑی نظر آ رہی تھیں۔ مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا' میں اس سے پہلے بھی جوگی سیتارام کی شیطانی قوتوں کا تماشہ دیکھ چکا تھا۔ وہ حیرت انگیز اور ناقابل یقین قوتوں کا مالک تھا۔

"تمہارے ریوالور کے چیمبر میں ابھی تین چار گولیاں اور بھی ہوں گی۔" میں سرد آواز میں بولا۔ "انہیں بھی آزما کر دیکھ لو' دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔"

جواب میں اس نے باقی گولیاں بھی داغ ڈالیں لیکن ان کا بھی وہی انجام ہوا۔ رحیم الدین کی آنکھیں پٹ پٹانے لگیں۔ جو کچھ ہوا خود اسے بھی اس پر یقین نہیں آ سکا تھا' وہ بھی بت بنا کھڑا مجھے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"اب شرافت سے تجوری کھول کر ساری جمع پونجی کسی بیگ میں ڈال کر خاموشی سے میرے حوالے کر دو۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ اس نے کسی معمول کی طرح ریوالور ہاتھ سے گرا دیا پھر بائیں جانب دیوار پر لگی ایک فریم شدہ تصویر کو اتارا تو اس کی پشت پر وہ تجوری نظر آنے لگی جس کے اندر اس نے کروڑوں کی رقم کے علاوہ زیورات اور سونے کی اینٹیں بھی چھپا رکھی تھیں۔ میں خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا۔ اس نے ایک بیگ میں تجوری کا سارا مال نکال کر ڈالا پھر میرے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔

"دیکھا بالک! تُو نے جوگی کی مہان شکتی کا چمتکار۔" سیتارام کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تُو نے ایک جھٹکے میں اتنی دھن دولت حاصل کر لی کہ برسوں چین کی بنسری بجا سکتا ہے۔ اس دھن پر اب کیول تیرا ادھیکار ہے' اسے سینت کر رکھنا' اس کی شکتی بھی بڑی بڑی انمول چیزیں خرید سکتی ہے۔"

میری نظریں بدستور رحیم الدین کے چہرے پر مرکوز تھیں جس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا۔

"میں نے تمہاری خواہش پوری کر دی۔" اس نے رحم طلب لہجے میں درخواست کی۔ "اب تم مجھے جان سے تو نہیں مارو گے؟"

"نہیں۔" میں زہر خند سے بولا۔ "یہ نیک کام بھی تم خود انجام دو گے۔"

"نہیں ..... نہیں۔" وہ دیوانوں کی طرح چلانے لگا۔ "تم ایسا نہیں کرو گے۔"

"رحیم الدین!" میں نے اس کی چیخ و پکار سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ "مسہری کی چادر سے اپنے لئے پھانسی کا پھندا تیار کرو' اس کو پنکھے میں باندھ کر دوسرا سرا اپنے گلے میں ڈال لو' یہی تمہاری سزا ہے' یہی میرا حکم ہے۔"

پھر وہی ہوا جو میں نے چاہا تھا' رحیم الدین نے میری ہدایت کے مطابق خود کو پنکھے سے لٹکا کر خودکشی کر لی' اس کا جسم کچھ دیر تک ہوا میں پھڑپھڑایا پھر اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا' اس کی آنکھیں بے نور ہو کر حلقے سے باہر ابل آئیں۔

میں بیگ اٹھا کر اس کی خواب گاہ سے فاتحانہ انداز میں نکلا۔ جوگی سیتارام کی لازوال طاقت مجھے کنٹرول کر رہی تھی' میں ایک دوسری خواب گاہ میں داخل ہوا جہاں زیرو پاور کا ایک نیلا بلب روشن تھا' میں دروازہ اندر سے بند کر کے آگے بڑھا تو میں نے ایک چاند سے چہرے کو نرم و گرم مسہری پر محو خواب پایا۔ اس کی کمسن جوانی کے ہیجان انگیز نشیب و فراز کو سفید ڈریسنگ گاؤن سے جھلکتا دیکھ کر میرے جسم سے کن کھجورے لپٹ گئے' سیتارام نے غلط نہیں کہا تھا' جھرنا اس کے قدموں کی دھول بھی نہیں تھی۔ میرے جذبات میں آگ لگ گئی' میرے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے' مجھ پر جنونی کیفیت اتنی شدت سے طاری ہوئی کہ میں انسان سے درندہ بن گیا۔

میرے مقابلے میں وہ پالتو ہرنی کوئی مزاحمت نہ کر سکی' صرف ہاتھ جوڑ جوڑ کر مجھے دنیا جہان کے واسطے دیتی رہی' چیختی چلاتی رہی' تڑپتی رہی لیکن میں اندھا ہو گیا تھا' بہرا ہو گیا تھا۔ میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ میں اپنے آپ میں تھا بھی کہاں جو کسی بات پر غور کر سکتا۔ میری انسانی مشین کے تمام کل پرزے جوگی سیتارام کے قبضے میں تھے جو کہیں دور بیٹھا ریموٹ اپنے ہاتھ میں لئے مجھے کنٹرول کر رہا تھا۔

میں رحیم الدین کی عالیشان کوٹھی میں کب اور کس طرح داخل ہوا؟ اس کی خواب گاہ کے بند دروازے مجھ پر کس نے کھولے؟ گیٹ پر موجود پہرے داروں نے مجھے دیکھ کر اپنی رائفلیں نیچے کیوں جھکا لیں؟ مجھے گولیوں سے چھلنی کیوں نہیں کیا؟ رحیم الدین نے اپنی زندگی بھر کی کمائی ہوئی حرام کی دولت میرے قدموں میں اتنی خاموشی سے کیوں ڈال دی؟ میں نے اس کی پھول جیسی نازک اور مخملی جسم والی لڑکی کو اپنی وحشت اور جنون کے قدموں تلے روند ڈالا' مسل دیا لیکن اس کی چیخ و پکار کی آوازیں کسی کے کانوں تک نہیں پہنچیں۔ کیا مکان کے ساتھ ساتھ مکینوں کی نظروں پر بھی پٹی بندھی تھی؟ ان کی قوت

aazzamm@yahoo.com

سماعت معطل ہو گئی تھی؟ کیا طلسم تھا جس نے ہر ناممکن کو میرے لئے ممکن بنا دیا تھا؟ میں دندناتا پھر رہا تھا۔ دوسرے معذور و بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ کیا سحر تھا؟ کیا اسرار تھا؟ میں آج بھی کبھی سوچتا ہوں تو سب خواب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں ..... لیکن وہ خواب نہیں تھا' ایک ناقابل یقین حقیقت تھی۔

میں ایک عجیب نشے کی کیفیت سے دوچار تھا' میں اس کیفیت کو کوئی نام نہیں دے سکتا' شاید مجھے "خواب بیداری" کا مرض لاحق ہو گیا تھا' مجھے کسی بات کا مطلق ہوش نہیں تھا پھر میں نے تھکے ہوئے انداز میں خود کو بستر پر گرا دیا' میرا ذہن کیف و مستی کے عالم سے سرشار تھا' مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی' میری جنونی کیفیت کا شکار ہونے والی معصوم اور بے گناہ لڑکی آہستہ آہستہ سسکیاں بھر رہی تھی پھر ان سسکیوں کی آوازیں بھی معدوم ہوتی چلی گئیں۔ میرے اعصاب کا تناؤ ٹوٹ چکا تھا' میں گھپ اندھیروں میں ڈوب کر سب کچھ فراموش کر چکا تھا جب کسی نے دروازے کی کال بیل بجانی شروع کی' بڑی دیر تک میرے وجود کے سناٹے میں گھنٹیوں کی آوازیں گونجتی رہیں پھر میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

میری آنکھیں حیرت سے پٹ پٹانے لگیں' جھرنا نے مجھے جو مکان سر چھپانے کی خاطر عارضی طور پر دیا تھا میں اس وقت اسی کی خواب گاہ میں موجود تھا' میں نے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی' صبح کے دس بج رہے تھے۔ گھنٹی کے بعد کسی نے دروازہ پیٹنا شروع کیا تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' میں نے دروازہ کھولا تو سامنے جھرنا کھڑی تھی۔

"تم کب آئیں؟" میں نے جماہی لیتے ہوئے سوال کیا۔

وہ میری بات کا جواب دینے کے بجائے تیزی سے قدم بڑھاتی اندر آ گئی' اس نے دروازہ بند کر دیا' میں نے اسے غور سے دیکھا وہ کچھ پریشان اور الجھی الجھی نظر آ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے ایک ممکنہ خطرے کے پیش نظر سوال کیا۔ "کیا کرنل کو علم ہو گیا کہ میں یہاں موجود ہوں؟"

"جہنم میں گیا کرنل!" وہ الجھ کر بولی پھر مجھے سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کل جب میں تمہیں یہاں چھوڑ کر گئی تھی اس کے بعد تم کہیں باہر گئے تھے؟"

"نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ جھرنا کو دیکھنے کے بعد مجھے ایک لمحے

کو یہی خیال ہوا کہ میں نے رحیم الدین کے سلسلے میں کوئی خواب ہی دیکھا تھا' شاید وہ اس سے میری نفرت کا ردعمل تھا جو مجھے رات بھر پریشان کرتا رہا تھا۔

"تم نے کل سے اب تک کچھ کھایا پیا بھی نہیں؟" جھرنا نے حیرت سے دریافت کیا' اس کی حیرت میں تجسس بھی شامل تھا۔

"نہیں۔" میں طویل انگڑائی لے کر لاپرواہی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم نہ آتیں تو شاید ابھی میں دو چار گھنٹے اور سوتا ہی رہتا۔"

جھرنا کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت طاری تھی' وہ کسی بات سے پریشان تھی لیکن مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بے تکلفی سے دریافت کیا۔

"تم اس وقت موڈ میں نظر نہیں آ رہی ہو۔"

"ہاں' کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔"

"مجھے نہیں بتاؤ گی؟" میں نے پیار سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"میں نے ابھی کچھ دیر پیشتر رحیم الدین کو اس کے آفس فون کیا تھا۔" اس نے مجھے ٹٹولتی نظروں سے دیکھتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "میں اس سے تمہارے سلسلے میں بات کرنا چاہتی تھی۔"

"پھر ..... کیا اس نے تمہارا حکم ماننے سے بھی انکار کر دیا؟" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"وہ آج سرے سے دفتر آیا ہی نہیں۔" جھرنا نے پریشان لہجے میں اپنی بات جاری رکھی۔ "اس کے پی اے نے مجھے اطلاع دی ہے کہ رات اس نے پنکھے سے لٹک کر خودکشی کر لی۔"

میرے ذہن میں ایک دھماکہ ہوا' جھرنا کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ میرے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ مجھے وہ منظر یاد آ گیا جب میرے کہنے پر رحیم الدین نے اپنے بستر کی چادر کو گلے میں باندھ کر خود کو سیلنگ فین سے لٹکا دیا تھا' حلقوں سے ابلی ہوئی اس کی آنکھیں میرے ذہن میں چکرانے لگیں۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ تمام مناظر رقص کرنے لگے جو میں خواب سمجھ رہا تھا۔ میری پیشانی پر پسینے کی نمی آ گئی۔

"تم ..... تم کیا سوچنے لگے؟" جھرنا نے میرے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے

aazzamm@yahoo.com

ہوئے کہا۔

"اب ..... اب شاید میرا کیس اور الجھ جائے گا۔" میں نے گول مول جواب دیا۔

"بھول جاؤ ملازمت کو۔" اس نے اپنائیت کا اظہار کیا۔ "میری اپنی کمائی ہوئی دولت بینک میں پڑی سڑ رہی ہے' وہ کس دن کام آئے گی؟"

"جھرنا!" میں نے اس کی پیشکش نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا تم رحیم الدین کے گھر فون کر سکتی ہو؟"

"ہاں ..... لیکن تم اس کی خودکشی کی خبر سن کر اس قدر....."

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ اس کی خودکشی کا سبب کیا ہے؟" میں نے اس کی بات کاٹ کر اصرار کیا۔ "پلیز..... تم میری خاطر معلوم کرنے کی کوشش کرو۔"

"تم کس نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو؟" وہ پھر مجھے کریدنے لگی۔

"تم فون نہیں کر سکتیں تو رہنے دو۔" میں نے الجھ کر کہا۔ "میں کسی اور ذریعہ سے معلوم کر لوں گا۔"

جھرنا نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کوئی جواب نہیں دیا' باہر آ کر فون کا رسیور اٹھایا اور رحیم الدین کے گھر کے نمبر ڈائل کرنے لگی' میرے دل کی دھڑکنیں ہر لمحہ تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ کچھ دیر تک جھرنا دوسری طرف سے فون اٹھانے والے سے بات کرتی رہی پھر رسیور رکھ کر بولی۔

"گھر والے کسی ایک اہم بات کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں' پولیس کی تفتیشی ٹیم اپنا کام کر رہی ہے۔"

جھرنا کا جملہ میرے ذہن میں کسی بچھو کی طرح ڈنک مارنے لگا' میں سمجھ گیا کہ وہ اہم بات کیا ہو گی۔ انہوں نے وقتی طور پر دو اور دو چار کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ رحیم الدین کی خودکشی کی واردات کو جوان بیٹی کی آبروریزی سے منسوب کر دیا ہو گا۔ پولیس والے بھی یہی سوچ رہے ہوں گے' انہوں نے کوٹھی کے پہرے داروں کو حراست میں لے لیا ہو گا' دوسرے ملازموں کو بھی کریدنے کی کوشش کی جا رہی ہو گی' یکے بعد دیگرے ہونے والی دو سنگین وارداتوں نے پولیس اور بااثر حلقوں میں کھلبلی مچا دی ہو گی' حکومت کی مشینری بھی حرکت میں آ چکی ہو گی' سب سر جوڑے بیٹھے کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی

کوشش کر رہے ہوں گے۔ ممکن ہے کسی حوالے سے میرا نام بھی درمیان میں آیا ہو۔

جوگی سیتارام کے بارے میں کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہو گا لیکن مجھے گزشتہ رات کی ایک ایک بات یاد آ رہی تھی' اسی نے مجھے اپنا ہاتھ تھام کر آنکھ موندنے کو کہا تھا' پھر آنکھ کھلنے کے بعد میں نے خود کو رحیم الدین کی خواب گاہ میں پایا تھا اور اس کے بعد۔

"میرا خیال ہے کہ تم رحیم الدین کی خودکشی کا کچھ زیادہ ہی اثر لے رہے ہو؟" جھرنا نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "کم آن آذر! ریلیکس (Relax) رحیم الدین کی جگہ جو دوسرا آفیسر تعینات ہو گا اسے بھی تمہارے کیس پر ہمدردی سے غور کرنا ہو گا۔ تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ عدالت نے تمہیں باعزت طور پر رہا کر دیا ہے۔"

جھرنا کی بات سن کر میں چونکا لیکن میرا ذہن بدستور حالات کے تانے بانوں میں الجھ رہا تھا' رحیم الدین کو پھانسی کے پھندے پر لٹکنے کا حکم دینے سے پیشتر میں نے ایک بیگ میں اس کی تمام جمع پونجی اکٹھا کرا لی تھی۔ وہ بیگ کہاں تھا؟ کیا میں اسے دوسری خواب گاہ میں بھول آیا تھا؟ اس پر میری انگلیوں کے نشانات بھی ضرور ہوں گے؟ تفتیش آگے بڑھے گی تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ میں نے سنجیدگی سے سوچا— اس بار شاید فنگر پرنٹس کے ٹھوس ثبوت کے بعد جوگی سیتارام کے فرشتے بھی مجھے پھانسی کے پھندے سے نجات نہیں دلا سکیں گے۔"

"پھر من ہی من میں ہچکولے کھانے لگا' ڈگمگانے لگا۔" سیتارام کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ابھی تو تُو نے مہان جوگی کو ٹھیک طرح سے پرکھا بھی نہیں اور تیرے من میں میل آنے لگا۔"

"لیکن....."

"جو کچھ سوچ بچار کر رہا ہے اسے اپنی کھوپڑی سے نکال دے' نشچنت ہو جا۔" سیتارام نے کہا۔ "مہان جوگی نے دیوی دیوتاؤں کی بھگتی میں جیون تیاگ دیا ہے' برسوں منڈل میں بیٹھ کر جاپ کیا ہے' تب کہیں جا کر مہان شکتیاں پراپت کی ہیں' میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں۔ مورکھ! تُو جس بیگ کے لئے پریشان ہو رہا ہے وہ الماری میں دھرا ہے۔" اس نے لاپرواہی سے اپنی بات جاری رکھی۔ "جو کھوج لگانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی ٹاپتے رہ جائیں گے' ان کے ہاتھ بھی کچھ نہیں آوے گا۔"

"لیکن رحیم الدین کی خودکشی کو کسی نہ کسی خانے میں تو فٹ کیا جائے گا؟" میں نے

aazzamm@yahoo.com

دل ہی دل میں سیتارام سے سوال کیا جو کہیں آس پاس ہی موجود تھا لیکن نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ڈاکو اور لٹیرے آئے تھے' رحیم الدین کی حرام کی کمائی اور اکٹھا کی ہوئی ساری دھن دولت کو بٹور لے گئے۔ جاتے جاتے اس کی خوبصوت پتری کے شریر سے اپنے من کی پیاس بھی بجھالی۔ خاکی وردی والے اس کے سوا کوئی اور بات نہیں سوچ سکیں گے۔"

"آذر!" جھرنا نے میری طویل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "کیوں بلاوجہ اپنے آپ کو ہلکان کر رہے ہو' میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تمہاری ملازمت پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"ہاں ..... آں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ "تم شاید ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔"

"تم نے کل سے ابھی تک کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہو گا۔" اس نے چونک کر کہا پھر مسکرا کر بولی۔ "تم واش روم جا کر نہا دھو لو' میں آج اپنے ہاتھوں سے تمہارے لئے ناشتہ تیار کرتی ہوں۔ اس کے بعد تمہارے لئے شاپنگ کرنے چلیں گے۔"

جھرنا کچن کی طرف چلی گئی تو جوگی سیتا مجھے ایک صوفے پر آلتی پالتی مارے بیٹھا نظر آیا۔ اس وقت بھی وہ اسی حلیے میں تھا جس میں مَیں پہلے بھی اسے دیکھ چکا تھا۔

"بس اب شانت ہو جا۔" اس نے مسکرا کر معنی خیز انداز میں کہا۔ "جو کچھ تُو چاہتا تھا وہ تُو نے پالیا' اب چنتا کس بات کی کر رہا ہے؟"

"حالات میرے لئے سازگار نہیں ہیں۔" میں نے سپاٹ نظروں سے جوگی کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں کب تک اس چھت کے نیچے چھپا بیٹھا رہوں گا؟"

"جھرنا کے ساتھ ایک دن اور کھیل کود لے' اس کے بعد یہاں سے تیرا دانہ پانی اٹھ جائے گا' تجھے جوگی کے ساتھ متھرا چلنا ہو گا' ابھی مجھے تیری سکشا کرنی ہے' تجھے کندن بنانا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تُو نے سنا نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "تجھے میرے ساتھ کئے ہوئے وعدوں پر چلنا ہو گا' کالی کے مندر میں اس کے پوتر چرنوں میں بیٹھ کر وچن دینا ہو گا کہ کہ تُو جوگی سیتارام کے ساتھ کبھی

دھوکا نہیں کرے گا اس کے بعد تجھے کسی پہاڑی گپھا میں منڈل میں بیٹھ کر شیو شنکر مہاراج کے لئے میرا بتایا ہوا جاپ کرنا ہو گا۔"

"تم ..... تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" میں نے عاجزی سے پوچھا۔

"وہی جس کے کارن مَیں نے تجھے کھوجا (تلاش کیا) ہے' پرنتو ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔"

"اگر جھرنا کو رحیم الدین کی خودکشی کی اصلیت معلوم ہو گئی تو کیا ہو گا؟" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"جب تک جوگی سیتارام نہیں چاہے گا کوئی کچھ نہیں جان سکتا۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔ "بس اب اپنا بوریا بستر لپیٹ لے' آج کا دن اور گزار لے کل تجھے میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"میری ملازمت کا کیا بنے گا؟"

"نرکھ میں جھونک دے اپنی ملازمت کو۔" اس نے گرج کر کہا۔ "مورکھ! میں تجھے دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر لے جانے کی بات کر رہا ہوں اور تُو پاتال میں ڈبکی لگانے کی سوچ رہا ہے۔ اب تُو دوسروں کی نوکری چاکری نہیں کرے گا۔ دوسرے تیرے چرنوں میں سر جھکائیں گے' تجھے کسی بات کی چنتا نہیں ہو گی' تُو جو چاہے گا وہ ملے گا' جو سوچے گا وہ پورا ہو گا۔ جوگی نے جو کہہ دیا وہ اوش پورا ہو گا۔ اب دھرتی کی کوئی شکتی تیرا راستہ کھوٹا نہیں کر سکے گی پرنتو تُو نے جو وچن دیا ہے اسے بھول مت جانا ورنہ پھر تجھے کہیں شرن نہیں ملے گی ..... سنا تُو نے' میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں۔" میں نے مردہ آواز میں چار و ناچار اقرار کر لیا۔ "تم جیسا کہو گے میں ویسا ہی کروں گا۔"

"جے شیو شنکر ..... جے بھولے ناتھ۔" سیتارام خوشی میں نعرے لگانے لگا لیکن میرا ذہن بدستور چکرا رہا تھا۔ میری جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہ ہوتی' خالی ڈینگیں مارنے سے کچھ نہیں ہوتا' جس پر پڑتی ہے وہی اپنی کیفیت بہتر جانتا ہے۔ دوسرے صرف خیالی پلاؤ پکاتے ہیں جس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

جوگی سیتارام خاصی دیر تک مجھے میرے مستقبل کے بارے میں سہانے خواب دکھاتا رہا' میں خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا اور اس وقت کو کوستا رہا جب میں نے اپنے اوپر

aazzamm@yahoo.com

ہونے والے مظالم سے گھبرا کر زندہ رہنے کی خاطر سمجھوتہ کر لیا تھا۔

جھرنا کچن سے ناشتے کی خوبصورت ٹرالی گھسیٹتی ہوئی نمودار ہوئی تو جوگی سیتارام نظروں سے اوجھل ہو گیا' میں نے سکون کا سانس لیا لیکن وہ سکون زیادہ پائیدار نہیں تھا۔

کمرے میں آ کر جھرنا نے مجھے تفکرات میں ڈوبا دیکھا تو اس نے حسن کا جادو جگانا شروع کر دیا۔ حسن کی حشر سامانیاں بڑی سکون بخش ہوتی ہیں' اس کے بدن کی خوشبو نے مجھے پھر بے نیاز کر دیا' وہ میرے قریب بیٹھ کر چائے بنانے لگی' ہم دونوں نے ایک ساتھ ناشتہ کیا' وہ اصرار کر کے مجھے کھانے پر اکساتی رہی میں کسی اور خیال میں ڈوب گیا۔

اس روز مجھے بڑی شدت سے اپنی تنہائی کا احساس ہو رہا تھا' مجھے کمال بنرجی کی یاد آ گئی' اس نے پہلی ملاقات میں مجھ سے میری شادی کے بارے میں استفسار کیا تھا پھر مجھے مشورہ دیا تھا کہ کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر اپنا گھر بسا لوں لیکن حالات نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی' والدین کی حادثاتی موت نے میری کمر توڑ دی تھی۔ پہلے میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کرتا رہا تھا پھر غم روزگار کی فکر ستانے لگی۔ ملازمت ملی تو میری ایمانداری میرے راستے کی دیوار بن گئی۔ میرے نصیب میں شاید صرف پریشانیاں رقم کر دی گئی تھیں۔ میں نے تنگ آ کر پٹنہ کو خیرباد کہہ دیا' ڈپٹی بشیر علی نے مجھے سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی کہ جب کہیں سے انسان کا دانہ پانی اٹھ جائے تو پھر قدم جمانا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں سکون کی تلاش میں ڈھاکہ آ گیا لیکن یہاں بھی حالات کے نشیب و فراز نے مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ میں اسے قسمت کی بدنصیبی سے تعبیر دوں گا کہ میں نے جس قدر شرافت اور ایمانداری سے زندگی گزارنی چاہی اسی قدر گناہ کی راہ پر گامزن ہوتا چلا گیا۔ میں نے بار بار سنبھلنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ایک نئی مصیبت نے میرا راستہ روک لیا اور اب جوگی سیتارام نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ مجھے متھرا جانا ہے۔

شرافت کی زندگی سے میرا رشتہ آہستہ آہستہ ترک ہوتا جا رہا تھا' سب سے پہلے سیتارام نے میری زندگی میں داخل ہو کر کسی مکار مکڑی کی طرح اس طرح جالا بننا شروع کیا کہ مجھے خبر تک نہ ہوئی' جب میں چونکا تو وہ مجھے اپنے جال میں پھانس چکا تھا' شاید وہ اس وقت سے میرے سائے کے ساتھ ساتھ لگا تھا جب میں نے پٹنہ کو خیرباد کہا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے کیا توقع لگائے بیٹھا تھا' کیا چاہتا تھا؟ لیکن اتنا ضرور احساس تھا کہ اگر اس نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید میں اپنے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے

محروم ہو جاتا' سڑکوں پر بھیک مانگ رہا ہوتا' شاید وہ حالات بھی اسی کی پُراسرار شخصیت نے پیدا کئے تھے جس نے مجھے اس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

میرے دامن پر انسانی خون کے دھبے گہرے ہوتے گئے' میں تین لاشوں کے داغ کو دھونے کی فکر میں تھا کہ سیتارام نے میرے ہاتھوں سے رحیم الدین کی زندگی کا چراغ بھی گل کرا دیا' مجھے اس کی پھول جیسی معصوم بیٹی کی زلفوں میں الجھا کر دوسرا گناہ سرزد کرا دیا۔ جھرنا کی بات اور تھی' وہ مردوں سے اپنا انتقام لے رہی تھی' میں اس کی زندگی میں پہلا مرد نہیں تھا لیکن رحیم الدین کی بیٹی نے تو ابھی پوری طرح جوانی کی سرحدوں میں قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ میں نے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر روند ڈالا اس میں بھی سیتارام کی چال تھی۔ وہ مجھے گلے گلے تک گناہوں کے دلدل میں پھنسانا چاہتا تھا۔ میں اس وقت جھرنا کے ساتھ ناشتہ کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کاش میں نے اپنا گھر بسا لیا ہوتا' کاش جھرنا کی جگہ اس وقت میری شریک حیات ہوتی تو میں اس کی آغوش میں سر رکھ کر اس سے اپنی ساری رام کہانی کہہ دیتا' وہ مجھے کوئی مشورہ دیتی' ہم سر جوڑ کر فرار کا کوئی راستہ اختیار کرنے کی ترکیبیں سوچتے کچھ اور نہ ہوتا تو کم از کم وہ میرے غم میں برابر کی شریک ہوتی۔

میری نظریں بار بار جھرنا کی سمت اٹھ رہی تھیں' میرے ذہن میں سیتارام کے جملے گونجے ـــ جھرنا کے ساتھ ایک دن اور موج میلا کر لے پھر تجھے جوگی کے ساتھ متھرا چلنا ہو گا' ڈھاکہ سے تیرا دانہ پانی اٹھ چکا ہے۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم اس وقت میرے پاس نہیں ہو؟" جھرنا نے ناشتے سے فراغت پانے کے بعد مجھے گھورتے ہوئے شکوہ کیا۔

"اور کہاں ہوں؟" میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

"اس کا جواب تم ہی دے سکو گے لیکن میرا خیال ہے کہ تم ابھی تک رحیم الدین کی خودکشی کے بارے میں کسی فکر میں الجھے ہو؟"

"اب الجھنے سے ہو گا بھی کیا؟"

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ جو کچھ ہو گیا اسے بھولنے کی کوشش کرو۔ پیچھے پلٹ کر دیکھو گے تو آگے کا راستہ اور مشکل ہو جائے گا۔" اس نے بڑی بے تکلفی سے میرے شانے پر سر ٹکاتے ہوئے جواب دیا۔ "میری مثال تمہارے سامنے ہے۔ میں بھی کبھی

aazzamm@yahoo.com

شرافت کی زندگی بسر کرنے کے خواب دیکھا کرتی تھی لیکن خواب کی تعبیر ہمیشہ الٹی ہوتی ہے' باپ کی موت نے میری ذمہ داریاں بڑھا دیں' میں نے ایک دو چھوٹی چھوٹی ملازمتیں کیں لیکن وہاں مردوں کی اجارہ داری تھی' وہ مجھے بھوکی نظروں سے گھورتے تھے' میں نے ملازمت ترک کر کے موڈلنگ کے پیشے کو اپنا لیا' قدرت نے مجھے حسن کی دولت سے نوازا تھا' پہلا اشتہار حاصل کرنے کی خاطر مجھے کئی اشتہاری کمپنیوں کے چکر لگانے پڑے' وہاں بھی شکاری گھات لگائے بیٹھے تھے لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری پھر ایک سنجیدہ انسان نے مجھے ایک اشتہار کے لئے منتخب کر لیا۔ مجھے اس اشتہار میں مفت کام کرنا پڑا تھا لیکن اس اشتہار کے بازار میں آتے ہی چاروں طرف میری دھوم مچ گئی' قسمت کی دیوی مہربان ہو جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو کمپنی والے مجھے دھتکار چکے تھے وہ بھی میرے گھر کے چکر لگانے لگے پھر دو تین کام کرنے کے بعد میں نے وہ مقام حاصل کر لیا جو میری فیلڈ میں کسی دوسری ماڈل کو اتنی جلدی حاصل نہیں ہوا۔ میرے دروازے پر ہر وقت اشتہاری کمپنیوں کے کارندوں اور مالکان کا تانتا بندھا رہتا تھا' میں بڑے سکون سے زندگی بسر کر رہی تھی کہ کرنل نے میری زندگی میں آ کر زہر گھول دیا۔ بظاہر وہ مجھے ایک بردبار اور شریف انسان لگا تھا لیکن اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا' میری زندگی برباد کر دی' میں نے مجبوراً اس کے ساتھ شادی کر لی' میری ماں کو اصلیت کی بھنک ملی تو وہ مجھے چھوڑ کر کلکتہ چلی گئی اور میں....." جھرنا نے ایک طویل سرد آہ بھر کر کہا۔

"میں آج بھی کرنل کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں لیکن میں اس سے جو انتقام لے رہی ہوں وہ بھی اس سے واقف ہے' پہلے وہ بڑا خوش ہوا کرتا تھا لیکن جب اسے میرے بارے میں خبریں ملنی شروع ہوئیں تو اس نے پہلے مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کے خلاف جو مواد اکٹھا کر رکھا تھا اسے دیکھ کر وہ سکتے میں آ گیا' اس نے خاموشی اختیار کر لی' اس کا حلقۂ احباب جو کبھی بہت وسیع ہوا کرتا تھا گھٹ کر بڑا محدود ہو گیا۔" جھرنا نے حقارت سے مسکرا کر کہا۔ "ہم ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے ہیں' ایک ہی چھت کے نیچے میاں بیوی کی حیثیت سے رہتے ہیں لیکن ایک دوسرے کی موت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں ..... ہے نا عجیب بات؟"

جھرنا کی باتیں مجھے اکسا رہی تھیں کہ میں بھی حالات سے سمجھوتہ کر لوں' کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہوں' کوئی ایسا سنہری موقع جو مجھے جوگی سیتارام کے چنگل

سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دے۔

"میں عورت ہو کر طوفانوں کے سامنے خم ٹھونکے کھڑی ہوں اور تم مرد ہو کر اتنی جلدی ہمت ہار رہے ہو۔" اس نے میرے گلے میں اپنی مرمریں بانہیں ڈال دیں' مدھم سُروں میں گنگناتے ہوئے بولی۔ "سن رہے ہو میں کیا کہہ رہی ہوں؟ کچھ مت سوچو' جتنا سوچو گے اور الجھتے جاؤ گے۔ خود کو موجوں کے بہاؤ پر ڈال دو جب کوئی کنارہ نظر آئے تو پھر سنبھلنے کی کوشش کرنا۔"

جھرنا کی تجویز مجھے پسند آئی' میں نے اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا' اس کے قرب کی لذتوں نے مجھے ہر غم سے بے نیاز کر دیا' بڑی دیر تک ہم ایک دوسرے میں مدغم رہے پھر وہ اصرار کر کے مجھے اپنے ساتھ شاپنگ پر لے گئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ میرے لئے پورا بازار خرید لائے' میں نے بڑی مشکلوں سے اسے روکا۔ دو چار لباس ضرور خریدے' کچھ روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں لیں پھر واپس آ گیا۔ اس روز وہ بہت خوش تھی اس کا خیال تھا کہ میں جلدی اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ میں صرف ایک رات کا مہمان رہ گیا تھا۔

شام تک وہ میرے ساتھ رہی پھر واپس چلی گئی۔ اسی رات جوگی سیتارام مجھے اپنے ساتھ متھرا لے گیا۔ راستے بھر وہ کسی گہرے خیال میں ڈوبا رہا' میں بھی آئندہ زندگی کے بارے میں سوچتا رہا۔ سفر کے دوران ہمارے درمیان جو مختصر باتیں ہوئیں وہ قابل بیان نہیں ہیں' میں دوسری تفصیل سے بھی گریز کروں گا صرف اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈھاکہ سے متھرا کے درمیان سفر کرتے وقت مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ میں شاید آسانی سے اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکوں گا۔

متھرا پہنچ کر میں نے ایک رات ہوٹل میں گزاری پھر دوسرے دن جوگی سیتارام مجھے ساتھ لے کر کالی کے بڑے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس روز اس نے خاص طور پر بڑا اہتمام کیا تھا۔ بدن پر بھبھوت ملا' ماتھے پر چندن کی لہریے دار لکیریں بنائیں' گلے میں پڑی مالاؤں کو کسی خاص بوٹی کی دھونی دی تھی پھر جسم پر گیروے رنگ کی دھوتی لپیٹ کر چل پڑا تھا۔ اس کے مجبور کرنے پر میں نے بھی دھوتی اور کرتہ پہن لیا تھا۔

جیسے جیسے ہم کالی کے مندر کے قریب ہوتے جا رہے تھے میری الجھن اور پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس روز سے پیشتر میں نے کبھی کسی مندر میں جھانکنے کی کوشش بھی

aazzamm@yahoo.com

نہیں کی تھی البتہ بتوں اور کالی کی عجیب و غریب اور بے ہنگم مورتیاں ضرور دیکھ رکھی تھیں' ہم بڑے بازار سے گزرنے لگے تو مجھے سیتارام کی اہمیت کا احساس ہوا' راستے میں جتنے پنڈت پجاری' سادھو اور ان کے چیلے ملے سب ہاتھ باندھ باندھ کر سیتارام کو پرنام' جے گرو دیو' رام رام مہاراج اور اس کے علاوہ جس عقیدت کا اظہار کرتے تھے اس سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ سیتارام پنڈت پجاریوں میں نہ صرف جانا پہچانا جاتا ہے بلکہ اسے کوئی بڑا مقام بھی حاصل رہا ہو گا۔

میں اپنی سوچوں میں گم تھا' میں نے کئی بار سوچا کہ کسی بچھڑے کی طرح رسی چھڑا کر سرپٹ دوڑ لگا دوں لیکن میں نے اپنے ارادے پر عمل نہیں کیا' میں سیتارام کی پُراسرار شیطانی قوتوں کا تماشہ دیکھ چکا تھا۔

"اس دھیان کو اب من سے نکال دے بالک!" اس نے میرے دل کا حال بھانپ کر سنجیدگی سے کہا۔ "تُو نہیں جانتا کہ تیرے بھوش میں کیا لکھا ہے' پرنتو سیتارام جانتا ہے کہ کالی تجھے اوش سویکار کر لے گی۔ اس کے بعد تیرے جیون میں ایسا انقلاب آئے گا کہ بڑے بڑے مہان پنڈت اور پجاری بھی تیرے چرنوں میں ڈنڈوت کرنا اپنے لئے بڑا مان سمجھیں گے۔ دیوداسیاں اور پجارنیں تیرا من بہلانے کے سپنے دیکھیں گی' بڑے بڑے بھگت بھی تیرے آگے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے رہیں گے' تیری ساری منوں کامنائیں (خواہشات) پوری ہوں گی' تُو ایسی شکتی پراپت کرے گا جس کے حاصل کرنے کے لئے اب تک نہ جانے کتنے سر پھرے اپنا جیون بھینٹ دے چکے ہیں' پر کوئی سپھل (کامیاب) نہیں ہوا۔"

"میں تمہاری بات مان چکا ہوں لیکن تم نے ابھی مجھے اپنے دل کا بھید نہیں بتایا؟"

"کیا جاننا چاہتا ہے؟"

"تم نے میرے ساتھ جو سمجھوتہ کیا ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ضرور ہو گا؟"

جوگی سیتارام میری بات سن کر ہونٹ کاٹنے لگا۔ میں نے پہلی بار اسے الجھتے دیکھا تھا' اس کی پیشانی پر ابھرنے والی شکنیں اس بات کی ترجمانی کر رہی تھیں کہ اسے کوئی گہری فکر لاحق تھی' اس کی زندگی میں کوئی نہ کوئی خلا ایسا ضرور تھا جو پُر نہیں ہو سکا تھا۔ کہیں کوئی گوٹ ضرور پھنس گئی تھی۔ کوئی گتھی الجھ گئی تھی جس کو سلجھانے کی خاطر اسے میری ضرورت پیش آئی ہو گی' وہ پُراسرار اور لازوال قوتوں کا مالک تھا' جب چاہتا نظروں سے

اوجھل ہو جاتا' جب چاہتا سامنے آ جاتا۔ وہ دلوں کی باتیں بھی پڑھ سکتا تھا' پاتال میں جھانکنے کا دعویٰ بھی کر چکا تھا' پھر اسے میری کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟ ایسا کیا کام تھا جو وہ خود انجام نہیں دے سکتا تھا؟

"تیرے من میں جو جوار بھاٹا اٹھ رہا ہے میں اسے بھی دیکھ رہا ہوں۔" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "تُو جو سوچ رہا ہے وہ غلط بھی نہیں ہے' کبھی ہاتھی نکل جاتا ہے لیکن اس کی دم اٹکی رہ جاتی ہے۔ جو آنکھوں کے اشارے سے چٹانوں کو سرمہ بنا دینے کی مہان شکتی رکھتے ہیں' کبھی وہ ایک ناریل توڑنے کی خاطر کسی اور کا سہارا لیتے ہیں۔ تُو ابھی بالک ہے' تُو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکے گا۔ ابھی وہ سمے تیرے جیون میں نہیں آیا جب منش آنکھ بند کر کے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے کونے میں پہنچ جاتا ہے لیکن وہ سمے آئے گا ضرور ..... تُو میرا انمول رتن ہے ..... رتن دیپ' ایسا چراغ ہے جس میں ہزاروں ہیرے موتی جڑے ہیں پرنتو میرے سوا کوئی اور ان کا اصل مول نہیں جانتا۔" وہ کچھ دیر اپنی زبان میں کچھ بدبداتا رہا پھر اس کی آنکھیں کسی خیال سے چمکنے لگیں' وہ میرا ہاتھ تھام کر بڑے جوش سے بولا۔

"بالک! آج سے تُو میرا رتن ہے ..... رتن کمار' میں تجھے اسی شبھ نام سے یاد کروں گا۔"

"رتن کمار....." میں نے بُرا سا منہ بنایا۔ "یہ کیا نام ہے؟"

"کیول رتن کمار نہیں۔" اس نے خوشی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "رتن کمار مہاراج جس کی شکتی اپرم پار ہو گی۔"

"نہیں سیتارام!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے کم از کم نام کا تو مسلمان رہنے دو۔"

"پھر دھرم کرم کے بکھیڑوں میں الجھ گیا؟"

"تم جو چاہے سمجھ لو لیکن....." میں نے کچھ کہنا چاہا' وہ میری بات کاٹ کر بولا۔

"اپنے پُرکھوں کی کہی ہوئی بات یاد کر مورکھ! اس مہان شکتی وان نے بھی یہی کہا تھا کہ تیرا نام تیرے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے' پرنتو تب سے بیت چکا تھا لیکن اب ..... اب سے پھر تیری مٹھی میں ہے' میرا کہا مان لے بالک! مہان جوگی تجھ سے لگی لپٹی باتیں نہیں کر رہا' ایک بار اپنا نام بدل کر دیکھ لے کہ تیرے بھاگ (قسمت) میں کیا

aazzamm@yahoo.com

لکھا ہے' یہ سے بھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اور چکروں بھٹکتا پھرے گا۔"

مجھے سیتارام کی بات سن کر پھر دادا جان کی کہی ہوئی باتیں یاد آ گئیں' انہوں نے بھی پہلے یہی مشورہ دیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو میرا نام آذر سے تبدیل کر کے کچھ اور کر دیا جائے' پھر انہوں نے وقت گزر جانے کی بات بھی کی تھی اور اب سیتارام کہہ رہا تھا کہ وقت پھر میری مٹھی میں آ گیا ہے۔ میرا ذہن الجھنے لگا میری ماں کی بھی یہی خواہش تھی کہ میرا نام بدل دے لیکن موت نے اسے دل کی حسرت پوری کرنے کی مہلت نہ دی' میں ماضی میں گم ہو کر غوطے لگا رہا تھا جب میرے ذہن میں دیوانے ملنگ کا خیال ابھرا' اس نے بھی اشارے کنایوں میں ایک بار کہا تھا کہ — بندر سے مچھندر بن جا' دُم دبا کر دُم سادھ لے — میں نے سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا پھر قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا جوگی سیتارام نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اب سوچ بچار کرنا چھوڑ دے مورکھ! آذر کو اپنے اندر دفن کر لے' رتن کمار بن جا' اسی میں تیری مکتی ہے۔"

"لیکن رتن کمار ہی کیوں؟" میں نے سوچا۔ "کیا میرا نام مسلمانوں جیسا نہیں ہو سکتا؟" اسی لمحے سیتارام نے میرے بازو پر اپنی گرفت مضبوط کر لی' مجھے ایسا لگا جیسے میرے سوچنے سمجھنے کی قوت تیزی سے زائل ہو رہی ہو' اس کی پُراسرار قوت نے مجھے پھر بے بس کر دیا۔

سامنے کالی کے مندر کا چمکتا ہوا کلس نظر آ رہا تھا' سیتارام نے کوئی اشلوک پڑھنا شروع کر دیا' میرے دل کی حالت غیر ہونے لگی' میرا ذہن ماؤف ہو رہا تھا' مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں سوتے میں چل رہا ہوں' مندر کی سیڑھیاں سامنے آئیں تو میں ایک لمحے کو ہچکچایا لیکن سیتارام کی گرفت اور مضبوط ہو گئی' وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا' سیڑھیاں عبور کرتا ہوا کالی کے بڑے مندر میں داخل ہو گیا۔

بڑے مندر کے چبوترے پر پنڈت پجاریوں کی ٹولیاں اِدھر اُدھر جمع تھیں' ان میں نوجوان بھی تھے' ادھیڑ عمر والے تھے اور کچھ ایسے بوڑھے بھی تھے جو قبروں میں پائے لٹکائے بیٹھے تھے۔ چبوترے کے اطراف کچی زمین پر بڑے بڑے پھل پھول دار درخت موجود تھے' پاکھوں کے ساتھ قسم قسم کی مورتیاں رکھی نظر آ رہی تھیں' بائیں جانب ایک خوبصورت لان تھا جس پر پجارنیں اور دیوداسیاں بیٹھی کھسر پھسر کر رہی تھیں۔

جوگی سیتارام کو دیکھ کر مندر کے اندر بھی ایک ہلچل سی مچ گئی' ہر شخص اس کی پذیرائی میں پیش پیش تھا' سب کی نظریں میری طرف اٹھ رہی تھیں' میں سیتارام کے ساتھ نہ ہوتا تو شاید وہ مجھ پر شبہہ بھی کرتے' میرا لباس ان سب سے الگ تھلگ تھا' میں وہاں کے آداب سے بھی ناواقف تھا جو الگ پہچانا جا رہا تھا۔

سیتارام کو لوگوں نے گھیر لیا اس کی خیریت دریافت کرنے لگے۔ اس کے پیروں کو چھونے لگے' مندر کا بڑا پجاری بھی باہر آ گیا وہ ایک ہٹا کٹا اور بھاری بھرکم شخص تھا' اس کو دیکھ کر بھی رام رام کی آوازیں گونجنے لگیں لیکن بڑے پجاری نے بھی سیتارام کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر پرنام کیا تو مجھے اس کی بڑائی کا اندازہ ہوا۔

"بڑے دنوں بعد درشن دیئے جوگی مہاراج!" بڑے پجاری نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "اب آئے ہو تو کچھ عرصہ دیوی کے چرنوں میں بھی ٹک کر بیٹھنا۔"

"ابھی کچھ کام کاج باقی رہ گیا ہے' مجھے کہیں دور جانا ہے۔" سیتارام نے میری سمت کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "سے ملا تو دوبارہ اطمینان سے آؤں گا۔"

"ایک دو روز تو سیوا کرنے کی موقع دو گے؟" بڑے پجاری نے اصرار کیا تو سیتارام نے صرف ایک دن کی ہامی بھر لی پھر میرا تعارف کرانے لگا' بڑے پجاری نے پہلے بار مجھے دھیان سے دیکھا پھر بولا۔

"تمہاری بات ہی کچھ اور ہے مہاراج!" اس نے سانس بھر کر کہا۔ "تم جس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے ہو وہ کندن بن جاتا ہے۔"

میں اس ماحول سے اکتانے لگا تھا۔ ان کی بھانت بھانت کی بولیاں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ کپڑے پھاڑ کر مندر سے بھاگ جاؤں لیکن سیتارام کا خوف طاری تھا جس نے میرے قدم روک رکھے تھے۔ میں اپنا دل بہلانے کی خاطر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جب میری نظر ایک پجاری پر جا کر تھم گئی' وہ چبوترے کے دائیں جانب ایک ستون سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا' وہ شاید واحد پجاری تھا جو جوگی سیتارام کے استقبال کو کھڑا ہوا نہیں تھا' اس کی عمر تیس بتیس سے زیادہ نہیں رہی ہو گی لیکن وہ بڑا پُروقار لگ رہا تھا' اس کی آنکھوں کی چمک میں کوئی بات ایسی ضرور تھی جو اس کی شخصیت کو اجاگر کرتی تھی۔ اتفاقاً میری اور اس کی نظریں چار ہوئیں تو اس نے اپنی جگہ کسمسانا شروع کر دیا۔ اس کی تجربے کار نگاہیں میرے وجود کے اندر جھانکتی محسوس ہو رہی

aazzamm@yahoo.com

تھیں۔ اس کی طرف دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ منفرد شخصیت کا مالک ہو' وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا' اس کی آنکھوں کے رنگ بار بار بدلتے محسوس ہو رہے تھے' مجھے ہنسی آگئی' شاید ستیارام کی طرح اس نے بھی میرے بھوش میں جھانک لیا تھا جو اتنے غور سے دیکھ رہا تھا۔

ستیارام بڑے پجاری سے باتوں میں مشغول تھا جب میں نے اسے اچانک چونکتے دیکھا۔ ایسا لگا تھا جیسے اس نے اپنے آس پاس کوئی خطرہ محسوس کیا ہو' پھر اس نے پلٹ کر اسی پجاری کی طرف دیکھا جو میری شخصیت میں دلچسپی لے رہا تھا۔ بڑے پجاری کی نظریں بھی اس کی جانب گھوم گئیں' شاید وہ پجاری بھی محتاط ہو گیا تھا جو اس نے بڑی تیزی سے میری طرف سے اپنی توجہ ہٹالی' سانس کھینچ کر اس نے اپنی آنکھیں بند کرلی تھیں' انداز ایسا تھا جیسے یوگا کے کسی خاص آسن کی مشق کر رہا ہو۔ میرے اندر تجسّس بیدار ہونے لگا۔ ستیارام کا چونک کر اس پجاری کی طرف دیکھنا' پجاری کا میری طرف سے یکلخت بے نیاز ہو کر سانس کھینچ کر آنکھیں بند کرلینا۔ یہ باتیں محض اتفاق نہیں ہو سکتی تھیں۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور تھی جس نے ستیارام کے چہرے پر تفکرات پیدا کر دیئے تھے۔

"یہ گھمنڈی ابھی تک کالی کے چرنوں سے لگا بیٹھا ہے؟" ستیارام نے مدھم آواز میں بڑے پجاری کو مخاطب کیا۔

"دو مہینے پہلے اجودھیا کی طرف گیا تھا پھر واپس آگیا۔" بڑے پجاری نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تم اسے گھمنڈی کہہ رہے ہو مہاراج! تو پھر ٹھیک ہی ہو گا پرنتو میں نے....."

"تم اس کے من کے بھید نہیں دیکھ سکتے' میں دیکھ رہا ہوں۔" ستیارام نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "جانتے ہو اس سے اس نے اپنا دم کیوں سادھ رکھا ہے؟"

"تبت سے واپسی کے بعد مہاویر نے یوگا کی بیٹھکیں لگانی شروع کر دی ہیں۔" بڑا پجاری بولا۔ "ایک ایک گھنٹے تک اسی طرح دم سادھے پتھر کی مورتی بنا رہتا ہے۔"

"تم بھی اسے مہاویر کہتے ہو؟" ستیارام نے بڑے پجاری سے سوال کیا۔

"اب سبھی اسے اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔" بڑے پجاری نے پوچھا۔ "تم کیا سوچ رہے ہو اس کے بارے میں؟"

"پہلے یہ کیول مہندر ناتھ تھا' کبھی میری بھگتی بھی کیا کرتا تھا لیکن ہنومان مہاراج کا

جاپ کرنے کے بعد سے مہاویر بن گیا۔" ستیارام نے بُرا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "اب مجھے دیکھ کر کترانے لگا' میری کھوج میں لگا رہتا ہے' میں سمجھتا ہوں اس سے بھی اس کے من میں کوئی کھدبد ہو رہی تھی' میں اس کے من میں نہ جھانک سکوں اسی لئے اس نے دم سادھ لیا ہے۔ بہت چتر چالاک اور چنٹ بننے کی کوشش کرتا ہے۔" ستیارام کے آخری جملوں سے مہاویر کے لئے اس کی نفرت کا احساس جھلک رہا تھا۔

"شما کر دو مہاراج!" بڑے پجاری نے کہا۔ "ابھی جوان ہے' شریر میں گرم گرم خون دوڑ رہا ہے' جب سوجھ بوجھ آ جائے گی تو یہ بھی تمہارے چرنوں میں ڈنڈوت کرے گا' تمہارا اس کا کیا مقابلہ۔"

ستیارام نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ مہاویر کو دیکھنے کے بعد اس کی طبیعت مکدر ہو گئی تھی' بڑا پجاری بھی اس کی کیفیت بھانپ چکا تھا' وہ اصرار کر کے مجھے اور ستیارام کو مندر کے اندر لے گیا جہاں کالی کی قد آور مورتی موجود تھی' میرے لئے وہ لمحے بڑے صبر آزما تھے لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔

مندر کے بڑے پجاری نے کالی کے چرنوں میں بیٹھ کر اشلوک پڑھا پھر ستیارام نے میرا ہاتھ تھام کر مورتی کے قدموں میں بٹھا دیا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں لیکن میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

"بالک!" ستیارام نے بڑی گھمبیر آواز میں مجھے مخاطب کیا۔ "دیوی کے سامنے ہاتھ باندھ لے' سچے من سے وچن دے کہ تُو کبھی میرے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا' ہمیشہ میری آگیا کا پالن کرے گا۔"

میرا جی اکٹنے لگا' ایک مورتی کے سامنے ہاتھ باندھنا' اس کو گواہ بنا کر عہد و پیمان کرنا' وہ سب کچھ مجھے عجیب لگ رہا تھا لیکن میں ستیارام کی پُراسرار قوتوں کے جال میں پھنس چکا تھا' میں نے جلدی اس کے کہے ہوئے الفاظ دہرائے پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"دھن ہو بالک رتن کمار!" بڑے پجاری نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر آشیرباد دیا۔ "جوگی مہاراج نے تجھے اپنے چرنوں میں جگہ دی ہے' تیرے سر پر ہاتھ رکھ دیا ہے تو تُو بھی کندن بن جائے گا۔ پر ایک بات کا دھیان رکھنا' اب پلٹ کر پیچھے کی اُور (طرف) دیکھنے کی بھول کبھی نہیں کرنا' اسی میں تیری مکتی ہے۔"

بڑے پجاری نے آشیرباد دینے کے بعد پیتل کے برتن سے گندھا ہوا صندل اور نہ

aazzamm@yahoo.com

جانے کیا شے اٹھا کر میرے ماتھے پر لگائی اس کے بعد مجھے ویسے ہی گیروے رنگ کا لباس پہنایا گیا جو دوسرے پنڈت پجاریوں نے پہن رکھا تھا۔ دن بھر ہماری آؤ بھگت ہوتی رہی' بڑے پجاری کے کہنے پر مندر کی پجارنوں نے بھی میرے رتن کمار بننے پر کالی کے سامنے جمع ہو کر بھجن گائے۔ پجاریوں اور پنڈت کی نگاہیں ان کے جسموں پر گدھ کی طرح منڈلاتی رہیں لیکن ان سب کی نگاہیں بار بار میرے چہرے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ وہ مجھے نیا پکھیرو (پنچھی) جان کر مجھ پر اپنی اداؤں کے جال پھینک رہی تھیں' نگاہوں نگاہوں میں باتیں کر رہی تھیں' میں مجبوراً خاموش بیٹھا خون کے گھونٹ پیتا رہا لیکن نہ جانے کیوں اس وقت بھی میرے ذہن کے ایک گوشے میں پجاری مہاویر کا تصور رہ رہ کر بیدار ہو رہا تھا۔

اس رات سیتارام بڑے پجاری کا مہمان تھا' رات کے کھانے کے بعد وہ بڑے پجاری کے ساتھ مندر کے اندر چلا گیا۔ میرے لئے مہمان خانے میں ایک کمرے کا بندوبست کر دیا گیا' میں رخصت ہونے لگا تو سیتارام نے قریب آ کر دبی زبان میں کہا۔

"یہ کالی کا پوتر مندر ہے بالک! یہاں کوئی بھول نہ کر بیٹھنا اور پنڈت پجاریوں سے بھی دور دور ہی رہنا' ہم سویرے ہی نکل چلیں گے۔"

سیتارام کی بات میری سمجھ میں صرف اسی حد تک آ سکی کہ میں کسی دیوداسی یا پجارن کو رات اپنے کمرے میں بسر کرنے کی اجازت نہ دوں' میں یوں ہی اثبات میں سر ہلا کر ایک پجاری کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گیا۔

وہ رات میری زندگی کی سب سے بھاری رات تھی' مندر کے ماحول میں مجھے گھٹن کا احساس ہو رہا تھا' مجھے اپنے والدین بڑی شدت سے یاد آ رہے تھے' دادا جان کی باتیں میرے ذہن میں گونج رہی تھیں' ملنگ کے کہے ہوئے جملے ابھر رہے تھے۔ میں نے ان کے بارے میں بہت غور کیا لیکن ان کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔ میں بستر پر لیٹا کروٹیں بدل رہا تھا جب ایک کمسن پجارن تنگ چولی اور گھاگھرے میں اپنے حسن کا جادو جگاتی کمرے میں داخل ہوئی' اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا' گداز ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کھیل رہی تھی' اس کے انگ انگ میں بجلی بھری تھی' میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میرا نام یشودھا ہے' بڑے پجاری کے چرنوں کی دھول ہوں۔" اس نے مجھ پر

قاتل نظروں سے تیر چلاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے لئے دودھ لائی ہوں' اسے پی لو۔"

میں نے اس کی بات مان لی' وہ زہر بھی دیتی تو شاید میں انکار نہ کرتا' اس کی آمد نے میرے ذہن پر طاری سارا بوجھ اتار دیا تھا' اس کے حسن کا نکھار قابل دید تھا' اس کا گدرایا ہوا جسم قیامت تھا' اس کی بادامی آنکھوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ چولی اور گھاگھرے کے درمیان اس کا کھلا ہوا جسم مجھے بہکانے لگا' وہ رحیم الدین کی معصوم بیٹی سے زیادہ کمسن اور الھڑ تھی۔ میرا دل چاہا کہ اسے اپنی بانہوں میں گھسیٹ لوں' رتن کمار بننے کے بعد اس نام کو یشودھا کے وجود سے نتھی کر دوں لیکن سیتارام کے خوف نے میرے قدم تھام لئے۔

میں نے ایک ہی گھونٹ میں دودھ کا گلاس اپنے وجود میں انڈیل لیا' اس کے حلق کے نیچے اترتے ہی مجھ پر سرور کی کیفیت طاری ہونے لگی' میں چونکا' میرے ذہن میں بھنگ کا تصور ابھرا' میں نے کہیں سنا تھا کہ مندروں میں بھنگ گھوٹی جاتی ہے جسے دیوتاؤں کا مشروب سمجھ کر پیا جاتا ہے' شاید انہوں نے یشودھا جیسی ادھ کھلی کلی کا انتخاب اسی لئے کیا تھا کہ میں اس کی آنکھوں کی مستی میں ڈوب کر عقل و خرد سے بیگانا ہو جاؤں' وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے' دودھ میں بھنگ یا کوئی اور نشہ آور چیز ملا کر انہوں نے میرے ایمان کو اور آلودہ کر دیا تھا۔

"یہ اِندر دیوتا کا سوم رس ہے۔" یشودھا اٹھلا کر بولی۔ "صرف قسمت والوں کو ملتا ہے۔"

"اسے پی کر منش بہک بھی جاتا ہے۔" میں نے اس کی نیلگوں آنکھوں میں جھانکا۔ "قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں۔"

وہ شرما کر دوہری ہو گئی' اس کے بدن کی سوندھی سوندھی مہک میرے وجود کو گدگدانے لگی' اس کی نگاہوں میں بھی رنگ برنگے ڈورے تیرنے لگے' وہ میری باتوں کا مفہوم سمجھ گئی تھی۔

"تمہیں جانے کی جلدی تو نہیں ہے؟" میں نے بہکے ہوئے لہجے میں سرگوشی کی۔

"کوئی کام ہے کیا؟" اس نے شوخ نظروں سے مجھے دیکھا' ان نگاہوں میں آمادگی کا اظہار تھا۔

میں نے سیتارام کی تمام نصیحتوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ ہاتھ بڑھا کر یشودھا کی

aazzamm@yahoo.com

مرمریں کلائی تھام لی' وہ لہراتی بل کھاتی میری آغوش میں سمانے لگی لیکن اسی وقت دروازے پر دستک کی مدھم آواز ابھری تو وہ کسی خوفزدہ ہرنی کی طرح مچل کر میری بانہوں سے نکل گئی۔ میرے حلق میں کانٹے چبھنے لگے' میرا دل دھڑکا' شاید سیتارام کی پُراسرار نظروں نے میرے ارادوں کو دور رہ کر بھی بھانپ لیا تھا' وہ غالباً مجھے سرزنش کرنے کی خاطر آیا ہو گا' میں سنبھل کر بیٹھ گیا لیکن یشودھا کے جانے کے بعد جو شخص میرے کمرے میں داخل ہوا وہ پجاری مہاویر کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"تم....." میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"میرا نام مہاویر ہے' مجھے اپنا متر (دوست) سمجھو۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ "تمہیں ایک دو ضروری باتیں سمجھانے آیا ہوں۔"

"لیکن جوگی سیتارام....." میں نے کچھ کہنا چاہا' وہ میری بات کاٹ کر بولا۔

"اس کی چنتا مت کرو' میں جانتا ہوں کہ وہ من کے اندر بھی جھانک سکتا ہے لیکن میں نے کچھ دیر کے لئے منڈل کھینچ دیا ہے' وہ اس منڈل کے اندر نہیں دیکھ سکے گا۔"

"ایسی کیا بات ہے جو تم سیتارام کی موجودگی میں نہیں کر سکتے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔

"میرے پاس سمے کم ہے' میری دو باتیں گرہ سے باندھ لو۔" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "پنڈت رام کشن سے پنجہ لڑانے کی بھول کبھی مت کرنا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟"

"جوگی سیتارام نے جان لیا ہے کہ اس دھرتی پر کیول تم ہی ایک ایسے منش ہو جو اس کا کام کر سکتے ہو' اس کارن وہ تم سے پینگ بڑھا رہا ہے۔" مہاویر نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔ "وہ جس چیز کی کھوج میں ہے اسے تمہارے سوا کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا۔"

"کیا پنڈت رام کشن جوگی سیتارام سے زیادہ طاقتور ہے؟" میں نے پوچھا۔

"برابر کا جوڑ سمجھ لو ..... ہو سکتا ہے سیتارام ہی اس پر بھاری پڑ جائے' میں وشواس سے نہیں کہہ سکتا۔"

"اور وہ چیز کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

جواب میں مہاویر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اچانک فضا میں ایسے دھماکے ہوئے جیسے دو

مادرائی قوتیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ مہاویر نے مجھے اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کی پھر پلٹ کر تیزی سے باہر نکل گیا' میں خاموشی سے بستر پر لیٹ چکا تھا جب ایک دراز قد پجاری لپکتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"جوگی مہاراج نے کہا تھا کہ میں تمہارا دھیان رکھوں۔" اس نے کمرے میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟" میں نے یونہی دریافت کر لیا۔

"مہاراج کا پرانا سیوک ہوں۔" وہ ہاتھ باندھ کر بولا۔ "تم قسمت کے دھنی ہو کہ تمہیں مہاراج کا آشیرباد مل گیا' میں برسوں سے سیوا کر رہا ہوں لیکن ابھی تک خالی جھولی لئے پھر رہا ہوں۔"

"سیوا جاری رکھو' تمہارا نمبر بھی آ جائے گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا پھر جماہی لے کر کروٹ بدل لی۔ میرے ذہن میں مہاویر کے جملے گونج رہے تھے' اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی' شاید سیتارام کو اس کے منڈل کی بھنک مل گئی تھی' اسی لئے اس نے کسی پجاری کو میرے کمرے کی سن گن لینے کو بھیجا تھا۔ میں خاصی دیر تک اس چیز کے بارے میں سوچتا رہا جس کے حصول کی خاطر جوگی کی شیطانی قوتیں میرے گرد جال بُن رہی تھیں۔ میرے ذہن میں مختلف سوالات گڈمڈ ہو رہے تھے — وہ کیا قیمتی شے تھی جسے سیتارام کی مادرائی قوتیں بھی حاصل نہیں کر سکتی تھیں ..... پنڈت رام کشن کون تھا ..... سیتارام اور پنڈت رام کشن کا اس شے سے کیا تعلق تھا جسے مہاویر کے کہنے کے مطابق میرے سوا کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا تھا؟ ..... مہاویر نے مجھے اس بات سے کیوں باخبر کیا تھا؟ ..... اسے مجھ سے کیا ہمدردی تھی؟ کیا خود وہ بھی اس شے کی تلاش میں تھا؟ — میں کسی آخری نتیجے کی تلاش میں تھا لیکن یشودھا نے مجھے دودھ میں جو نشیلی شے پلائی تھی وہ تیزی سے اپنا کام کر رہی تھی' چنانچہ میں زیادہ دیر تک بیدار نہ رہ سکا۔

دوسری صبح میری آنکھ دیر سے کھلی' میں چاہتا تھا کہ کالی کے مندر سے جانے سے پہلے ایک بار اور مہاویر سے ملاقات کر لوں لیکن مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد جوگی سیتارام نے مندر کے بڑے پجاری سے اجازت لی اور میرا ہاتھ تھام کر باہر آ گیا۔ میں نے آخری وقت تک اِدھر اُدھر دیکھا لیکن مہاویر کہیں سامنے موجود

aazzamm@yahoo.com

نہیں تھا' میرا ذہن پھر الجھنے لگا۔

☆======☆======☆

ہمارا سفر بڑا طویل تھا۔ ہم ڈھاکہ سے کلکتہ گئے' وہاں سے بنارس' الہ آباد اور امرتسر ہوتے ہوئے ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیوں کی طرف نکل گئے۔ سیتارام بڑا سخت جان جوگی تھا' سفر کے دوران بھی وہ پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ شروع شروع میں میری حالت غیر رہی' میں سفر سے اکتا جاتا لیکن پھر میں بھی ڈھیٹ بن گیا۔

میں مذہب سے جتنا دور ہوتا جا رہا تھا اتنا ہی میرے اندر کا غبار بڑھتا جا رہا تھا۔ راستے بھر سیتارام مجھے اپنی زندگی کے عجیب و غریب قصے کہانیاں سناتا رہا۔ دیوی دیوتاؤں کے بارے میں جان کاری کراتا رہا' اس نے مجھے کئی جاپ یاد کرائے' وہ مجھے بار بار باور کراتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی چیز طاقت ہے۔ دیوتا کا جاپ جس کی مختلف مدت ہوتی ہے انسان کو فولاد بنا دیتا تھا ہے' وہ کندن ہو جاتا ہے پھر اسے کسی چیز کی حاجت نہیں رہتی' وہ جو چاہتا ہے پلک جھپکتے میں مل جاتا ہے' منتر کے بیر اس کی خواہش کو پورا کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔

میں سیتارام کی باتوں سے الجھنے لگا مگر ایک دن میں نے طے کر لیا کہ جب اوکھلی میں سر دے ہی دیا ہے تو پھر دھماکوں سے کیا ڈرنا' میرے اندر بار بار یہ جذبہ سر ابھارتا تھا کہ میں اتنی طاقت حاصل کر لوں کہ سیتارام کو نیچا دکھا سکوں۔ آج میں اس کے اشارے پر چل رہا ہوں کل اسے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دوں۔ دل میں اس خواہش کے بیدار ہونے کے بعد میں جوگی سے کرید کرید کر کالی' درگا' ادیتی دیوی' وشنو مہاراج اور دوسرے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں پوچھتا رہتا۔ سیتارام خوش تھا کہ میں پوری طرح اس کی مٹھی میں ہوں' میں کوئی اور خواب دیکھ رہا تھا۔

سفر کے دوران بھی مجھے مہاویر کی بات یاد آتی رہی' میں نے متعدد بار سیتارام سے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ وہ میرے ذریعہ کیا کام کرانا چاہتا ہے لیکن وہ مجھے ہر بار ٹال دیتا یا گفتگو کا رخ بدل کر اپنی رام کہانی شروع کر دیتا۔

ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیوں پر پہنچ کر اس نے میرے لئے ایک محفوظ گپھا تلاش کی' میں اس کے بتائے ہوئے طریقوں سے منڈل کھینچ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ جو منتر مجھے سیتارام نے بتایا تھا وہ میں نے یاد کر لیا تھا' وہ جاپ کالی کے لئے تھا جس کی مدت چالیس

دن تھی' چالیس دن تک کسی پہاڑ کے غار میں بھوکے پیاسے بیٹھا رہنا ایک دشوار گزار مرحلہ تھا لیکن اب مجھے زندگی کی پرواہ نہیں رہی تھی' انتقام کا ایک جذبہ تھا جو جنون کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اسی جنون نے مجھے کامیاب کیا۔ وہ چار روز تک میں اس ویرانے اور موسم کی بدلتی کیفیتوں سے پریشان رہا' کئی بار میرے دل میں خیال آیا کہ منڈل سے نکل کر جس طرف سینگ سمائے بھاگ کھڑا ہوں' کسی بلند پہاڑی سے اپنے وجود کو آنکھ بند کر کے نیچے کی طرف گرا دوں' سارا قصہ ایک ہی دفع میں پاک ہو جائے لیکن پھر مجھے خیال آتا کہ اگر مرنا ہی تھا تو میں نے جوگی سیتارام کی بات اس وقت کیوں قبول کی جب ڈھاکہ کے عقوبت خانے میں مجھے پولیس کے مظالم برداشت کرنے پڑ رہے تھے' میں سیتارام کے ساتھ کوئی سمجھوتہ کرنے سے سختی سے انکار کر دیتا تو بات اتنی آگے نہ بڑھتی لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

ایک ہفتے کی جان لیوا مشقت کے بعد میں منتر پڑھنے کا عادی ہو گیا' موسموں کی تبدیلیاں بھی میرے اوپر اثر انداز ہونے سے گریز کرنے لگیں' شاید میرے اندر پیدا ہونے والی وحشتیں دیکھ کر وہ بھی مجھ سے کترانے لگی تھیں' میں منڈل میں بیٹھا کالی کا جاپ کرتا رہا' سیتارام نے کہا تھا کہ جاپ کے دوران شیطانی اور گندی قوتیں مجھے بھیس بدل بدل کر پریشان کریں گی لیکن اگر منڈل کے اندر رہا تو وہ مجھے گزند نہیں پہنچا سکیں گی مگر میرے ساتھ ایسا کوئی قابل ذکر حادثہ بھی پیش نہیں آیا شاید کالی دیوی کو بھی میرا روپ پسند آ گیا تھا' وہ مجھ پر مہربان ہو گئی تو پھر ساری مشکلات دور ہو گئیں۔

چالیس روز میں میری حالت عجیب ہو گئی تھی' میرا پورا جسم پتھر بن چکا تھا' گرد و غبار اور سردی کے تھپیڑوں نے میرے چہرے کی رنگت بھی بدل ڈالی تھی' میرے سر اور داڑھی کے بال بھی خودرو جنگلی جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھ چکے تھے لیکن میری زبان کسی مشین کی طرح اس منتر کے بول دہراتی رہی جو سیتارام نے مجھے یاد کرائے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ مجھے دنوں کے شمار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی' یا تو چالیس روز مکمل ہونے کے بعد وہ خود مجھے لینے آئے گا یا کوئی اور علامت ایسی ظاہر ہو گی جو مجھے میری کامیابی کا احساس دلا دے گی۔

منڈل میں بیٹھ کر جاپ کرنے کے دوران مجھے کسی گندی قوتوں نے ڈرانے کی کوشش نہیں کی البتہ ایک بار جب جاپ مکمل ہونے میں شاید کچھ دن باقی رہ گئے تھے'

aazzamm@yahoo.com

مجھے دادا جان سامنے کھڑے نظر آئے۔ ان کے نورانی چہرے پر اس وقت جلال کی کیفیت طاری تھی' وہ مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے اور پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

"ملعون' کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہا ہے؟ اب بھی وقت ہے حصار توڑ کر باہر آ جا۔" انہوں نے گرجدار آواز میں کہا۔

"بڑے میاں!" میں نے اسے کسی شیطان کا بدلا ہوا روپ سمجھ کر اس کا مذاق اڑایا۔ "اگر تم میرے دادا جان ہو تو پھر حصار کے اندر آ جاؤ۔"

"میری بات مان لے بدبخت' ابھی نجات کا راستہ تیرے اپنے ہاتھ میں ہے' سچے دل سے توبہ کر لے ورنہ تیری مٹی بُری طرح پلید ہو گی۔" دادا جان کی شکل والے نے تلملا کر کہا۔

"تم ایک بار منڈل میں قدم رکھ کر دیکھو' تمہاری مٹی مجھ سے پہلے پلید ہو جائے گی' جل کر خاک ہو جاؤ گے۔"

"ناہنجار!" وہ غصے میں لرزنے لگا۔ "جانتا ہے تُو کس سے بات کر رہا ہے؟"

"ہاں ..... تم کسی شیطان کی بدروح ہو جو مجھے میرے ارادے سے روکنے آئی ہے۔" میں نے غرا کر کہا۔ "جا ..... چلا جا پھر دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرنا ورنہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔" پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پوری توجہ سے منتر پڑھنے لگا' کچھ دیر بعد میں نے دوبارہ آنکھ کھولی تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ مجھے نہ وقت کا احساس تھا نہ میں دنوں کا شمار کر رہا تھا لیکن وہ شام آج بھی یاد ہے جب غار میں ملگجی اندھیرا پھیلنا شروع ہوا تھا' تاریکی اپنا دامن پھیلا رہی تھی' اندھیرے تیزی سے پھیل رہے تھے' جب میں نے روشنی کا ایک دائرہ نمودار ہو کر اپنی طرف بڑھتے دیکھا' اس دائرے کے اندر ایک حسین عورت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی' اس کا حُسن میری نگاہوں میں چکاچوند پیدا کرنے لگا' وہ آہستہ آہستہ روشنی کے دائرے کے ساتھ میری طرف قدم بڑھا رہی تھی' اس کے چلنے کا انداز بھی غضب کا تھا۔ میں نے اتنی خوبصورت اور بھرپور عورت پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میرا ذہن بٹنے لگا' سیتارام کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔

"بالک! ایک بات کا دھیان رکھنا' اگر تُو نے جاپ پورا ہونے سے پہلے باہر نکلنے کی کوشش تو اچھا نہیں ہو گا' پلید آتمائیں تجھے روپ بدل بدل کر تیرے ارادے سے روکیں

گی پر تُو ان کی طرف دھیان نہ دینا۔ اگر تُو ڈر گیا تو سارا کیا کرایا ستیاناس ہو جائے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیرا دماغ پلٹ جائے' تُو دیوانہ ہو جائے' تجھے اپنے جیون کے بارے میں کچھ بھی یاد نہ رہے۔ جب کوئی ایسا سمے آئے تو منتر کے بول اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دینا' گندی آتمائیں تیری نظروں سے اوجھل ہو جائیں گی۔ تُو نے جو منڈل کھینچا ہے اس میں کوئی منش یا شیطانی شکتی قدم نہیں رکھ سکتی ورنہ جل کر بھسم ہو جائے گی۔ میری بات گرہ سے باندھ لے' جاپ کے آخری دن بڑے کٹھن ہوتے ہیں۔"

میں نے منتر کے بولوں کو بلند آواز میں پڑھنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ منتر کے بول مجھے یاد نہیں آ رہے تھے' میری نظریں اسی حسین عورت پر مرکوز تھیں جس کے دونوں شانوں پر دو ناگنیں کنڈلی مارے بیٹھی لہرا رہی تھیں' اس کے سر پر روشنی کے جھماکے ہو رہے تھے' وہ میرے منڈل کے قریب آ کر رکی' اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں' اس کے ہونٹوں کے بیضوی گداز پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"خبردار!" میں نے سارے جسم کی قوت جما کر کے بہ مشکل مخاطب کیا۔ "منڈل میں قدم رکھنے کی غلطی مت کرنا ورنہ جل کر راکھ ہو جائے گی۔"

"تمہارا نام رتن کمار ہے نا۔" اس کے ہونٹوں پر جنبش ہوئی تو فضا میں نقرئی گھنٹیوں کی مسحور کُن آوازیں گونجنے لگیں۔

"ہاں ..... میں رتن کمار ہوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تُو کون ہے؟"

"کس کی شکتی پراپت کرنے کے کارن دھونی رمائے بیٹھا ہے؟" وہ میرا سوال نظرانداز کر کے بڑے پُروقار انداز میں بولی۔ "کس کے لئے جاپ کر رہا ہے؟"

"دفع ہو جا یہاں سے ورنہ میں تجھے بھسم کر دوں گا۔" میں نے پینترا بدل کر اسے للکارا۔

"تم مجھے اچھے لگے رتن کمار! اسی لئے بیر بلاؤں نے تمہیں ڈرانے کی کوشش نہیں کی۔" وہ قدم آگے بڑھاتے ہوئے ایک ادا سے بولی۔ "تم جس کالی کے لئے جاپ کر رہے ہو میں اسی کا دوسرا روپ ..... درگا ہوں۔ تم قسمت کے دھنی ہو جو میرا درشن کر رہے ہو' اٹھو رتن کمار! منڈل سے باہر آ کر میرا سواگت کرو۔"

میرا وجود لڑکھڑانے لگا۔ سیتارام کی نصیحتیں میرے پیش نظر تھیں لیکن اس حسینہ

aazzamm@yahoo.com

اور کافر ادا کا حُسن مجھے اپنی طرف کھینچ رہا تھا' میں مخمصے کی کیفیت سے دوچار تھا جب اس کے یاقوتی ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی۔

"میں تمہارے من کا حال سمجھ رہی ہوں۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم اس سے ہمارے سیوک جوگی سیتارام کے بارے میں سوچ بچار کر رہے ہو' اس نے تمہیں منع کیا تھا کہ منڈل سے باہر نکلنے کی بھول نہ کرنا۔"

"ہاں ..... ہاں۔" میری زبان لڑکھڑانے لگی۔ "اس نے یہی کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بڑی موسیقیت سے بولی۔ "تم منڈل سے باہر مت آؤ' میں منڈل کے اندر آ جاتی ہوں۔"

اس کے قدم اٹھنے لگے' میرا وجود ڈگمگانے لگا' مجھے خوف تھا کہ وہ جل کر راکھ ہو جائے گی' میں نے اسے روکنے کی خاطر چلانے کی کوشش کی۔ ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش لیکن میری زبان جنبش نہ کر سکی' میں اپنی جگہ بت بن گیا' وہ منڈل میں میرے قریب آ کر رک گئی۔ میری آنکھیں حیرت سے پٹ پٹانے لگیں' وہ یقیناً کوئی بدروح نہیں تھی ورنہ سیتارام کے کہنے کے مطابق جل کر خاک ہو جاتی' اس نے جو کچھ کہا تھا وہ شاید ٹھیک ہی تھا' وہ کالی کا دوسرا روپ درگا ہی رہی ہو گی' مجھے اپنی خوش نصیبی پر رشک آنے لگا' میں نے اس کے سراپا کو غور سے دیکھا پھر اس کے سامنے سر جھکا دیا' الفاظ خود میری زبان سے ادا ہونے لگے' میں بڑی روانی سے سیتارام کی زبان بولنے لگا۔

"دیوی! تیری بڑی کرپا جو تُو نے اپنے سیوک کی بھگتی کو سویکار کر لیا' ورنہ میں تیرے چرنوں کی دھول بھی نہیں۔"

"تمہارا من اجلا ہے رتن کمار! تمہارے اندر کوئی کھوٹ نہیں ہے' اسی کارن میں نے درگا کا روپ دھارا ہے۔ کالی کے روپ میں تمہارے سامنے آتی تو تم چیخ مار کر ہوش و حواس کھو بیٹھتے۔"

"یہ بھی تیری کرپا ہے دیوی!" میں نے عقیدت کا اظہار کیا۔

"درگا جانتی ہے کہ تمہارے من میں کیا ہے' میں تمہارے بھوش کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ رہی ہوں۔"

"مجھے آشیرباد دے دیوی کہ میں اپنی منزل کو پا لوں۔" میں نے ہاتھ باندھ کر درخواست کی۔

"تُو اپنی بھاوناؤں میں اوش سپھل ہو گا رتن کمار!" اس نے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر تھپکی دی۔ "دھرتی کی کوئی شکتی تیرا راستہ کھوٹا نہیں کر سکتی' پرنتو اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے تجھے وشنو مہاراج کے لئے اکیس روز تک پھر آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ہو گا لیکن اس کی خبر ہمارے سیوک اور تیرے گرو جوگی سیتارام کو نہیں ہونی چاہئے۔"

"وہ من کے بھید جھانکنے کی شکتی رکھتا ہے۔" میں نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ "میں اس کی مہان شکتیوں کا توڑ نہیں کر سکتا۔"

"رتن کمار!" اس نے مجھے بازو تھام کر کھڑا کرتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں مخاطب کیا۔ "تم پجاری مہاویر کو بھول رہے ہو' اس کی شکتی سیتارام سے اَدِھک (زیادہ) نہیں ہے لیکن اس نے دم سادھنے کا گُر سیکھ لیا ہے۔"

"تُو میرے حال پر کرپا کر دے دیوی! میں تیرا اپکار سارا جیون یاد رکھوں گا۔"

درگا نے مجھے گھور کر دیکھا' اس کے چہرے پر کئی رنگ بدلنے لگے' وہ کسی سوچ میں مبتلا تھی' میں اس پر نظریں جمائے رہا' کئی ساعتیں خاموشی سے گزر گئیں' اس کے ہیجان انگیز جسم سے پھوٹنے والی خوشبو میرے دل و دماغ پر طاری ہو رہی تھی' میں ایک عجیب کیفیت' ایک عجیب سحر میں مبتلا تھا جب اس کے ہونٹ دوبارہ ہلے۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہارے بھوش میں کیا لکھا ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اگر میں کالی کے روپ میں آتی تو تمہاری بنتی کو سیتارام کے مقابلے میں ٹھکرا دیتی لیکن درگا کے روپ میں مَیں تمہیں نراش نہیں کروں گی ..... دیوتاؤں کو بھی یہی منظور ہے۔"

درگا نے اپنی بات ختم کرنے کے بعد اپنے بالوں میں گندھا ہوا ایک پھول نکال کر مجھے کھانے کو کہا' میں نے اس کے حکم کی تعمیل میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔

"اب سیتارام تمہارے من کی ساری باتیں نہیں جان سکے گا۔"

"ساری باتوں سے تیری کیا مراد ہے؟" میں نے ڈرتے ڈرتے وضاحت چاہی۔

"کیول وہ باتیں جو تُو اس سے چھپانا چاہتا ہے۔ پر ایک بات کا دھیان رکھنا' کبھی دیوی دیوتاؤں کی طرف سے تیرے دل میں کوئی میل آیا تو پھر مجھے تیرے لئے بھی کالی کا روپ اختیار کرنا پڑے گا۔ دھرم کے نام پر میں تیرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گی۔ سمجھ رہے ہو رتن کمار کہ میں تم سے کیا کہہ رہی ہوں؟"

aazzamm@yahoo.com

"میں تیری باتوں کا دھیان رکھوں گا۔" میں نے جلدی سے ہامی بھرلی۔

"وشنو مہاراج کا جاپ کرنے کے بعد تُو مہان شکتی پراپت کرلے گا لیکن اس شکتی کو تُو سیتارام کو نشٹ کرنے کے لئے کبھی استعمال نہیں کرے گا۔"

"میں تجھے وچن دیتا ہوں کہ سیتارام کو کوئی ایسا کشٹ نہیں دوں گا جو تیری مرضی کے خلاف ہو۔"

پھر درگا نے میرا ہاتھ تھام لیا' مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک لمحے کو میری آنکھ بند ہو گئی ہو' دوسرے لمحے آنکھ کھلی تو میں کسی گھنے جنگل میں موجود تھا' وہ جنگل بھی کسی بلند پہاڑ پر واقع تھا۔

"یہ استھان وشنو مہاراج کے جاپ کے لئے ٹھیک رہے گا۔"

درگا نے مجھے جاپ کرنے کے لئے منتر کے بول بتائے' میں منڈل کھینچ کر بیٹھنے لگا تو اس نے کہا۔

"رتن کمار! تُو بڑا بھاگوان ہے جو میں سیتارام کے مقابلے میں تیرے ہاتھ مضبوط کر رہی ہوں' تجھے وشنو مہاراج کے جاپ کے بعد جو شکتی پراپت ہو گی تُو نے کبھی سپنوں میں بھی اس کے بارے میں نہیں سوچا ہو گا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں دیوی کہ اگر تُو سیوک پر دیا نہ کرتی تو میں کبھی سپھل نہ ہوتا' میرے پاس وہ شبد نہیں جو تیرے اپکار (احسان) کا مول ہو سکیں۔" میں نے کچھ سوچ کر اس کی شان میں قصیدے پڑھتے ہوئے کہا۔ "پرنتو کچھ باتیں ایسی ہیں جو مجھے بیاکل کر رہی ہیں۔"

"دیوی جانتی ہے کہ تیری پریشانی کا کارن کیا ہے لیکن ابھی تجھے سمے کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"پجاری مہاویر نے متھرا میں جو بات کی تھی میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں؟" میں نے کھل کر اپنا مقصد بیان کیا۔

"نہیں رتن کمار! نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی میں زبان نہیں کھول سکتی لیکن میرا آشیرباد تیرے ساتھ ہے' مہاویر نے جو کہا تھا وہ کچھ سوچ بچار کرنے کے بعد ہی کہا تھا۔ تُو وشنو مہاراج کا جاپ پورا کرلے گا تو کٹھن راستے تیرے لئے آسان ہو جائیں گے۔"

"دیوی! میں ایک پرارتھنا اور کروں گا۔" میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اگر تیرا یہ سیوک تجھے سچے من سے یاد کرے تو کیا تُو اس کی سہائتا کرے گی؟"

"میں نے کہا نا کہ میرا آشیرباد تیرے ساتھ ہے پرنتو میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا دھیان بھی رکھنا۔" دیوی نے معنی خیز مسکراہٹ سے جواب دیا۔ "یہ نہ بھول جانا کہ جوگی سیتارام ہمارا پرانا سیوک ہے۔"

میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن درگا میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی' اس کی معنی خیز مسکراہٹ اور آخری جملہ میری سمجھ میں پوری طرح نہیں آ سکا' میں کچھ دیر غور کرتا رہا پھر منڈل میں بیٹھ کر وشنو مہاراج کا جاپ شروع کر دیا۔

کئی دنوں تک درگا کا تصور میرے ذہن میں جاگتا رہا پھر میں اپنے جاپ میں اتنا غرق ہو گیا کہ ہر بات سے بے نیاز ہو گیا۔ درگا نے جب مجھے وشنو مہاراج کا جاپ کرنے کا مشورہ دیا تھا تو مجھے حیرت ہی ہوئی تھی' جوگی سیتارام نے بھی مجھے وشنو مہاراج کے جاپ کے بارے میں بتایا تھا کہ جو شخص اس جاپ کو مکمل کرلے اس کے بدن میں مہان شکتیوں کا ساگر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے لیکن پھر اس نے مجھے یہ بھی سمجھایا تھا کہ میں اس جاپ کو کرنے سے گریز کروں اس نے کہا تھا کہ بڑے بڑے پنڈت پجاری بھی اس عمل میں ناکام ہو کر دربدر ہو چکے ہیں۔ شاید اس نے وہ سب کچھ مجھے ڈرانے کو کہا تھا۔ وہ یہ کبھی نہ چاہتا ہو گا کہ میں اس سے زیادہ طاقتور بن جاؤں' شاید اسی لئے اس نے مجھے اس جاپ کے منتر کے جو بول بتائے تھے وہ بھی اس سے مختلف تھے جو درگا نے یاد کرایا تھا۔

کالی کا جاپ مکمل کرنے کے بعد بھی میں نے اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کی تھیں لیکن درگا کے آ جانے کی وجہ سے میں انہیں آزما نہیں سکا تھا' سیتارام جو باتیں کرتا تھا وہ بھی ناقابل یقین تھیں لیکن میں بذات خود اس کے پُراسرار اور حیرت انگیز کارناموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ ہندی مائتھالوجی (Hindi Mythology) کی عجیب و غریب کہانیاں بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہیں۔ گنیش دیوتا کا وجود بھی کالی کے بدن سے اترے ہوئے میل کچیل کا مرہون منت ہے' وشنو مہاراج کے لئے لکھا ہے کہ وہ ایک چوہے پر سواری کرتے تھے' نگاہوں کی تپش سے کسی ہرے بھرے درخت کا جل کر راکھ ہو جانا اور بھی بہت سی ناقابل یقین اور پُراسرار باتیں موجود ہیں۔ دیومالائی کہانیوں کی یہ کتابیں دنیا کے گوشے گوشے میں مختلف زبانوں میں بکھری پڑی ہیں' اہرام مصر کی باتیں

aazzamm@yahoo.com

بھی انسانی جسم کے رونگٹے کھڑی کر دیتی ہیں۔ یہ دنیا بھی ایک عجائب خانہ ہے۔ مختلف قبیلوں کے رسم و رواج بھی مختلف ہوتے ہیں لیکن میں ان پر بحث کرنے سے گریز کروں گا۔ کیا سچ ہے' کیا جھوٹ یہ وہی بہتر جانتا ہے جس نے تخلیق کائنات کی ہے۔

میں اپنے جاپ میں مگن تھا' درگا کی آمد میرے لئے نیک شگون تھا' اس نے کہا تھا کہ میں خوش نصیب ہوں جو اس کے درشن کر لئے ورنہ بڑے بڑے جغادری پنڈت پجاری اس حسرت کو دل میں لئے دنیا سے کوچ کر چکے ہیں۔ اس نے بھی یہی دعویٰ کیا تھا کہ وہ میرے مستقبل کے بارے میں جانتی ہے لیکن اس موضوع پر اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔ اس نے مہادیو کی کہی ہوئی باتوں کی وضاحت بھی نہیں کی تھی' جوگی سیتارام کے مقابلے پر اس نے مجھے وشنو مہاراج کا جاپ کرنے کا مشورہ دیا تھا' یہ بھی کہا تھا کہ اس کی خبر سیتارام کو نہ ہو۔ یہ بھی تاکید کی تھی کہ میں اپنی شکتی کو کبھی سیتارام کے خلاف اس درجہ استعمال نہ کروں کہ اس کا کریا کرم ہی ہو جائے۔ بہت سی باتیں سمجھ میں آتی تھیں' بہت سی تشریح طلب تھیں لیکن میں نے درگا کے کہنے پر وشنو مہاراج کا جاپ شروع کر دیا تھا۔

ایک بار پھر مجھے پیٹ پر پتھر باندھ کر حالات کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا' موسم کے تغیرات میرے لئے بے معنی ہو چکے تھے' اندھیرے اجالوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میرے جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں جم رہی تھیں' میرا لباس گلنے لگا تھا' میرے جسم پر جگہ جگہ گنجان بالوں کا جنگل اُگ رہا تھا' ایسے میں کوئی جنگلی جانور بھی اگر میری حالت دیکھ لیتا تو شاید وہ بھی خوفزدہ ہو کر دم دبا کر بھاگ لیتا۔ مجھے دنوں کا حساب کتاب بھی یاد نہیں رہا تھا۔ دو مہینوں تک شب و روز جاگتے رہنا بچوں کا کھیل نہیں ہے' دو روز کھانا نہ ملے تو انسان پر وحشت طاری ہونے لگتی ہے لیکن میں اپنی دھن میں مست تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا پھر ایک دن میرے کانوں میں درگا کی مانوس آواز گونجی۔

میں نے درگا کی آواز سن کر اپنی آنکھیں کھول دیں' وہ پہلے کے مقابلے میں مجھے زیادہ حسین اور سندر نظر آ رہی تھی' اس کے انگ انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی' میری نظریں اس کے جسم کے نشیب و فراز پر پھسل رہی تھیں جب اس نے سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا۔

"سنبھلو رتن کمار! تم اس سمے درگا کے درشن کر رہے ہو۔"

اس کی آواز میں تنبیہہ کا پہلو نمایاں تھا' میں نے جلدی سے اپنی نگاہیں جھکا کر کہا۔

"تیرے درشن کے سوا میرے من میں کچھ اور نہیں تھا دیوی! پھر بھی اگر تیرے سیوک سے کوئی بھول چُوک ہو گئی ہو تو شما کر دینا۔"

دیوی نے کوئی جواب نہیں دیا' اس کے بدن کی خوشبو میرے وجود میں سما رہی تھی' میں اس کے جواب کا منتظر رہا' جب دیر ہو گئی تو میں نے پھر نگاہیں اٹھانے کی جسارت کی۔ دیوی کی جگہ جوگی سیتارام کو دیکھ کر میں چونکا' پھر میں نے قرب و جوار پر نظر ڈالی تو مجھے دوبارہ حیرت ہوئی' درگا نے مجھے ہاتھ تھام کر جس پہاڑی جنگل میں چھوڑا تھا میں اس وقت وہاں نہیں تھا بلکہ ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیوں کی اسی گپھا میں موجود تھا جہاں مجھے سیتارام چھوڑ گیا تھا۔

میں سیتارام کو دیکھتا رہا' اس کی نگاہوں میں خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"اب منڈل سے باہر آ جا بالک!" اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ "کالی کی کرپا سے تُو نے اس کا جاپ مکمل کر لیا ہے۔"

"یہ سب تمہاری مہربانی ہے سیتارام!" میں نے منڈل سے باہر آتے ہوئے کہا۔

جوگی سیتارام نے منڈل سے باہر نکلتے ہی مجھے گلے سے لگا لیا' بہت دیر تک میری پشت پر تھپکیاں دیتا رہا' اس کی آنکھوں سے ملے جلے تاثرات کا اظہار ہو رہا تھا۔

"تجھے جاپ کے دوران کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔" میں نے اسے حیران کرنے کی خاطر لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "مجھے بیر بلاؤں نے بھی ڈرانے کی کوشش نہیں کی' ایسا لگتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو' چالیس دن کب پورے ہوئے مجھے اس کا احساس ہی نہیں ہوا۔"

سیتارام مجھے حیرت سے دیکھتا اور میری کامیابی پر دل کھول کر اپنی خوشی کا اظہار بھی کرتا رہا پھر اس نے دبی زبان میں کہا۔

"بالک! کیا تجھے یاد ہے کہ میں یہاں کب آیا تھا؟"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے معصومیت سے دریافت کیا۔

"مجھے بھی اچنبھا (تعجب) ہو رہا ہے۔" اس نے میری نظروں میں تجسّس سے جھانکتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

aazzamm@yahoo.com

"کیا نہیں ہوا؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں پورے چالیس دن بعد یہاں پہنچ گیا تھا پر نتو....." وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا' میرا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔

سیتارام کی الجھن حق بجانب تھی' مجھے درگا کی آمد کا یقین آ گیا' وشنو مہاراج کے جاپ کی خاطر وہ میرا ہاتھ تھام کر کہیں دوسری جگہ لے گئی تھی پھر کامیابی کے بعد شاید اسی نے مجھے واپس اس جگہ پہنچا دیا تھا جہاں سیتارام چھوڑ گیا تھا۔

"تم چپ کیوں ہو گئے؟" میں نے اس کی الجھن سے محظوظ ہوتے ہوئے سادگی سے پوچھا۔ "کس سوچ بچار میں گم ہو؟"

"اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔" وہ چندیا کھجاتے ہوئے بولا۔ "جوگی سیتارام کے جیون میں حساب کتاب کی بھول کبھی نہیں ہوئی۔"

"تمہیں کس بات کی چنتا بیاکل کر رہی ہے؟"

"بالک!" سیتارام نے مجھے ہندی بولتے سنا تو تعجب کا اظہار کرنے لگا۔ "تُو بھی اب اپنی زبان بولنے لگا۔"

"سب تمہاری کرپا ہے۔" میں نے اسے خوش کرنے کی خاطر کہا۔

جواب میں سیتارام نے ایک بار پھر میری آنکھوں میں دور تک جھانکنے کی کوشش کی' اکیس دنوں کے الٹ پھیر نے اسے پریشان کن کیفیتوں سے دوچار کر رکھا تھا۔ وہ میرے دل میں جھانک کر اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو گا۔ درگا نے مجھے منع کیا تھا کہ سیتارام کو اس بات کا علم نہ ہو کہ میں وشنو مہاراج کا جاپ کر چکا ہوں' اس نے اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ اب سیتارام میرے دل کے تمام بھید نہیں پا سکے گا۔

کچھ دیر تک سیتارام کسمساتا رہا پھر مجھے گھور کر بولا۔

"ایک بات سچ سچ بتائے گا بالک!"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم کسی خاص الجھن میں مبتلا ہو؟" میں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا۔ "مجھے بتاؤ گرو دیو! میں تمہاری کوئی سہائتا کروں؟"

"نہیں بالک! ابھی وہ سمے نہیں آیا جب تُو چیلا ہو کر گرو کی سہائتا کرنے کے سپنے دیکھنے لگے' ابھی تجھے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے' بڑے کٹھن راستوں سے ہو کر گزرنا ہو گا

تب کہیں جا کر کچھ حاصل کر سکے گا۔"

"تم کس حساب کتاب کی بات کر رہے تھے؟" میں نے اسے پھر چھیڑا۔

"ہاں' میں غلط نہیں کہہ رہا تھا۔" وہ خلاء میں گھورنے لگا۔ "جوگی سیتارام نے سمے کا ہمیشہ دھیان رکھا ہے' کہیں نہ کہیں کوئی گھوٹالا ضرور ہوا ہے لیکن میں اسے بھی کھوج لوں گا۔"

میں سیتارام کے ساتھ قدم ملاتا پہاڑ کے دشوار گزار راستوں سے نیچے اترنے لگا۔ کالی اور وشنو کا جاپ مکمل کرنے کے بعد میں اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کر رہا تھا۔ مجھے مہادیر کی بات پھر یاد آ گئی' اس نے کسی پنڈت رام کشن کا نام لے کر کہا تھا کہ میں اس سے پنجہ لڑانے کی کوشش نہ کروں۔ میرے دل میں آیا کہ میں سیتارام سے رام کشن کے بارے میں پوچھ لوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ مہادیر نے وہ باتیں سیتارام سے چھپا کر کہی تھیں تو اس میں اس کی کوئی مصلحت بھی ضرور رہی ہو گی۔

سیتارام مجھے کالی کا جاپ مکمل کرنے کے بارے میں بتاتا رہا' بار بار اس نے یہی کہا کہ اب میں جو چاہوں گا وہ پورا ہو گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی باور کراتا رہا کہ میں پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی کوشش کروں' میری کوئی معمولی سی غلطی بھی دیوی دیوتاؤں کو ناراض کر سکتی تھی' وہ ناراض ہو گئے تو ان کی بخشی ہوئی پُراسرار قوتیں بھی مجھ سے چھن جائیں گی۔

راستے میں ہماری ملاقات پنڈت پجاریوں سے بھی ہوتی رہی' ایک جگہ ہم ستانے کے لئے بیٹھے تو کچھ دیر بعد وہاں دو پجاری اور آ گئے' وہ دونوں سیتارام کے واقف نکلے' ان کے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا' میں درگا اور وشنو مہاراج کے بارے میں سوچ رہا تھا جب میرے کانوں میں رام کشن کا نام گونجا۔ میں نے چوکنا ہو کر سیتارام اور دونوں پجاریوں کے درمیان ہونے والی باتوں پر کان لگا دیئے۔

"سنا ہے آج کل پنڈت رام کشن بڑی اونچی ہواؤں میں اڑ رہا ہے۔" ایک پجاری نے کہا۔ "تمہاری اس کی ملاقات کب سے نہیں ہوئی؟"

"وہ ابھی تک ہردوار میں ہے یا کہیں اور نکل گیا ہے؟" سیتارام نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"دو مہینے پیشتر میری اس کی مڈبھیڑ بنارس میں ہوئی تھی۔ وہ الہ آباد جانے کی سوچ رہا

aazzamm@yahoo.com

تھا۔"

"کیا کرتا پھر رہا ہے؟" سیتارام نے بظاہر لاپرواہی سے دریافت کیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا رام کشن کا نام سننے کے بعد اس کی کشادہ پیشانی پر بار بار ناگواری کی سلوٹیں ابھر رہی تھیں۔

"اس کے ہاتھ کوئی انوکھی چیز لگ گئی ہے شاید۔" دوسرے پجاری نے کہا۔ "کئی پنڈت پجاری اس کے آگے پیچھے ہاتھ باندھے پھرتے رہتے ہیں۔"

"اچ ..... چھا....." سیتارام نے اچھا کھینچ کر کہا تو رام کشن سے اس کی نفرت کا اظہار اور واضح ہو گیا۔ "تم نے کچھ کھوج لگایا کہ اس نے کون سی گیدڑ سنگھی حاصل کر لی ہے جو اِتراتا پھر رہا ہے؟"

"تمہارا اس کا تو برابر کا جوڑ ہے۔" پہلے پجاری نے مسکرا کر جواب دیا۔ "پر نتو کوئی بھید ضرور ہے' اب تو وہ تمہارا شبھ نام سن کر بھی منہ بنانے لگتا ہے۔"

"چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پَر نکل آتے ہیں۔" سیتارام بل کھا کر بولا۔ "اس کے دن بھی پورے ہونے والے ہیں۔"

"ایک بات پوچھوں جوگی مہاراج!" دوسرے پجاری نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "تمہارے اور اس کے درمیان جو اَن بن ہے اس کا کارن کیا ہے؟"

"یہ اَن بن والی بات تجھے کس نے کہی؟" سیتارام نے چونک کر پوچھا' اس کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

"رام کشن کا ایک نوجوان چیلا بتا رہا تھا کہ وہ اب تم سے ٹکر لینے سے بھی نہیں ڈرے گا۔"

سیتارام بل کھا کر رہ گیا' دونوں پجاری کچھ دیر بعد چلے گئے تو میں نے پوچھ ہی لیا۔

"یہ رام کشن کون ہے؟"

"ہے ایک مورکھ' دو چار منتر سیکھ کر بڑبولا بن گیا ہے۔" سیتارام ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "پر اب اس کے دن بھی قریب آ رہے ہیں۔ جوگی سیتارام سے بیر کرنا اسے بہت مہنگا پڑے گا۔"

سیتارام نے منہ ہی منہ میں کچھ بدبدانا شروع کر دیا تھا' میں نے اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا' اس نے غصے میں اپنی رفتار بڑھا دی' میں بھی اس کے ساتھ قدم ملا کر

چلنے لگا۔ کالی اور وشنو مہاراج کا جاپ مکمل کر لینے کے بعد میں اس سے کسی طور پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا۔

رام کشن کا نام درمیان میں آ جانے سے جوگی سیتارام کی طبیعت مکدر ہو گئی تھی' میرے کالی کا جاپ مکمل کر لینے کے بعد وہ بے حد خوش تھا' اس کو اس بات کا احساس بھی ضرور ہو گا کہ اب میں اس کے لئے زیادہ کار آمد ثابت ہو گا۔ اکیس دنوں کا حساب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ بار بار الجھ رہا تھا۔ وہ یقیناً چالیس روز مکمل ہونے کے بعد پہاڑی گپھا میں واپس آیا ہو گا' منڈل کو خالی دیکھ کر' مجھے نہ پا کر اس کا ماتھا ٹھنکا ہو گا۔ ہو سکتا ہے اس نے مجھے آوازیں بھی دی ہوں' اِدھر اُدھر تلاش بھی کیا ہو؟ اپنی ماورائی قوتوں کے ذریعے آنکھیں بند کر کے پوری دھرتی کا کونا کونا چھان مارا ہو لیکن اسے ہر طرف سے مایوسی ہوئی ہو۔ درگا دیوی کی شکتی اپرم پار تھی اس نے سیتارام کے ذہن سے ان اکیس دنوں کا حساب بھلا دیا ہو گا جو میں نے وشنو مہاراج کا جاپ مکمل کرنے میں گزارے تھے لیکن سیتارام بار بار دنوں کے شمار میں الجھ جاتا ہو گا' مجھے اچانک دوبارہ منڈل میں بیٹھا دیکھ کر وہ حیرت سے اچھل پڑا ہو گا۔ اس کے ذہن میں ہزاروں وسوسے جاگ اٹھے ہوں گے۔ اس نے اپنی پُراسرار شیطانی قوتوں کا جال پھر چاروں طرف پھیلایا ہو گا لیکن درگا کی شکتی نے اسے دوبارہ گڑبڑا دیا ہو گا' اس نے کہا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گھوٹالا ضرور ہے' جسے وہ جلد یا بدیر کھوج لے گا۔

سیتارام نے خود کو مطمئن کر لیا تھا' درگا کے سامنے اس کی نہیں چل سکتی تھی اس لئے وہ حساب کتاب بھول کر میری کامیابی میں خوشی کا اظہار کرنے لگا لیکن رام کشن کے ذکر نے اسے پھر کسی گہری سوچ میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ بار بار آنکھیں موند کر خلا میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا۔ شاید وہ اسے تلاش کرنے کی فکر میں پریشان تھا اور اس کی پریشانی کی وجہ یقیناً وہی شے ہو گی جو مہاویر کے مطابق میرے سوا کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اسی شے کے حصول کی خاطر سیتارام نے میرے گرد نہ جانے کب سے سازشوں کے جال بننے شروع کر دیئے تھے' میں بے خبر ہی رہا لیکن متھرا میں کالی کے بڑے مندر میں مہاویر سے ملاقات ہونے کے بعد سے مجھے یقین آ گیا تھا کہ میری بربادی میں' مجھے صراط مستقیم سے بھٹکانے میں شیطان صفت سیتارام کے علاوہ کسی اور کا ہاتھ نہیں تھا۔ ممکن ہے میرے والدین کی موت سے بھی اس کم ذات کا کوئی تعلق رہا ہو۔ اس نے مجھے پٹنہ سے دربدر

aazzamm@yahoo.com

کرنے کی خاطر کوئی لمبا جوا کھیلا ہو۔ بہرحال پجاریوں کی زبانی رام کشن کا تذکرہ سن لینے کے بعد سے سیتارام کسی گہری سوچ میں غرق ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ سیتارام کو جس شے کی تلاش تھی وہ رام کشن ہی کی تحویل میں تھی اور پجاریوں کے بیان کے مطابق اس کے پیچھے بہت سارے پنڈت پجاری ہاتھ باندھے پھر رہے تھے۔

میں نے سیتارام کو رام کشن کے بارے میں کریدنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس سے صرف اپنی نفرت کا اظہار کر کے بات ٹال گیا تھا۔ ہمارے درمیان اِدھر اُدھر کی دوسری باتیں ہوتی رہیں' وہ مجھے کالی کے جاپ سے حاصل کی ہوئی شکتیوں اور اس کے جائز و ناجائز استعمال کے طریقوں سے آگاہ کرتا رہا' اس کا رویہ اب مجھ سے پہلے کے مقابلے میں مختلف تھا لیکن باتوں باتوں میں وہ اس بات کا اظہار بھی دبی زبان میں کر چکا تھا کہ میں کالی کا جاپ پورا کرنے کے باوجود اس کے مقابلے میں بہت کمزور ہوں۔ میں اس کی بات سن کر دل ہی دل میں مسکرا دیتا' اسے غلط فہمی میں مبتلا رکھنے کی خاطر ہی میں نے اسے گرو کہنا شروع کر دیا تھا۔

ہمالیہ سے واپسی کے بعد بنارس پہنچنے تک ہمارے درمیان کوئی ایسا اہم قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جو قلمبند کیا جائے۔ بنارس میں بھی سیتارام نے کالی کے بڑے مندر میں قیام کیا' وہاں کا بڑا پجاری بھی سیتارام کی آؤ بھگت میں لگ گیا لیکن گردھر نامی پروہت جو دھرم کرم کے کاموں کی دیکھ بھال کرتا تھا بڑا چلتا پرزہ اور عیاش قسم کا آدمی تھا۔ پجاریوں کی بڑی تعداد اس کی ہمنوا تھی اس لئے بڑا پجاری بھی اس کا لحاظ کرتا تھا۔

میں سمجھ رہا تھا کہ سیتارام بنارس کس لئے آیا تھا' وہ رام کشن کی سن گن لینے کے ارادے سے وہاں پہنچا تھا۔ پہلے کے مقابلے میں وہ مجھ سے محتاط رہنے لگا تھا شاید اسی لئے اس نے میری موجودگی میں بڑے پجاری یا گردھر کے ساتھ رام کشن کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کی۔ اکیلے میں کوئی پوچھ گچھ کی ہو تو مجھے اس کا علم نہیں لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ وہ روزانہ صبح اشنان اور حلوہ پوری سے فارغ ہو کر مجھے مندر میں رہنے کی تاکید کر کے چلا جاتا تھا اور رات گئے واپس آتا تھا۔

بنارس میں کالی کا مندر پنڈت پجاریوں کی توجہ کا خاص مرکز بنا رہا تھا۔ گردھر نے بڑے پجاری کے ہونے کے باوجود سارے انتظامی امور اپنے ہاتھ میں لے رکھے تھے۔ اس نے مندر میں چھانٹ چھانٹ کر ایسی پجارنیں اور دیوداسیاں بھر رکھی تھیں جو اس کے

اشارے پر ناچتی تھیں۔ میں یہ سارے کھیل تماشے خاموشی سے دیکھ رہا تھا مگر خاموش تھا۔ سیتارام نے بڑے پجاری اور گردھر سے جس انداز میں میرا تعارف کرایا تھا وہ بھی کوئی خاص نہیں تھا۔ بڑا پجاری چونکہ جوگی سیتارام کا معتقد تھا اس لئے میرا بہت خیال رکھتا تھا لیکن گردھر کا میرے ساتھ بھی وہی سلوک تھا جو عام پجاریوں کے ساتھ تھا۔

مندر میں چار روز کے قیام کے دوران میری کئی پجاریوں کے ساتھ اچھی میل جول ہو گئی تھی' ان میں پجاری کنول کشور بھی تھا' وہ راج پور سے وہاں آیا تھا' میں نے محسوس کیا تھا کہ کنول کشور اور گنگا نام کی پجارن کے درمیان آنکھ مٹکا چل رہا ہے' میں نے اس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی' مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ کسی کے ذاتی معاملات میں ٹانگ پھنساتا لیکن ایک دن خود کنول کشور نے مجھ سے دبی زبان میں کہا۔

"رتن کمار! تمہارا پروہت گردھر کے بارے میں کیا خیال ہے' کیسا منش ہے؟"

"جیسا بھی ہو گا اپنے لئے ہو گا۔" میں نے ٹالنے والا انداز اختیار کیا۔ "میرا اس کا کیا سمبندھ' میں گرو سیتارام کے ساتھ کچھ دنوں کے لئے یہاں آیا ہوں پھر کسی اور طرف نکل جاؤں گا۔"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ بڑا پجاری جوگی مہاراج کا بڑا دھیان رکھتا ہے۔"

"ابھی تم گردھر کی بات کر رہے تھے' اب بڑے پجاری کی بات کرنے لگے' بات کیا ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دوستانہ انداز اختیار کیا۔ "جو کچھ من ہے کھل کر کہہ ڈالو ورنہ سینے پر بوجھ رہے گا۔"

"مجھے گردھر کی نیت میں پجارن گنگا کی طرف سے کھوٹ نظر آ رہا ہے۔" اس نے دبی زبان میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "پجارن گنگا کے ساتھ تمہارا کیا سمبندھ ہے؟"

"میں اس سے پیار کرتا ہوں۔" کنول کشور نے بڑی معصومیت سے اقرار کر لیا پھر تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔ "گنگا نے مجھے بتایا تھا کہ گردھر ہر ہفتے ایک نئی پجارن کے ساتھ رات بیتاتا ہے' جو اس کا کہا مان لیتی ہے وہ سکھی رہتی ہے' جو انکار کرتی ہے گردھر اس پر کٹنک کا ٹیکہ تھوپ کر یا تو سر گنجا کرا کے مندر سے باہر نکال دیتا ہے یا کالی کے چرنوں میں اسے بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ کسی مردار گدھ کی طرح خطرناک ہے' ایسی خطرناک چالیں

aazzamm@yahoo.com

چلتا ہے کہ بڑا پجاری بھی اس کے دھوکے میں آ جاتا ہے۔"

"کیا گردھر نے گنگا کے ساتھ بھی کوئی غلط بات کی ہے؟"

"ہاں' گنگا بتا رہی تھی کہ اس نے پورن ماشی کی رات اسے اپنے ساتھ بھوجن کرنے کی دعوت دی ہے۔" کنول کشور نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اسی بھوجن کے بہانے وہ بہت ساری معصوم پجارنوں کی مجبوریوں سے کھیل چکا ہے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ اگر تم جوگی مہاراج کے کانوں میں کسی طرح یہ بات ڈال دو تو گنگا اس پاپی کے جال سے بچ سکتی ہے۔"

"میرا کہا مانو تو تم گنگا سے کہو کہ وہ گردھر کے بھوجن کی دعوت والی بات مان لے۔"

"کیا مطلب؟" کنول کشور نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"تم نے اگر متر (دوست) سمجھ کر مجھے اپنے من کا حال بتایا ہے تو پھر میرے کہنے پر عمل کرو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "پورن ماشی کی رات آنے میں ابھی دو دن باقی ہیں' میں اس عرصے میں کوئی نہ کوئی ایسا راستہ ضرور نکال لوں گا کہ گردھر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔"

"لیکن اگر تم کچھ نہ کر سکے تو بیچاری گنگا....."

"کوئی چنتا مت کرو۔" میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔ "نشچنت ہو جاؤ' گردھر اگر پاپی ہے تو میں اسے اس کی سزا ضرور دوں گا۔"

کنول کشور نے تھوڑی دیر ہچکچانے کے بعد میری بات مان لی' کالی اور وشنو مہاراج کا جاپ مکمل کرنے کے بعد میں بھی کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جب اپنی شکتیوں کا امتحان لے سکوں' مجھے خوشی تھی کہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ایک مندر کا پروہت میرے کام آنے والا تھا۔

پورن ماشی کی رات کو میں سیتارام اور بڑے پجاری کے ساتھ بیٹھا باتوں میں مشغول تھا جب بڑے پجاری کی زبان پر اتفاق سے رام کشن کا نام آ گیا' شاید وہ ایک لمحے کو بھول گیا تھا کہ میں بھی ان کے درمیان موجود ہوں' اس نے دبی زبان میں سیتارام سے کہا تھا۔

"جوگی مہاراج! میرا کہا مانو تو اب تم اپنے من سے رام کشن کا دھیان کھرچ کر نکال دو۔"

"کیوں؟" سیتارام نے بل کھا کر پوچھا۔ "کیا اب اس میں کوئی سرخاب کے پر لگ گئے ہیں؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" بڑے پجاری نے وضاحت کی۔ "میں تو صرف اس کارن یہ کہہ رہا تھا کہ دو مہان شکتیوں کا ٹکراؤ دیوی دیوتاؤں کو بھی پسند نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے ..... ٹھیک ہے۔" سیتارام نے اچانک میری موجودگی محسوس کرتے ہوئے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "کوئی اور بات کرو رام کشن کو نرکھ میں جھونکو' وہ جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔"

بڑے پجاری کو بھی شاید اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا' وہ بھی سیتارام کے جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کنول کشور بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا' میں اس کے آنے کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

"تم کون ہو بالک!" بڑے پجاری نے اسے مخاطب کیا۔ "اس سمے یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

"یہ میرا متر ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا پھر سیتارام کی طرف دیکھ کر بولا۔ "گرو! میں ادھر مندر کے اندر ہی ہوں' کچھ دیر میں واپس آ جاؤں گا۔"

"نہیں۔" سیتارام نے شاید کنول کشور کے من میں جھانک کر اس کے آنے کا مقصد بھانپ لیا تھا۔ "تم ابھی ان جھمیلوں میں ٹانگ مت پھنساؤ۔"

"گرو....." میں نے پہلی بار سیتارام کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر تم جان گئے ہو کہ میں کہاں جا رہا ہوں تو یہ بھی سن لو کہ میں اپنے متر کو دیا ہوا وچن اوش پورا کروں گا' دھرتی کی کوئی طاقت مجھے نہیں روک سکتی۔"

سیتارام کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں' شاید اسے مجھ سے اس لب و لہجے میں بات کرنے کی توقع نہیں تھی۔ مندر کے بڑے پجاری نے بھی میری کیفیت محسوس کر لی تھی۔ میں ان دونوں کو نظرانداز کر کے کنول کشور کے ساتھ باہر نکل گیا۔ مجھے گردھر کے کمرے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔ اس نے پجارنوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے اور پاپ کا ناٹک رچانے کی خاطر مندر کے مشرقی گوشے میں ایک الگ تھلگ کمرہ منتخب کر رکھا تھا' میں دندناتا ہوا سیدھا وہاں پہنچ گیا' اندر سے گنگا پجارن کی سہمی سہمی آواز سنائی دے رہی تھی۔

aazzamm@yahoo.com

"مجھ پر دیا کرو پروہت مہاراج! تم دھرم کے نام لیوا ہو' میرے جیون میں پاپ کا زہر مت گھولو ورنہ میں کچھ کھا کر جان دے دوں گی۔"

"تجھ سے پہلے دوسری پجارنیں بھی مجھے مرنے کی دھمکیاں دے چکی ہیں لیکن میں نے آج تک کسی کی ارتھی (میت) اٹھتے نہیں دیکھی۔" پروہت گردھر کی نشے میں ڈوبی آواز ابھری۔ "سوم رس پینے اور جیون کا اصلی سواد (مزہ) چکھ لینے کے بعد سب شانت ہو جاتی ہیں۔ یہ من کی بھڑکتی اگنی (آگ) ہے جو منش کو چیخنے چلانے پر مجبور کرتی ہے' تُو بھی شانت ہو جائے گی میری سندر ہرنی!"

"بھگوان کے لئے مجھے برباد مت کرو۔" گنگا نے رحم کی بھیک مانگی۔ "تم تو میرے پتا سمان (باپ کے برابر) ہو' تمہیں لاج نہیں آتی؟"

"رتن کمار! کچھ کرو ورنہ وہ راکھشس میری گنگا کے اجلے شریر کو میلا کر دے گا۔" کنول کشور جھلانے لگا۔

میں نے جواب میں دروازے پر ایک بھرپور لات ماری' مجھے خود بھی حیرت ہوئی' دروازہ کے دونوں پٹ ٹوٹ کر کئی حصوں میں منقسم ہو گئے' گردھر جو گنگا کے ساتھ نوچ کھسوٹ کر رہا تھا وہ بھی دھماکے کی آواز سن کر اچھل پڑا پھر اس کی نظریں ہم پر پڑیں تو تلملا کر بولا۔

"تُو ..... کل کا چھوکرا۔" اس نے بڑی حقارت سے مجھے مخاطب کیا۔ "جوگی سیتارام کے کھونٹے پر اچھلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جا' چلا جا یہاں سے' گردھر کے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی بھول تو کبھی بڑے پجاری نے بھی نہیں کی ..... تُو کس کھیت کی مولی ہے؟"

گردھر نے مجھے دیکھتے ہی آنکھیں لال پیلی کرنی شروع کر دیں' گنگا تیزی سے اپنی اوڑھنی سنبھالتی ہوئی ایک کونے میں جا کر کھڑی ہو گئی' کنول کشور کی نگاہیں شعلے اگل رہی تھیں لیکن وہ خاموش ہی رہا شاید اسے گردھر کے مرتبے کا خیال تھا اس لئے اس نے خود کو قابو میں رکھا تھا یا پھر شاید اسے گردھر کی قوت کا اندازہ تھا جو خون کے گھونٹ پینے پر اکتفا کر رہا تھا۔

"گردھر مہاراج!" میں نے اسے جوش میں آتا دیکھ کر سرد لہجہ اختیار کیا۔ "مجھے تمہارے کرتوتوں کی خبریں مل رہی تھیں مگر میں نے....."

"تُو کون ہوتا ہے دھرم کرم کے معاملے میں ٹانگ پھنسانے والا؟" اس نے گرج کر کہا۔ "سیدھی طرح نظریں جھکا کر مجھ سے شما کی بھکشا مانگ لے ورنہ میں تجھے ایسا سراپ دوں گا کہ تیری آتما کو بھی کبھی چین نہیں ملے گا۔"

مجھے ہنسی آ گئی' میں نے کہا۔ "کیا تم ابھی گنگا کو گیتا (ہندوؤں کی مذہبی کتاب) کا کوئی پاٹھ (سبق) یاد کرا رہے تھے جو دھرم کے معاملے میں تمہارا پارہ چڑھ رہا ہے۔"

"وہ اس مندر کی پجارن ہے۔" گردھر تلملا کر بولا۔ "میں پروہت ہوں ..... پر تُو کون ہے ہمارے معاملات میں ٹانگ اڑانے والا؟"

"میں بھی کالی کا سیوک ہوں گردھر مہاراج!" میں نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "ساری پجارنیں تم ہڑپ کر جاؤ گے تو ہم بھگتوں کے لئے کیا بچے گا؟"

"تُو شاید سیدھی طرح نہیں مانے گا۔" اس نے پینترا بدل کر کہا پھر کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میں خود کو سنبھال نہ سکا' لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا' گردھر کو شاید یہی احساس ہوا ہو گا کہ میں اس کے مقابلے میں کمزور ہوں' اس نے پھر سرسراتے لہجے میں مجھے وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

میں نے خود کو سنبھالنے میں دیر نہیں کی' میں کوئی مناسب جواب دینا چاہتا تھا کہ سیتارام دروازے پر نمودار ہوا' مندر کا بڑا پجاری اس کے ہمراہ نہیں تھا' وہ شاید پنڈت پجاریوں کو اس طرف آنے سے روکنے کی خاطر چلا گیا تھا۔

"سیتارام!" گردھر سیتارام کو دیکھتے ہی بڑے سرد لہجے میں بولا۔ "اپنے چھوکرے کو باندھ کر رکھو' اسے سمجھانے کی کوشش کرو کہ مندر کے پروہت کی شکتی کیا ہوتی ہے۔"

"بات کیا ہے؟" سیتارام نے حالات کو سنبھالنے کی خاطر بات بنانے کی کوشش کی' شاید اسے بھی مندر کے تقدس کا خیال آ گیا تھا ورنہ میں اس کی ماورائی قوتوں کے ٹانک دیکھ چکا تھا۔

"بات کچھ بھی ہو' تم اپنے بچھڑے کے گلے میں پٹہ ڈال کر پالو ورنہ کسی دن....."

"نہیں گردھر جی! یہ بات ٹھیک نہیں۔" میں نے سیتارام کو درمیان میں آنے سے روکنے کی خاطر گردھر کو مخاطب کیا۔ "بات ہمارے تمہارے بیچ ہے' گرو کو درمیان میں مت لاؤ۔ آپس میں کچھ لے دے کر فیصلہ کر لو' اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

"تُو ..... تُو چاہتا کیا ہے؟" گردھر آپے سے باہر ہونے لگا' کنول کشور کھڑا دانت پیستا رہا۔

"ایک چھوٹی سی بنتی ہے پروہت مہاراج!" میں زہرخند سے بولا۔ "تم پجارن گنگا کے چرن چھو کر دو شبدوں میں معافی مانگ لو' میں بھی تمہیں شما کر دوں گا۔"

"رتن کمار! تُو باہر جا' میں گردھر سے بات کرتا ہوں۔" سیتارام نے کسی مصلحت کے پیش نظر مجھے وہاں سے ہٹانا چاہا' مگر میں کچھ اور ٹھان چکا تھا۔

"گرو! تم اس معاملے سے دور ہی رہو تو تمہاری بڑی کرپا ہو گی۔" میں نے فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔ سیتارام میری بات سن کر کسمسانے لگا۔

"رام رام ..... رام رام۔" گردھر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "میں پروہت ہو کر کسی پجارن کے چرنوں کو ہاتھ لگاؤں۔ سیتارام! اپنے سیوک کو سمجھانے کی کوشش کرو ورنہ بات بگڑ بھی سکتی ہے۔"

"گرو اب درمیان میں نہیں بولے گا۔" میں نے براہ راست گردھر سے کہا۔ "میں تمہیں کیول دو منٹ کی مہلت اور دے رہا ہوں' میری آگیا کا پالن کر لو تو تمہارے دھرم کا بھرم بچ جائے گا ورنہ....."

گردھر پھر بھڑک اٹھا' اس نے تیزی سے دوسرا وار کیا' آگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے میری جانب لپکے لیکن میرے جسم سے ٹکرا کر ٹھنڈے پڑ گئے' مجھے تعجب ہوا' میں نے ابھی تک اپنے گرد منڈل نہیں کھینچا تھا — پھر آگ کے شعلے بے اثر کیوں ہو گئے؟ کیا جوگی سیتارام نے میرے منع کرنے کے باوجود کوئی مداخلت کی تھی؟ — میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا تو میرے تیور خطرناک ہونے لگے' اسی لمحے درگا کی مانوس آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

"رتن کمار! تم نے وشنو مہاراج کے لئے جو جاپ کیا ہے آج اس کی پریکشا (امتحان) کا دن ہے' میرا آشیرباد تمہارے ساتھ ہے' پروہت کو ایسا سراپ دو کہ سارا جیون اپنے کئے پر پچھتاتا رہے۔"

"دیوی!" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔ "میں اپنے امتحان میں اوش کامیاب ہوں گا۔" میں نے من ہی من میں کہا۔ "گردھر کو اپاہج کر کے سڑکوں پر بھیک مانگنے پر مجبور کر دوں گا تاکہ دوسروں کو بھی اس کے انجام سے عبرت حاصل ہو۔"

"جوش میں آ کر ہوش مت کھو بیٹھنا۔" اس کی مترنم آواز دوبارہ ابھری۔ "یہ بات بھی دھیان میں رکھنا کہ مندر کے پجاریوں کی بڑی تعداد پروہت کے گن گاتی ہے۔ کوئی ایسا راستہ اختیار کرو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"پھر تُو ہی مجھے بتا دیوی کہ میں اس پاپی کے ساتھ کیا برتاؤ کروں؟" میں نے پوچھا۔

"میری بات دھیان سے سنو رتن کمار! بھگوان نے تمہیں دس انگلیاں دی ہیں' دیوتاؤں نے ان انگلیوں میں اپنی شکتی بھر دی ہے۔ تم وشنو مہاراج کا نام لے کر جو انگلی بھی اٹھاؤ گے وہ تمہارے من کی آشا پوری کر دے گی۔"

میں درگا کی بات سمجھ گیا' وہ مجھے میری لازوال طاقت کا احساس دلا رہی تھی' میری رہنمائی کر رہی تھی' اس کا آشیرباد میرے ساتھ تھا' میں نے سیتارام پر ایک نظر ڈالی پھر گردھر کو گھور کر بولا۔

"گردھر! تم اپنے ایک دو منتر کا انجام دیکھ چکے ہو' من چاہے تو تھوڑی اچھل کود اور کر لو لیکن آج ہو گا وہی جو میں نے سوچ رکھا ہے' آج کے بعد تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے ..... سن رہے ہو؟ گرو کا یہ بچھڑا تم سے کیا کہہ رہا ہے؟"

گنگا ایک کونے میں سہمی کھڑی تھی' کنول کشور بھی پیچ و تاب کھا رہا تھا' سیتارام کسی گہری سوچ میں غرق تھا' شاید وہ پھر اکیس دنوں کے الٹ پھیر کا حساب لگا رہا تھا' ممکن ہے اس کی شیطانی آنکھوں نے میری قوت کا اندازہ لگا لیا ہو۔ گردھر کی کیفیت آپے سے باہر ہو رہی تھی' ایک خوبصورت ہرنی اس کے جال میں پھنسنے کے بعد نکلی جا رہی تھی' میں نے اس کے منہ سے ترنوالہ چھین لیا تھا' میرا جملہ سن کر وہ پاگل ہو گیا۔

"تُو....." وہ منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بولا۔ "کل کے چھوکرے' تُو گردھر سے پنجہ لڑائے گا؟"

گردھر نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی ایک اور بھرپور وار کیا' چاروں طرف بجلیاں کڑکڑاتی ہوئی میری طرف لپکیں' سیتارام بھی اس حملے سے بوکھلا کر اچھل کر ایک قدم پیچھے ہو گیا تھا' میں نے درگا کی بات آزمانے کی خاطر الٹے ہاتھ کی ایک انگلی فضا میں بلند کر دی' کڑکڑاتی بجلیاں پلٹ کر گردھر پر واپس لوٹنے لگیں' وہ اچھل کر خود کو بچا گیا پھر پلٹ کر وار کرنے میں بھی اس نے حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ الٹا پاؤں اٹھا کر فرش پر زور سے مارا تو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی' زمین میں جس جگہ میں کھڑا تھا

aazzamm@yahoo.com

وہاں خاصہ بڑا گڑھا بن گیا تھا۔ مجھے اس میں گر جانا چاہئے تھا مگر میں بدستور ہوا میں معلق اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ سیتارام کی آنکھیں پھٹنے لگیں' گردھر کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑنے لگیں' شاید وہ بھی اپنے ترکش کا سب سے مؤثر تیر استعمال کر چکا تھا۔

"گردھر مہاراج!" میں نے درگا کا نام لے کر کہا۔ "من میں کوئی اور اِچھا (خواہش) باقی رہ گئی ہو تو وہ بھی پوری کر لو' اس کے بعد جو کچھ ہو گا وہ تمہارے پُرکھوں کی آتماؤں کی سمجھ میں نہیں آ سکے گا۔"

"دیر مت کرو رتن کمار!" درگا کی آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔ "سے بیت رہا ہے' جو کچھ کرنا ہے ترنت (جلدی) کر ڈالو۔"

گردھر مجھے پھٹی پھٹی نظروں سے گھور رہا تھا' میں نے درگا کی بات سن کر ایک آخری فیصلہ کر لیا۔

"میں تم جیسے پاپی کو مار کر اپنے ہاتھ گندے نہیں کروں گا۔" میں نے وشنو مہاراج کا نام لے کر دل کی بات زبان سے ادا کرنی شروع۔ "آج تم خود اپنی گندی زبان سے مندر کے چبوترے پر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر اپنے کرتوتوں کا اقرار کرو گے۔ پجارنیں اور داسیاں تمہارے اوپر تھوکیں گی' تمہارے سارے نام لیوا پنڈت پجاری بھی آج تمہارے دشمن بن جائیں گے' ان ہی کے ہاتھوں تمہارا کریاکرم ہو گا۔ گھبراؤ نہیں ..... تم مر کر شمشان گھاٹ نہیں جاؤ گے' تمہاری چتا کو آگ بھی نہیں دکھائی جائے گی۔ تمہارے چیلے چاپڑ تمہاری ایسی درگت بنائیں گے کہ تم اپنے چرنوں پر خود اپنا بوجھ بھی نہیں سہار سکو گے۔ سارا جیون سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر ایڑیاں رگڑتے پھرو گے۔ ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلاؤ گے لیکن کوئی تمہیں بھکشا بھی نہیں دے گا۔" میری آواز تیز ہوتی گئی۔ میں نے سیدھے ہاتھ کی ساری انگلیاں گردھر کی طرف کر کے اسے حکم دیا۔ "میری آگیا کا پالن کرو' مندر کے چبوترے پر جا کر چلا چلا کر اپنے سارے کالے کرتوتوں کا اقرار کرو ..... یہ رتن کمار کا حکم ہے۔"

پھر وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔ گردھر دیوانوں کی طرح چیختا چلاتا باہر کی طرف بھاگا' سوئے ہوئے تمام پنڈت اور پجاری بھاگ اٹھے' پجارنیں اور دیوداسیاں بھی مندر کے چبوترے پر جمع ہونے لگیں' جہاں گردھر بلند آواز میں پاگلوں کی طرح حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہا تھا۔ جو پجارنیں اس کے ہاتھوں لٹ چکی تھیں وہ آپے سے

باہر ہو کر اس پر ٹوٹ پڑیں' پجارنوں کی دیکھا دیکھی نوجوان پجاریوں کی ایک ٹولی بھی گردھر پر لاٹھیاں برسانے لگی۔ مندر کا بڑا پجاری اور دوسرے پنڈت پجاری دور کھڑے پروہت کے انجام پر حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ سب کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔

کنول کشور اور گنگا موقع پا کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا کر دبک گئے تھے' میں ایک طرف خاموش کھڑا درگا کے تصور میں گم تھا جب جوگی سیتارام نے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام کر مدھم مگر ٹھوس لہجے میں کہا۔

"بالک! جو کچھ ہو رہا ہے اس پر مجھے وشواس نہیں آ رہا ..... تُو نے یہ کھیل تماشے کب اور کہاں سے سیکھ لئے؟"

"سب کالی کی مہربانی اور تمہاری کرپا کا نتیجہ ہے گرو دیو!" میں نے انکساری سے جواب دیا۔ جوگی سیتارام کی بات سن کر میرا سینہ فخر سے تن گیا تھا۔

☆------☆------☆

پروہت کا انجام بھیانک ہی ہوا۔ مشتعل نوجوان پجاریوں نے اس کی ہڈی پسلی توڑ کر مندر سے باہر پھینک دیا' پجارنوں اور دیوداسیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن بڑا پجاری اور بڑی عمر کے پنڈت اس حادثے پر خوش نہیں تھے' وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے۔ شاید وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے' مندر کا تقدس اس طرح پامال کیا جاتا۔

جوگی سیتارام کی نظریں بھی میرے وجود پر مچل رہی تھیں' وہ بھی میری قوت کا تماشہ دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ میں نے جب کہا تھا کہ وہ کسی ایسی شے کو حاصل کرنے کے چکر میں ہے جو میرے سوا کوئی اور نہیں حاصل کر سکا' اس مقصد کے پیش نظر سیتارام نے مجھے اپنے چنگل میں پھانسا تھا' کالی کا جاپ کرنے کا مشورہ بھی اسی نے دیا تھا لیکن اب میری جنونی حالت اور گردھر کا انجام دیکھ کر وہ بھی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور تشویش کی ملی جلی کیفیت رنگ بدل رہی تھی۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو میری بھی وہی کیفیت ہوتی۔ وہ مجھ پر اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے ہاتھوں سے نکلتا دیکھ کر اسے یقیناً خوشی نہیں ہوئی تھی' اس نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ اگر میں تحکمانہ لہجے میں اسے اپنے اور پروہت کے درمیان آنے سے روک سکتا تھا تو کل کسی موقع پر اس کا حکم ماننے سے انکار بھی کر سکتا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

مندر کا بڑا پجاری بار بار پہلو بدل رہا تھا' مندر کے نظم و نسق اور وقار کو قائم رکھنا اس کی ذمہ داری تھی۔ گردھر کا انجام دیکھ کر اس کے اندر بھی کھد بد ہونی لازمی تھی۔ رات کسی نہ کسی طرح گزر گئی' سب ہی اپنی اپنی جگہ غور و فکر میں مبتلا تھے لیکن مجھے کسی بات کی فکر نہیں تھی' میں نے جو کچھ کیا تھا اس میں درگا کی مرضی کو بھی دخل تھا۔ وہ اس حقیقت سے ناواقف تھے اس لئے تفکرات کا شکار ہو رہے تھے۔ میں لمبی تان کر سو گیا۔

دوسری صبح میں اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا جب سب سے پہلے کنول کشور مجھ سے ملنے آیا' وہ کچھ پریشان لگ رہا تھا۔ میں نے سبب دریافت کرنے کی کوشش کی تو وہ دبی زبان میں بولا۔ "بڑے پجاری نے حکم دیا ہے کہ میں دو گھنٹے کے اندر اپنا بوریا بستر باندھ کر مندر کی حدود سے باہر چلا جاؤں۔"

"کوئی وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا خیال ہے کہ تمام حالات کا ذمہ دار میں ہوں۔" کنول کشور نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔ "کچھ بڑی عمر کے پنڈتوں نے پجارن گنگا کو بھی سخت سُست کہا ہے اور آئندہ زبان بند رکھنے کی تاکید کی ہے' وہ بھی پریشان ہے۔"

"پھر..... تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مجھے بہرحال بڑے پجاری کا حکم ماننا پڑے گا لیکن شاید گنگا میرے ساتھ نہ جا سکے۔"

"کیوں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"اسے مندر سے باہر قدم نکالنے کو بڑی سختی سے منع کیا گیا ہے۔" کنول کشور نے بجھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "مندر کی انتظامیہ کا خیال ہے کہ اگر گنگا نے باہر جا کر اندر کا حال سنایا تو مندر کی بدنامی ہو گی۔"

مجھے ہنسی آ گئی' پروہت گردھر اور اس کے جالی موالی جو کچھ کر رہے تھے اس میں مندر کے کرتا دھرتاؤں کو کوئی اعتراض نہیں تھا' وہ گنگا کی زبان پر تالے ڈالنا چاہتے تھے۔ عجیب مضحکہ خیز بات تھی۔

"رتن کمار!" کنول کشور نے ایک لمحہ خاموشی کے بعد بڑے انکسار سے کہا۔ "تم نے کل رات میری خاطر جو کچھ کیا میں اس کا احسان تمام جیون یاد رکھوں گا' اب ایک آخری اپکار اور کر دو' کسی طرح گنگا کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دلوا دو۔"

"کیا گنگا اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ جانے کو آمادہ نہیں ہے؟"

"وہ تو تیار ہے لیکن بڑے پجاری کے حکم سے اس پر پہرہ لگا دیا گیا ہے۔" کنول کشور نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے اس سے ملنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔"

"تم اپنا سامان سمیٹ کر مندر کے باہر جا کر گنگا کا انتظار کرو۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں اسے نکالنے کا بھی کوئی راستہ تلاش کرتا ہوں۔"

کنول کشور نے مجھے تشکرانہ نظروں سے دیکھا پھر نظریں جھکا کر باہر نکل گیا۔ شیر کو ایک بار خون کا مزہ آ جائے تو پھر وہ خون کی خوشبو سونگھ کر ہی دیوانہ ہونے لگتا ہے۔ میری بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی۔ میں نے طے کر لیا کہ پجارن گنگا کی مدد بھی ضرور کروں گا' میں جانتا تھا کہ مندر کے اندر جو کھیل کھیلا جا رہا تھا وہ وقتی طور پر بند ہو گیا لیکن یہ سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے چلے جانے کے بعد حالات پھر پرانی ڈگر اختیار کر لیتے۔ گنگا میری وجہ سے گردھر کے ہاتھوں بچ گئی تھی لیکن اور بھی کئی گھاگ قسم کے پجاری اور پنڈت اپنے دانت تیز کر رہے ہوں گے۔ میرے جاتے ہی کوئی اسے بھی بھنبھوڑ ڈالتا' میں ان ہی خیالوں میں گم تھا جب جوگی سیتارام میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات مسلط تھے۔

"رتن کمار! تم چل کر ناشتہ پانی کر لو' اس کے بعد ہمیں بنارس چھوڑ کر کسی اور طرف نکلنا ہے۔"

"گرو تم مجھ سے ناراض ہو؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دبی زبان میں پوچھا۔

"تم نے گردھر کے سلسلے میں جو کچھ کیا وہ اچھا نہیں کیا۔" وہ کسمسا کر بولا۔ "دوسرے پنڈت پجاری میری وجہ سے زبان بند کئے ہیں لیکن پروہت کے ساتھ جو ہوا ہو اس پر خوش نہیں ہیں۔"

"اگر یہ بات تھی تو وہ اپنی شکتی کے زور سے اسے بچا لیتے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "انہیں کس نے روک رکھا تھا؟"

"تم ابھی جوان ہو رتن کمار!" سیتارام بل کھا کر بولا۔ "یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

"تم تو گرو ہو..... تم سمجھا دو۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔

"گند میں پتھر اچھالنے سے وہ ختم نہیں ہو جاتی' اس کے چھینٹے اور پھیل جاتے

aazzamm@yahoo.com

ہیں۔" سیتارام نے کہا۔ "میں نے تمہیں سمجھایا بھی تھا کہ دھرم کرم اور پاپ پُن کی گتھیوں میں الجھنے کی بھول کبھی نہ کرنا۔ اب بھی یہی کہوں گا کہ کیول اپنے کام سے کام رکھا کرو' دوسروں کے معاملات میں ٹانگ پھیلانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ایک بات پوچھوں گرو!"

"پوچھو۔"

"تم نے میرے جیون کے معاملات میں ٹانگ پھنسانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟"

سیتارام نے چونک کر مجھے تیز نظروں سے گھورا' اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا' جواب بن نہ پڑا تو تلملا کر بولا۔

"رتن کمار! کل رات میں کچھ سوچ بچار کر کے تمہارے راستے میں نہیں آیا تھا پرنتو ایک بات کان کھول کر سن لو۔ گرو ہمیشہ گرو ہی رہتا تم ابھی بالک ہو' بالک ہی رہو۔ زیادہ بڑا بننے کی کوشش کرو گے تو نقصان بھی اٹھا سکتے ہو۔" اس کے لہجے میں دھمکی تھی۔

"کالی کا جاپ کرنے کا مشورہ تم ہی نے دیا تھا گرو دیو!" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "میں تو سیدھے راستے پر چل رہا تھا۔"

"بات کالی کی نہیں' پجارن گنگا کی ہو رہی ہے۔" جوگی جھلا گیا۔ "تمہیں اس کے اور پروہت کے چکروں میں الجھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"سنا ہے پنڈت پجاریوں کے اکسانے پر بڑے پجاری نے کنول کشور کو مندر سے نکل جانے کا حکم دیا ہے؟"

"ہاں ..... یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔" سیتارام نے تیز آواز میں کہا۔

"گنگا کا بھی ایک ذاتی معاملہ ہے۔" میں مطلب کی بات زبان پر لے آیا۔ "وہ بھی اب مندر سے جانا چاہتی ہے' اسے خطرہ ہے کہ یہاں رہی تو گردھر کے ساتھی اس کے سندر شریر کو روندتے رہیں گے۔"

"رتن کمار!" سیتارام کی پیشانی شکن آلود ہونے لگی۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت تیزی سے پنکھ پھیلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"گنگا کے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا' جو ہو رہا ہے کیا تم اسے انیائے (ناانصافی) نہیں کہو

گے؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"نیائے کرنے کے لئے یہاں بڑے پجاری کے علاوہ دوسرے پنڈت پجاری بھی موجود ہیں۔ تم ایک پجارن کے لئے اتنے بیاکل کیوں ہو رہے؟"

"میں چاہتا ہوں گرو دیو کہ اسے بھی کنول کشور کے ساتھ جانے کی اجازت مل جائے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"نہیں ..... گنگا کو جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"کیا تمہاری بھی یہی مرضی ہے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں' بڑے پجاری نے جو فیصلہ کیا ہے اس میں میری رائے بھی شامل ہے۔" جوگی سیتارام نے قدرے سرد لہجے میں کہا۔

میں نے سیتارام کو ایک نظر غور سے دیکھا پھر خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا لیکن میں نے دل ہی دل میں وشنو مہاراج کا نام لے کر گنگا کے فرار کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔

بڑے پجاری کے کمرے میں کئی اور موٹے تازے پنڈت بھی آسن جمائے بیٹھے تھے۔ میں سیتارام کے ساتھ اندر داخل ہوا تو سب ہی نظریں میری جانب اٹھ گئیں۔ ان کی نگاہوں میں میرے خلاف نفرت کے جذبے مچل رہے تھے۔ میں نے کسی پر توجہ نہیں دی' سیتارام کے ساتھ آلتی پالتی مار کر دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ بڑے پجاری نے اشارہ کیا تو ناشتہ شروع ہو گیا۔ میں نے لمبے لمبے ہاتھ چلانے شروع کر دیئے۔ رات پروہت کے ساتھ جو کچھ ہو چکا تھا اس کے اثرات ابھی تک سب کے چہروں پر کپکپا رہے تھے' میں اطمینان سے حلوہ پوری کھانے میں مشغول تھا جب ایک پجاری بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔

"مہاراج!" اس نے بڑے پجاری کو مخاطب کیا۔ "میں پجارن گنگا کے بارے میں ایک خبر لایا ہوں۔"

"کیا ہوا گنگا کو؟" بڑے پجاری نے چونک کر پوچھا اس کے انداز میں نفرت زیادہ تھی۔

"وہ اب اپنے کمرے میں نہیں ہے۔" پجاری نے مردہ آواز میں جواب دیا۔

"نہیں ہے کیا مطلب؟"

"ہم چار پجاری اس کے کمرے کی نگرانی کر رہے تھے مہاراج!" پجاری نے بدستور

aazzamm@yahoo.com

سنجیدگی سے کہا۔ "ہم نے اسے اپنے ہاتھوں سے کمرے میں بند کیا تھا' باہر سے کنڈا بھی لگا دیا تھا لیکن....." وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" ایک بوڑھے پنڈت نے تیزی سے پوچھا۔

"کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔" پجاری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "سبھی کو اچنبھا ہوا پھر ہم نے اندر جا کر دیکھا تو گنگا کہیں بھی نہیں تھی۔"

"کیا اسے دھرتی نگل گئی یا آکاش کھا گیا۔" پنڈت نے اتنا گرجدار لہجہ اختیار کیا کہ خبر لانے والا پجاری خوف سے تھرتھرانے لگا' باقی سب کی نظریں بھی پجاری کے بیان کی تصدیق کی خاطر اس کے چہرے پر جم گئیں۔

جوگی سیتارام نے مجھے کنکھیوں سے دیکھا' میں نظریں جھکائے ناشتے میں مشغول رہا' مجھے خوشی تھی کہ وہی ہوا جو میں نے دل میں سوچا تھا۔

"جو بھی ہو رہا ہے وہ اچھا نہیں ہو رہا۔" بڑے پجاری نے پہلو بدل کر معنی خیز لہجے میں کہا۔ اس کا اشارہ میری ہی طرف تھا۔ "کل رات کو گردھر کی کھاٹ کھڑی ہو گئی اور آج گنگا بند کمرے سے غائب ہو گئی' ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔"

"ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔" ایک ادھیڑ عمر کے پجاری نے دبی زبان میں کہا۔ "اس طرح تو مندر کی پوترتا کا بھرم خاک میں مل جائے گا۔"

"ہاں....." جس پنڈت نے گنگا کی گمشدگی کی خبر لانے والے پجاری کو گرجدار آواز میں مخاطب کیا تھا' میری طرف قدرے ناگوار انداز میں دیکھ کر بولا۔ "ہم کالی کے سیوک ہیں' اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش تو نہیں بیٹھ سکتے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے جوگی مہاراج!" بڑے پجاری نے براہ راست سیتارام سے دریافت کیا۔ "کیا ہماری خاموشی کالی کی ناراضگی کا کارن بن جائے گی؟ اس نے کوئی سراپ دیا تو ہم سب کو بھوگنا ہو گا جبکہ غلطی ہم سب کی نہیں ہے۔"

"دیوی کا سراپ جس کو ملنا تھا مل چکا۔" سیتارام کے کچھ کہنے سے پیشتر میں بول پڑا۔ "گردھر کے پاپ کی سزا اسے دی جا چکی ہے۔ اس شبھ کام کو بھی کالی کے سیوکوں ہی نے انجام دیا ہے۔"

"تم گنگا کے بارے میں کیا کہو گے؟" بوڑھے پنڈت نے مجھے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "وہ بند کمرے سے کس طرح چھو منتر ہو گئی؟"

"یہ بھی دیوی کا چمتکار ہو گا۔" میں نے پنڈت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "شاید اس کی مہان شکتی نے محسوس کر لیا ہو کہ گردھر کے بچے کھچے ساتھی اس کی پوترتا کو پامال کرنے کے سپنے دیکھ رہے ہوں گے' اسی کارن کالی نے اسے اپنی شرن میں لے لیا ہو۔"

سیتارام نے درمیان میں بول کر مجھے خاموش کرانے کی کوشش کی تھی لیکن اسی وقت سیوکوں نے آ کر چائے کے برتن پروسنے شروع کر دیئے اس لئے بات آئی گئی ہو گئی۔ میں بدستور لاپرواہی سے جما بیٹھا رہا لیکن سیتارام کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔

ناشتے کے بعد ہم کالی کے مندر سے رخصت ہوئے تو سیتارام بظاہر خوش نظر آ رہا تھا لیکن وہ اندر ہی اندر جھلس رہا تھا۔ بڑے پجاری اور دوسرے پنڈت پجاریوں نے بھی ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی' میں سمجھ رہا تھا کہ ہمارے جانے سے انہوں نے سکون کا سانس لیا ہو گا۔ گردھر کا عبرتناک انجام ان کے لئے قابل قبول نہیں تھا پھر گنگا کے غائب ہو جانے کی اطلاع نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا' وہ بھی اندر ہی اندر تلملا رہے تھے۔ مجھے خوشی تھی کہ میں دونوں معاملات میں کامیاب ہوا تھا۔ درگا کا آشیرباد میرے ساتھ تھا' وشنو مہاراج کے جاپ نے مجھے وہ طاقت بخش دی تھی جو بڑے بڑے پنڈت پجاریوں کو بھی مشکل سے نصیب ہوتی تھی۔ درگا نے مجھے احساس دلایا تھا کہ میرے ہاتھ کی دسوں انگلیاں دیوی دیوتاؤں کی مہان شکتیوں سے لیس ہیں' وہ میری ہر خواہش کی تکمیل کر سکتی تھیں۔

میں اپنی طاقت کا امتحان لے چکا تھا' مجھے صد فیصد کامیابی ہوئی تھی۔ گردھر کی جو درگت بنی تھی آپ اسے اس کے پاپوں اور کالے کرتوتوں کی سزا بھی کہہ سکتے ہیں۔ کسی دھرم کے نام لیوا کا ایک نوجوان پجارن کے ساتھ مندر کے ایک کمرے میں تنہا پکڑا جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ گردھر کے اپنے ساتھی بھی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس میں بہت سارے عوامل شامل ہو سکتے تھے' کئی وجوہات تھیں لیکن پجارن گنگا کا بند کمرے سے چار چار پجاریوں کی نگرانی کے باوجود غائب ہو جانا کوئی شعبدے بازی نہیں تھی۔ اس کے فرار میں کسی دیوی یا دیوتا کی مہان شکتی کا دخل ضرور ہو گا۔ میں نے وشنو مہاراج کے لئے اکیس دنوں کا جو جاپ کیا تھا اس میں درگا کی مرضی بھی شامل تھی۔ یہ

aazzamm@yahoo.com

بھی ہو سکتا تھا کہ میرے جنتر منتر کے بیروں نے دروازہ کھول دیا۔ نگرانی پر معمور پجاریوں کے سامنے پردہ تان دیا ہو اور گنگا ان کے سامنے سے کولھے مٹکاتی نکل گئی ہو۔ شیطانی قوتیں کچھ بھی کر سکتی تھیں' میں جوگی سیتارام کی ماورائی طاقتوں کا مشاہدہ بھی کر چکا تھا۔ میں نے صرف پھریری لی تھی اور لوہے کی ہتھکڑی اور بیڑیاں کڑکڑا کر ٹوٹ گئی تھیں۔ سب ششدر رہ گئے تھے' پولیس کی نفری نے میرے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے' گنگا کے فرار کے سلسلے میں بھی کچھ ایسی ہی نادیدہ قوتوں کا عمل دخل رہا ہو گا۔

جوگی سیتارام کو بھی یہی تشویش لاحق ہو گی کہ اب میں اس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا' اس نے میرے اوپر جو جال ڈالے تھے ان کی گرہیں ٹوٹنے لگی تھیں' میں نے ابھی تک کھل کر اس کے مقابلے پر آنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ بچہ نہیں تھا جو حالات کی روشنی میں کوئی نتیجہ نہ اخذ کر سکتا۔ مہادیو کے کہنے کے مطابق وہ میرے ذریعے کوئی ایسی قیمتی شے حاصل کرنے کے چکر میں تھا جو میرے سوا کوئی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ میں سیتارام کے ہاتھ سے نکل جاتا تو اس کے سارے خواب ادھورے رہ جاتے' سب محنت اکارت ہو جاتی' اس کے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔ وہ بڑا پرانا پاپی تھا' اس نے بھی دیوی دیوتاؤں کے لئے یقیناً بہت سارے جاپ کر رکھے ہوں گے' بڑے بڑے پجاری محض یوں ہی اس کی آؤ بھگت نہیں کرتے ہوں گے۔ اس نے بہت سوچ بچار کے بعد میرا انتخاب کیا ہو گا' سازشوں کے جال بچھائے ہوں گے۔ کچھ باتیں میرے علم میں آ چکی تھیں' کچھ ابھی تک اندھیرے میں ہوں گی۔ اس نے کسی عیار اور مکار مکڑی کی طرح میرے چاروں طرف جالا بنا تھا پھر جب میری ساری قوت مدافعت کمزور پڑ گئی تو اس نے زہریلے پنجے میرے جسم میں گاڑ دیئے تھے' میں اس کے اشاروں پر چلنے کو مجبور ہو گیا تھا۔

سب سے پہلے اس نے مجھ پر جھرنا کے حسین جسم کا سنہری جال پھینکا تھا' میں نے بچنے کی کوشش کی لیکن حالات نے گناہ کے راستے پر چلنے پر مجبور کر دیا۔ پھر میری ملازمت ہاتھ سے نکل گئی' مجھے جیل کی سزا بھگتنی پڑی' مجھ پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ میں بے گناہ تھا اور گنہگار مجھے سزا دے رہے تھے۔ رحیم الدین نے بھی وقت سے فائدہ اٹھا کر دو کانٹے اپنے راستے سے نکال دیئے' تجمل بخاری کو اس کے اعمال کی سزا ملی' وہ حادثاتی موت مارا گیا' میں گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح ظلم کی چکی میں پستا رہا۔ جوگی سیتارام پس پردہ بیٹھا ڈوریاں ہلا رہا تھا' اس کی شیطانی قوتیں ہمیں کٹھ پتلیوں کی طرح نچاتی رہیں پھر وہ

سامنے آ گیا۔ میرا اعتماد حاصل کرنے کی خاطر اس نے رحیم الدین کو ٹھکانے لگوا دیا' اس کی بے گناہ بیٹی کو میری ہوس کا نشانہ بنوا دیا۔ اس کی ماورائی قوتوں نے مجھے کسی خطرناک آکٹوپس کی طرح بیچ منجدھار میں جکڑ رکھا تھا' میں اس کے اشاروں پر چلتا رہا۔

مہادیو سے متھرا میں ملاقات نہ ہوتی تو شاید میں آخری وقت تک جوگی سیتارام کے خطرناک کھیل کا مقصد نہ سمجھ پاتا' اندھیروں میں بھٹکتا رہتا لیکن اب حالات مختلف تھے۔ مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میں ستیارام کے مقابلے میں زیادہ قوتوں کا مالک بن جاؤں گا لیکن کالی کا جاپ کرتے وقت وہ درگا کی شکل میں میرے اوپر مہربان ہو گئی' اس نے مجھے وشنو مہاراج کا اکیس دن والا جاپ کرنے کا مشورہ دیا تھا' یہ بھی کہا تھا کہ اس جاپ کا علم سیتارام کو نہ ہونے پائے اور اس بات کی تاکید بھی تھی کہ میں اپنی طاقت کو اس انداز میں سیتارام کے خلاف کبھی استعمال نہیں کروں گا کہ وہ موت سے ہمکنار ہو جائے۔ اس نے کھلے الفاظ میں مجھے باور کرایا تھا کہ سیتارام اس کے پرانے سیوکوں میں سے ہے۔

اس وقت وہی پُراسرار جوگی سیتارام اپنے خیالوں میں مستغرق تھا۔ اس کے ذہن میں متعدد پریشان کن خیال گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔ ہمالیہ کی برفانی پہاڑیوں کی گپھا میں اکیس دنوں کا حساب اسے الجھا رہا ہو گا۔ درگا نے میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید وہ اصلیت کی تہہ تک پہنچ جاتا' اس نے بنارس کے مندر میں گردھر کی عبرتناک حالت دیکھ کر بھی میرے بارے میں ضرور غور کیا ہو گا۔ گنگا پجارن کے غائب ہو جانے کے پُراسرار واقعہ کو بھی میری ذات سے نتھی کرنے میں اسے کوئی مشکل درپیش نہیں آئی ہو گی۔ سب ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں تھیں اس کے علاوہ میں نے واشگاف لفظوں میں جوگی سیتارام کو گردھر کے معاملے میں درمیان میں نہ آنے کی جو تاکید کی تھی اس نے بھی مہان جوگی کے کان ضرور کھڑے کئے ہوں گے۔ اس نے کئی موقعوں پر مجھے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن میرا ردعمل جارحانہ دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔

میں یہ بھی جانتا تھا کہ ہاتھی کی قیمت مرنے کے بعد بھی سوا لاکھ ہوتی ہے۔ سیتارام میرا گرو تھا' اس نے مجھے ایک دو گُر سکھائے تھے تو اس کے دو چار توڑ پہلے ہی سے ضرور سوچ لئے ہوں گے۔ وہ گھاگ آدمی تھا' اس نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہوں گی۔ استادوں والا ایک آخری داؤ ضرور چھپا کر رکھا ہو گا جو آخری موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ تجربہ کار شکاری اپنے مقابلے میں تین چار گنا زیادہ طاقتور مچھلیوں کو بے بس کرنے کی خاطر شروع

aazzamm@yahoo.com

شروع میں ڈھیل دیتے رہتے ہیں پھر اس وقت ڈور کھینچنا شروع کرتے ہیں جب مچھلی تھک کر نڈھال ہو جاتی ہے۔

سیتارام بھی خاموش تھا تو اس کے شیطانی ذہن میں مختلف خطرناک جال اور شکنجے تشکیل پا رہے ہوں گے' وہ یقیناً غور کر رہا ہو گا کہ کس وقت کون سا جال میرے لئے زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے بڑے پاپڑ بیلنے کے بعد مجھے تلاش کیا ہو گا' پرانا پاپی تھا' تجربے کار کھلاڑی تھا' ہواؤں کا رخ پہچانتا تھا۔ اتنی آسانی سے میرے مقابلے میں اپنی ہار نہیں تسلیم کر سکتا تھا' خاص طور سے ایسی صورت میں جب درگا نے مجھ پر یہ پابندی بھی عائد کر دی تھی کہ میں اسے کوئی خطرناک سزا دینے کی کوشش کبھی نہیں کروں گا۔

ہم دونوں ہی اپنے اپنے خیالوں میں محو تھے۔ میں پنڈت رام کشن اور اس شے کے بارے الجھ رہا تھا جس کے حصول کی خاطر سیتارام نے میرے گرد نہ جانے کب سے سازشوں کے جال بُننے شروع کر دیئے تھے اور سیتارام کی قوتیں بار بار میرے دل کا حال جاننے کی کوشش کر رہی ہوں گی' اسے ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہو گا۔ یہی مایوسی اس کے عزم کو اندر ہی اندر اور پختہ کر رہی ہو گی' وہ تنگ آ کر یقیناً کوئی ایسا مضبوط جال پھینکنے کی کوشش کرے گا جس کی رسیاں مَیں نہ تڑا سکوں۔

مندر سے اسٹیشن تک ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ اسٹیشن میں داخل ہونے کے بعد ہی مجھے اس بات کا خیال آیا تھا کہ سیتارام اب بنارس کو بھی خیرباد کہنے کی ٹھان چکا ہے۔

"اب کہاں کا ارادہ ہے گرو!" میں نے تنگ آ کر خاموشی کا قفل توڑ دیا۔

"الٰہ آباد۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"پنڈت رام کشن کی تلاش میں؟" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

"ہاں۔" سیتارام نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "ہمالیہ سے واپسی پر دونوں پجاریوں نے یہی کہا تھا کہ وہ اونچی ہواؤں میں اڑ رہا ہے۔ میرے خلاف منہ پھاڑ کر باتیں کر رہا ہے۔ بنارس میں مندر کے پجاری نے بھی مشورہ دیا تھا کہ میں اس کا دھیان من سے نکال دوں۔" اس نے یکلخت بڑے خطرناک لہجے میں کہا۔ "میں نے طے کر لیا ہے کہ پہلے اس کا کریاکرم کر کے نرکھ میں پہنچا دوں پھر کوئی دوسرا قدم اٹھاؤں گا۔"

"دوسرا قدم کیا ہو گا؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے تمہارے ذریعے اس انمول چیز کو حاصل کرنا ہو گا جو کیول تمہارے کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا۔" سیتارام کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ کھیلنے لگی' سرسراتے لہجے میں بولا۔ "متھرا میں مہاویر نے تمہیں یہی بات کہی تھی نا؟"

"ہاں....." میں ایک لمحہ کو چونکا پھر مسکرا کر بولا۔ "اس نے ایک مشورہ اور بھی دیا تھا' اس نے کہا تھا کہ میں پنڈت رام کشن سے پنجہ لڑانے کی بھول نہ کروں۔"

"تجھے اس کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" سیتارام نے کسی زہریلے ناگ کی مانند پھنکارتے ہوئے جواب دیا۔ "میں اس کا سر کچلنے کی شکتی رکھتا ہوں۔"

"گرو دیو!" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "کیا تم اب بھی مجھے اس انمول چیز کے بارے میں نہیں بتاؤ گے جس نے تمہیں پریشان کر رکھا ہے؟"

"رتن کمار!" سیتارام بل کھا کر بولا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تُو نے اب اپنے قد سے بڑی بڑی باتیں کرنی سیکھ لی ہیں۔"

"تمہاری کرپا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "تم میرے راستے میں نہ آتے تو شاید میری منزل کوئی اور ہوتی۔"

"کیول میری بات کیوں کر رہا ہے؟" وہ زہر میں بجھی آواز میں بولا۔ "تیرے پُرکھوں نے تیرے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ کیوں بھول رہا ہے؟"

"سیتارام!" میں اپنے بزرگوں کا حوالہ سن کر آپے سے باہر ہونے لگا۔ "تم مہان شکتی کے مالک ہو' کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میرے ماں باپ کی موت میں کس کا ہاتھ شامل تھا؟"

"وہ ڈاکو تھے' لٹیرے تھے' دھن لوٹنے آئے تھے' جو ہاتھ لگا اسے لے کر چمپت (غائب) ہو گئے۔ تیرے گلے میں پوتر کنٹھی (تسبیح) نہ ہوتی تو تُو بھی اپنے پریوار کے ساتھ مارا جاتا۔" سیتارام نے وہی بات کہی جو پہلے کہہ چکا تھا۔

"میں اگر مارا جاتا تو پھر وہ قیمتی شے کون حاصل کر سکتا تھا جس کے لئے تم نے مجھے چنا ہے؟" میں نے کسی خیال کے تحت سنجیدگی سے سوال کیا۔ "مہاویر نے یہ بھی کہا تھا کہ اس دھرتی پر کیول میرے سوا اس انمول رتن کو کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا۔"

"میں نے بھی تجھے یہی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ بھوش کا لکھا اوش پورا ہوتا ہے۔" اس کے مکروہ ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

aazzamm@yahoo.com

"کیا تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گے کہ وہ کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دھیرج بالک! دھیرج۔" سیتارام نے پھر مجھے ٹالنے کی کوشش کی۔ "اتنی جلدی کیا ہے' جب تُو جانتا ہے کہ تیرے سوا اس خزانے کو کوئی دوسرا منش حاصل نہیں کر سکتا تو پھر سمے کا انتظار کر لے' جب وہ تیرے ہاتھ لگے گی تو جی بھر کر دیکھ لینا۔"

"اور اس کے بعد کیا ہو گا؟" میں نے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"تُو اپنی من مانی کرنے کے لئے آزاد ہو گا۔" جوگی نے گول مول جواب دیا۔ "تُو چاہے تو اپنا راستہ الگ بھی کر سکتا ہے۔"

"اور وہ چیز؟"

"تُو جوگی سیتارام سے سمجھوتہ کر چکا ہے اس لئے اس چیز پر میرا ادھیکار ہو گا۔" سیتارام نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور اگر اُس وقت میں تمہاری بات ماننے سے انکار کر دوں تو؟"

"رتن کمار!" جوگی سیتارام کا چہرہ تمتمانے لگا' مٹھیاں بھینچ کر کرخت لہجے میں بولا۔ "اس بات کو اپنے من سے کھرچ کر نکال دے مورکھ کہ تُو جوگی سیتارام سے کبھی جل بازی (دغابازی) کر سکے گا' جس دن تیرے من میں کوئی کھوٹ آیا وہ تیرے جیون کا سب سے منحوس دن ثابت ہو گا۔"

سیتارام کی بات سن کر میرے تیور خطرناک ہو گئے' میری انگلیوں میں کھجلی شروع ہو گئی' میں نے سوچا — کیوں نہ سیتارام کو اپنے راستے سے ہمیشہ کے لئے ہٹا دوں' اس نے اگر میری زندگی برباد کر دی تھی تو پھر مجھے بھی اسے مارنے کا حق حاصل تھا — میں نے ابھی دل میں یہ سوچا ہی تھا کہ درگا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"سنبھلو رتن کمار! تم بہک رہے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں پچھتانا پڑے۔" درگا نے تنبیہہ کی۔ "میں چاہوں تو تمہاری ساری شکتی واپس لے کر تمہیں سیتارام کے چرنوں میں ڈال سکتی ہوں۔"

"نہیں دیوی نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں بھٹک گیا تھا۔"

"دوبارہ ایسی بھول کبھی نہ کرنا ورنہ ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ اس بار میں تمہیں شما کر رہی ہوں پرنتو دوسری بار اگر تمہارے من میں ہمارے سیوک کی طرف سے کوئی ایسا دھیان بھی آیا تو وشنو دیوتا کا سراپ تمہیں ایسا کشٹ دے گا کہ سارا جیون بھوگتے رہو

گے۔"

"اب ایسا کبھی نہیں ہو گا دیوی! میں تیری بات یاد رکھوں گا۔"

میرے اندر ٹوٹ پھوٹ شروع ہو گئی' میں کسی محل کی بھول بھلیوں میں قید کر دیا گیا تھا جہاں سے بظاہر نکاسی کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ درگا نے مجھے وشنو مہاراج کے جاپ کے لئے اکسایا تھا' اس وقت میرے ذہن میں یہی خیال آیا تھا کہ دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی ہے لیکن شاید وہ میری خوش فہمی تھی۔ یہ درست ہے کہ اس جاپ کو کرنے کے بعد میں ناقابل یقین' حیرت انگیز اور پُراسرار قوتوں کا مالک بن گیا تھا لیکن یہ تمام شیطانی قوتیں بھی مجھے جوگی سیتارام سے نجات نہیں دلا سکتی تھیں' مجھے ہر قیمت پر اس کی باتوں پر عمل کرنا لازم تھا۔

میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں' گھٹن کا احساس شدت اختیار کرنے لگا' جوگی سیتارام کے ہتک آمیز جملے میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر چکرا رہے تھے۔ اس نے بڑی حقارت سے میری توہین کی تھی' میری بے بسی کا مذاق اڑایا تھا' دھمکی دی تھی کہ میں اس کے سامنے سر اٹھانے کی غلطی نہ کروں۔ میں خون کے گھونٹ پی رہا تھا۔ وشنو مہاراج کے جاپ نے مجھے اس کے مقابلے میں زیادہ طاقتور بنا دیا تھا لیکن میں اس کے خلاف طاقت کا استعمال نہیں کر سکتا تھا ورنہ دیوی دیوتاؤں کا عتاب مجھے اذیتناک حالات سے دوچار کر دیتا۔ درگا نے یہی کہا تھا۔

"کہاں کھو گیا بالک!" سیتارام نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے قدرے نرم لہجہ اختیار کیا۔ "کیا ابھی تک گرو کو نیچا دکھانے کا کوئی راستہ تلاش کر رہا ہے؟"

"سیتارام!" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "تم نے ابھی کہا تھا کہ اگر تم اس چیز کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں اپنا راستہ الگ کر سکتا ہوں۔"

"ہاں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔ "میرے من کی مراد پوری ہو جائے پھر جدھر تیری مرضی ہو نکل جانا۔"

میں اندر ہی اندر تلملا کر رہ گیا۔ میں نے درگا کے مہربان ہونے کی جو بات سوچی تھی وہ محض میری خوش فہمی تھی' میں سیدھے راستے کا مسافر تھا۔ سیتارام نے اپنی عیاری اور چالاکی سے میری زندگی میں گناہوں کا زہر گھول دیا تھا' میں اس وقت تک اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا تھا جب تک وہ کامیاب نہ ہو جاتا' اس کے بعد بھی کوئی بات یقین سے

aazzamm@yahoo.com

نہیں کہی جا سکتی تھی۔

مجھے اپنا ماضی یاد آیا' اپنے والدین یاد آئے' دادا جان کا تصور ذہن میں کلبلایا' ان کی تسبیح کی کرامت نے ڈاکوؤں کو بھی اندھا کر دیا تھا' میں ان کی گولیوں کی زد پر تھا لیکن وہ مجھے نشانہ نہیں بنا سکتے تھے۔ دادا جان کے بارے میں میرے والدین کو یقین تھا کہ وہ مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت رکھتے تھے' انہوں نے شاید میرے والدین کی موت کا وہ منظر بھی بہت پہلے دیکھ لیا ہو گا جو آج تک میری روح کو بار بار چھلنی کر رہا تھا۔ انہوں نے مجھے ڈاکوؤں سے محفوظ کر دیا تھا' یہ بھی کہا تھا کہ میری عمر طویل ہو گی۔

مجھے ہنسی آ گئی' دادا جان نے سب کچھ دیکھ لیا تھا لیکن شاید یہی نہیں دیکھ پائے تھے کہ میں آذر سے رتن کمار بن جاؤں گا۔ مسجد میں جا کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بجائے مندر میں جا کر پتھر کی مورتیوں کے قدموں کی دھول مٹی میں قلابازیاں کھاتا پھروں گا۔

"سوچ بچار میں ڈبکی لگانا چھوڑ دے مورکھ!" جوگی سیتارام نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا۔ "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا' بھوش کے لکھے کو دھرتی کی کوئی شکتی نہیں مٹا سکتی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد الہ آباد جانے والی ٹرین آ گئی' سیتارام میرا ہاتھ تھام کر دوسرے درجے کے ایک ڈبے میں بے دھڑک داخل ہو گیا۔ وہاں چار مسافر پہلے سے موجود تھے' سب دھوتی کُرتے میں تھے اس لئے ہمیں دیکھ کر رام رام کرنے لگے' میں سیتارام کے ساتھ ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔

گاڑی دوبارہ چلی تو سیتارام کی زبان بھی چل پڑی۔

"ایک بات پوچھوں بالک! سچ سچ بتائے گا؟"

"کیا تمہیں ابھی تک مجھ پر وشواس نہیں آیا؟" میں نے جلے کٹے لہجے میں جواب دیا۔

"بات وشواس کی نہیں' مہان جوگی کے حساب کتاب کی ہے۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں تیرے من میں جھانکنے کی کوشش کروں اور میری نظریں تیرے شریر سے ٹکرا کر واپس لوٹ آئیں۔"

"ہو سکتا ہے کالی کا جاپ کرنے کے بعد....."

"نہیں۔" اس نے میری بات کاٹ دی۔ "تُو مجھے بھٹکانے کی باتیں مت کر' کالی

کے جاپ سے اس کا کوئی سمبندھ نہیں ہے۔"

"اور کیا بات ہو سکتی ہے؟" میں نے اسے الجھتا دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

"کہیں نہ کہیں درمیان سے ایک کڑی گم ہو گئی ہے' میں اسی کو کھوج رہا ہوں۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا۔

"تمہارے من میں بار بار یہی خیال کیوں ابھر رہا ہے؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"اس لئے بالک کہ میں ٹھیک سمے پر اس گپھا میں واپس لوٹا تھا جہاں تجھے چھوڑ گیا تھا پر تو تیرا منڈل خالی تھا۔" اس نے بڑے یقین سے کہا۔ "تُو وہاں موجود نہیں تھا۔"

"ہو سکتا ہے تمہاری نظریں مجھے دیکھ نہ سکی ہوں۔"

"بات ایک دو دن کی ہوتی تو میں تیری یہ بات بھی مان لیتا لیکن....." وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا پھر تھوڑے توقف کے بعد سرسراتے لہجے میں بولا۔ "میرا من گواہی دیتا ہے کہ تُو کوئی بات مجھ سے چھپا رہا ہے۔"

"کیا تمہاری مہان شکتی بھی اس بات کا کھوج نہیں لگا سکتی؟" میں اس کی بے بسی پر دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ درگا نے مجھے وشنو مہاراج کے جاپ کے بارے میں یہ بات کہی تھی کہ اس کا علم سیتارام کو نہ ہونے پائے' شاید وہی سیتارام کی سوچوں کو بھٹکا دیتی تھی۔

"جوگی سیتارام نے ہارنا نہیں سیکھا۔" وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ "ابھی میرے پاس سے نہیں ہے لیکن جب بھی میں ادیتی دیوی کا جاپ پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا' میری شکتی اپرم پار ہو جائے گی' پھر کوئی شکتی میرے راستوں میں اندھیرے نہیں گھول سکے گی' تُو بھی ننگا ہو جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے تم سے دنوں کے حساب میں کوئی بھول چُوک ہو گئی ورنہ میں اسی منڈل میں تھا جہاں تم چھوڑ کر گئے تھے۔" میں نے بڑی معصومیت سے اسے دھوکا دینے کی کوشش کی۔

جواب میں سیتارام نے مجھے گہری نظروں سے گھورا پھر آنکھیں بند کرے ٹھوڑی سینے پر ٹکا دی شاید کسی جنتر منتر میں غرق ہو گیا تھا' میں نے بھی نشست کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ میرے ذہن میں بدستور درگا کے جملے گونج رہے تھے۔ سیتارام

aazzamm@yahoo.com

"تُو سچ کہہ رہا ہے؟" جوگی سیتارام نے مجھے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"میرا وشواس نہیں آتا تو ڈبے میں بیٹھے بجنو سے پوچھ لو۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بنائی۔ "میں اسی کو پکڑنے کو جھپٹا تھا جب تمہاری آنکھ کھل گئی' مسافروں کو بھی میری حرکت پر تعجب ہوا تھا۔"

"لیکن ہم نے کسی اور منش کو نہیں دیکھا۔" ایک مسافر نے دبی زبان میں کہا۔

"ہاں' میں نے تمہیں اٹھ کر کسی پر جھپٹتے ضرور دیکھا تھا۔"

"وہ ..... وہ رام کشن کے کسی منتر کا بیر رہا ہو گا اسی لئے تیرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آیا۔" سیتارام نے دبی زبان میں مجھ سے کہا' پھر بڑے خونخوار لہجے میں بولا۔ "اب شاید موت ہی اس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"دشمن کو خود سے کمزور سمجھنا بھی دانشمندی کے منافی ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا لیکن شاید سیتارام نے میری بات پر غور نہیں کیا' اس کے ہونٹ کسی منتر کا جاپ شروع کر چکے تھے پھر اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں' شاید وہ اپنی مہان شکتی کے زور سے رام کشن کی مصروفیات معلوم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ میرا ذہن دوبارہ بزرگ کی شخصیت میں الجھ گیا۔

بزرگ کی آمد میرے لئے یقیناً نیک شگون تھا۔ میرے سر سے میرے تمام عزیز و اقارب کا سایہ اٹھ چکا تھا لیکن دادا جان کی روح شاید ابھی تک سرپرستی کر رہی تھی۔ ایسا نہ ہوتا تو بزرگ نے مولوی فراست علی کے ناک کا حوالہ کبھی نہ دیا ہوتا۔ میرے وجود کے گھپ اندھیروں میں امید کی ایک شمع ٹمٹمانے لگی۔ میں نے رام کشن کا جو شگوفہ چھوڑا تھا اس سے اس بات کا بھی یقین ہو گیا تھا کہ بزرگ کو میرے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا البتہ جوگی سیتارام نے بالآخر سچ سمجھ کر جو جنتر منتر پڑھنا شروع کیا تھا وہ ضرور میری قلعی کھول سکتا تھا۔ میں ابھی اپنے خیالوں میں گم تھا کہ پھر اسی بزرگ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"ناعاقبت اندیش' عقل کے اندھے! تُو کیسا مسلمان ہے جو خدا کے بجائے ایک کافر سے خوفزدہ ہو رہا ہے؟ بدکردار' اگر تھوڑی سی بھی حیا باقی رہ گئی ہو تو جا کر کہیں چلّو بھر پانی میں ڈوب مر۔"

"ایسا مت کہو میرے عزیز! مجھے تمہاری مدد' تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔" میں

نے صدق دل سے کہا۔ "انسان روزِ ازل سے شیطان کے گھٹیا ہتھکنڈوں کا شکار ہوتا چلا آ رہا ہے' میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں۔ جن حالات میں گھر کر میرے قدم ڈگمگائے تھے' انہوں نے میری عقل خبط کر دی تھی' میں جن اذیتناک حالات سے دوچار تھا وہ کسی جانور کے ساتھ پیش آتے تو وہ بھی کرب کی شدت سے بلبلا اٹھتا۔ میں نے زندگی بچانے کی خاطر جوگی سیتارام کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔"

"میں تیرے حالات سے ناواقف نہیں ہوں لیکن وہ تیرے لئے آزمائش کی گھڑی تھی' مشت ایزدی تیرا امتحان لے رہی تھی لیکن تُو اندھیروں اور اجالوں کی تمیز نہ کر سکا۔"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟" میں نے عاجز آ کر پوچھا۔ "کیا آپ میری مدد نہیں فرمائیں گے؟"

"مجھے نہیں ..... اس خالق کائنات کو یاد کر جس کے ہاتھوں میں تیری جان ہے' شاید وہ غفور الرحیم تیری فریاد سن لے۔"

پھر میں نے بزرگ کو کئی آوازیں دیں لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

میں نے کنکھیوں سے جوگی سیتارام کی طرف دیکھا جو بدستور اپنے جنتر منتر میں محو تھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی' وہ شیطانی قوتوں کا مالک تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اس نے زندگی میں ہارنا نہیں سیکھا' وہ اپنے بیروں کے زور سے حقیقت جان لیتا تو مجھے کبھی معاف نہ کرتا۔ درگا نے میرے اوپر جو بندش عائد کر دی تھی اس نے میرے ہاتھ پاؤں جکڑ دیئے تھے ورنہ میں ایک بار کھل کر سیتارام سے دو دو ہاتھ کرنے کے بارے میں فیصلہ کر چکا تھا۔

وقت تیزی سے گزرتا رہا' گاڑی کئی اسٹیشنوں پر رکی پھر چلی لیکن سیتارام کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ شاید ابھی تک آنکھ بند کئے وہ رام کشن کی تلاش میں جگہ جگہ بھٹک رہا تھا۔ مجھے الجھن ہونے لگی' میں نے اس کے استغراق کو توڑنے کی خاطر زبان کھولنی چاہی لیکن پھر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ میرے ذہن میں مختلف وسوسے کروٹیں بدل رہے تھے' جب گاڑی کسی چھوٹے اسٹیشن پر ایک منٹ کو رکی' دو بچے کھچے پجاری ہمارے ڈبے میں داخل ہوئے انہوں نے ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی یوں ہی ایک سرسری نظر سے تمام مسافروں کا جائزہ لینے کے بعد خاموشی سے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گئے' ان کے جسموں پر گیروے رنگ کا لباس تھا' سر پر بھی اسی رنگ کا کپڑا لپیٹ رکھا تھا'

aazzamm@yahoo.com

سینوں پر چندن مل رکھا تھا' گلے میں کئی چھوٹی بڑی مالائیں جھول رہی تھیں' دونوں کے ہاتھوں میں پیتل کی لٹیا موجود تھی اور کوئی سامان نہیں تھا۔

گاڑی دوبارہ چل پڑی' سیتارام کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میرے اندر اتھل پتھل جاری تھی جب اچانک سیتارام نے چونک کر آنکھیں کھول دیں' اس کی آنکھیں دہکتے انگاروں کی طرح شعلہ اگل رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں کھولنے کے بعد دونوں پجاریوں کی طرف مشکوک انداز میں گھورنا شروع کر دیا۔ اس کی پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں' وہ ٹکٹکی باندھے ان دونوں کو مستقل دیکھے جا رہا تھا جو اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

میرا دل دھڑکنے لگا' میرے ذہن میں بار بار ایک خیال ابھر رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ دوسرے مسافروں کی توجہ بھی آہستہ آہستہ سیتارام کی جانب مبذول ہونے لگی تھی جس کے تیور بتدریج خطرناک ہو رہے تھے۔

"کیا بات ہے گرو!" میں نے دبی زبان میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا اس کا انداز بتا رہا تھا جیسے اس نے سرے سے میری بات سنی ہی نہ ہو' پھر ایک لمحے بعد اس کی کرخت آواز نے سب ہی کو چونکا دیا' وہ دراز قد پجاری سے مخاطب ہوا تھا۔

"تیرا نام رگھوبیر ہے نا؟"

"ہاں مہاراج!" دراز قد پجاری نے چونک کر سیتارام کو دیکھا پھر ہاتھ باندھ کر بولا۔

"تم نے کیسے جان لیا؟ میں نے تو تمہیں آج پہلی بار دیکھا ہے۔"

"اور تُو....." سیتارام کی نظریں پستہ قد پجاری کے چہرے پر جم گئیں۔ "تُو رام اوتار ہے؟"

"تم نے ٹھیک پہچانا مہاراج!" رام اوتار نے بھی حیرت کا اظہار کیا۔ "پر تم کون ہو؟"

"میں....." سیتارام نے حقارت کا اظہار کیا۔ "میں جوگی سیتارام ہوں جس کے لئے تم دونوں کو بھیجا گیا ہے۔"

"ہم سمجھے نہیں مہاراج!" رگھوبیر نے حیرت سے کہا۔ "ہم دونوں تو تیرتھ یاترا کے لئے ہردوار جا رہے ہیں۔"

"سیتارام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہا ہے دشٹ۔" جوگی سانپ

کی طرح بل کھا کر بولا۔ "میں نے تم دونوں کے من کا بھید جان لیا ہے' تم دونوں بھاڑے کے ٹٹو ہو ..... پنڈت رام کشن نے تمہیں میرے مقابلے پر بھیج کر بڑی بھول کی ہے۔"

"پنڈت رام کشن....." دونوں نے چونک کر کہا۔ "ہم اس نام کے کسی پنڈت سے جانکاری نہیں رکھتے' تم کو ہمیں پہچاننے میں کوئی بھول ہو رہی ہے۔"

"کیا تُو راج پور کا باسی نہیں ہے؟" سیتارام نے پورے وثوق سے کہا' اس کا تخاطب رگھوبیر تھا۔

"ہوں مہاراج!" رگھوبیر نے انکار نہیں کیا۔ "راج پور ہی میری جنم بھومی ہے۔"

"گنیش دیوتا کا جاپ بھی کر چکا ہے ..... کیوں' میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"ہاں مہاراج! تم سچ کہہ رہے ہو لیکن میں نے ابھی تک....."

"پہچان جائے گا مورکھ!" سیتارام نے سرسراتے انداز میں اس کی بات کاٹ کر جواب دیا۔ "پنڈت رام کشن شاید پاگل ہو گیا ہے جو اس نے تم دونوں کو بلی (قربانی) کا بکرا بنا کر آگے کر دیا' خود کسی کونے کھدرے میں چھپا بیٹھا تماشہ دیکھ رہا ہو گا۔"

دونوں پجاریوں نے ایک بار پھر رام کشن کا نام سن کر تعجب اور اپنی لاعلمی کا اظہار کیا' ان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ غلط بیانی سے کام نہیں لے رہے۔

میرے علاوہ ڈبے میں بیٹھے دوسرے مسافر بھی اپنی اپنی جگہ کسمسانے لگے۔

"اگلے اسٹیشن پر اپنی منحوس شکلیں لے کر اتر جانا' اسی میں تمہاری مکتی ہے۔" سیتارام نے گرج کر کہا۔ "جاتے جاتے میرے چرن چھو کر شما کی بھکشا مانگنا بھی یاد رکھنا' سن رہے ہو کنجرو! جوگی سیتارام تمہیں کیا حکم دے رہا ہے؟"

"تم....." رگھوبیر سینہ تان کر بولا۔ "تم ہمارا اپمان کر رہے ہو جوگی مہاراج! ہم وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"رام کشن نے بھی مجھے سمجھنے میں بھول کی ہے۔" سیتارام اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "میں اب تک اسے ڈھیل دیتا رہا تو اس کا کوئی کارن بھی تھا' پر نتو اب سمے آ گیا ہے کہ میں اسے آٹے دال کا بھاؤ بتا سکوں۔"

"تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں....." رام اوتار نے بھی بُرا سا منہ بنا کر کچھ کہنا چاہا لیکن سیتارام آپے سے باہر ہو گیا۔

aazzamm@yahoo.com

"چپ ہو جا مورکھ! زبان کو تالو سے لگا کر رکھ نہیں تو ایسا سراپ دوں گا کہ سارا جیون کانٹوں پر لوٹتا رہے گا۔"

وہ دونوں ایک ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے' ان کے چہروں پر بھی جوان خون کی سرخی پھیلنے لگی۔

"بس جوگی مہاراج! بس۔" رگھوبیر نے ہاتھ اٹھا کر سرد آواز میں کہا۔ "تم اگر بلوان ہو تو ہم نے بھی کانچ کے کینچے نہیں کھیلے ہیں۔"

"پنجہ لڑائے گا..... جوگی سیتارام سے ؟" سیتارام نے خوفناک انداز اختیار کیا۔

"بات بڑھانے کی کوشش تم نے کی ہے۔" رام اوتار بل کھانے لگا۔ "اپنی بھول ماننے کے بجائے تم گٹر کی گندگی کی طرح ابلتے ہی چلے جا رہے ہو۔" پھر اس نے سینے پر ہاتھ مار کر بڑے جوشیلے انداز میں کہا۔ "ہم نے بھی ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔"

"تو بھی چہکنے لگا پورنے۔"

"زبان کو لگام دو مہاشے۔" رگھوبیر آنکھیں نکال کر بولا۔ "بہت ہو چکا۔"

جواب میں جوگی سیتارام نے کوئی منتر پڑھ کر پھونک ماری تو رام اوتار درمیان میں آ گیا لیکن اس پر جو گزری اسے دیکھ کر سب ہی کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ چیخ مار کر نیچے گرا تھا پھر اس کے منہ سے خون بھل بھل ابلنے لگا۔ رگھوبیر نے اپنے ساتھی کا انجام دیکھا تو وہ انتقام لینے کی خاطر کچھ پڑھنے لگا لیکن سیتارام نے اپنا سیدھا پاؤں فرش پر مارا تو وہ بھی توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میرے ذہن میں کھلبلی شروع ہو گئی' مجھے یقین تھا کہ وہ دونوں بے قصور تھے' سیتارام نے یقیناً انہیں پہچاننے میں غلطی کی تھی۔

رام اوتار فرش پر پڑا پچھاڑیں کھا رہا تھا' رگھوبیر نے گر کر دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تو سیتارام نے اپنا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کیا' میرے اعصاب چٹخنے لگے' میں نے پل بھر میں ایک فیصلہ کر لیا۔ میری بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی حرکت میں آ گئی' میں نے وشنو مہاراج کا نام لے کر دل میں سوچا کہ اگر رگھوبیر اور رام اوتار بے قصور ہیں تو جوگی سیتارام ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ گاڑی نے ایک زور کا جھٹکا لیا تو سیتارام اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا' لڑکھڑا کر ایک نشست پر گرا پھر دوبارہ اٹھا تو اس کے

علاوہ دوسرے مسافروں کی آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رگھوبیر اور رام اوتار کا وجود کہیں دور دور تک موجود نہیں تھا۔

"رتن کمار!" جوگی سیتارام حلق کے بل چلایا۔ "انہیں روکنے کی کوشش کر' بچ کر نہ جانے پائیں۔"

"یہ کیسے ہو گیا گرو!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"وہ دشٹ' پاپی' حرام کا جنا پنڈت رام کشن انہیں بچا لے گیا۔" سیتارام کے منہ سے گالیاں ابلنے لگیں۔ "جو کچھ ہوا اس کے منتر کے بیروں کا کمال ہے۔"

"اب کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"وہی ہو گا جو جوگی سیتارام چاہے گا۔" اس نے زہرخند سے جواب دیا۔ "اب رام کشن کے دن گنے چنے رہ گئے ہیں' اس نے میری مہان شکتی کا اندازہ لگا لیا ہو گا' میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ کیا چال چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

جوگی سیتارام نے اپنی نشست پر بیٹھ کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اس کے ہونٹ تیزی سے حرکت کرنے لگے۔ وہ پھر رام کشن کی تلاش میں گم ہو گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ میری ایک فرضی بات کو حقیقت کا رنگ دینے میں کس کا ہاتھ شامل تھا؟ کیا بزرگ نے میرا بھرم قائم رکھنے کی خاطر رام اوتار اور رگھوبیر کو وقتی طور پر ہمارا ہمسفر بنا دیا تھا یا درگا دیوی کو پھر میری کسی ادا پر پیار آ گیا تھا۔

☆------☆------☆

سیتارام کا استغراق طویل ہونے لگا تو مجھے الجھن ہونے لگی۔

رگھوبیر اور رام اوتار کس طرح آئے اور کس طرح غائب ہو گئے' یہ ایک الگ کہانی تھی لیکن میں درگا کی وجہ سے سیتارام سے خائف تھا' اس نے مجھے وشنو مہاراج کے جاپ کا مشورہ دے کر مہان شکتیوں کا مالک بنا دیا تھا' اس کی مرضی شامل نہ ہوتی تو میں شاید اتنی آسانی سے اس جاپ کو مکمل نہ کر سکتا۔ سیتارام نے بھی یہی کہا تھا کہ وشنو مہاراج کا جاپ کرنا عام پنڈت پجاریوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس میں جان جانے کا خطرہ بھی لاحق ہوتا ہے لیکن میں نے درگا کے اشارے پر بڑی آسانی سے کامیابی حاصل کر لی تھی۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ میں ان قوتوں کو جوگی سیتارام کے خلاف زیادہ شدت سے نہیں استعمال کر سکتا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

موت سر پر منڈلا رہی ہو' خطرات بڑھ رہے ہوں' انسان کے ہاتھ میں اپنے دفاع کے لئے مہلک ہتھیار موجود ہو لیکن وہ اسے استعمال نہ کر سکے' اس سے زیادہ بے بسی اور کیا ہو سکتی تھی؟ میں بھی اس وقت کچھ ایسی ہی سچویشن سے دوچار تھا۔ میرے دل میں یہ خیال سر ابھار رہا تھا کہ بزرگ نے دادا جان کی ایما پر میری فرضی کہانی کو نبھانے کی خاطر میری مدد کی ہو گی۔ درگا بھی غافل نہیں رہی ہو گی' ہو سکتا ہے وہ نیک بزرگ کے مقابلے پر آنے سے کترا گئی ہو لیکن اس نے کہا تھا کہ سیتارام اس کا پرانا سیوک ہے' وہ سیتارام کو نہ صرف حالات کی اصل نوعیت سے آگاہ کر سکتی تھی بلکہ بزرگ کے مقابلے پر اُس کی مدد بھی کر سکتی تھی' میں درمیان میں پس کر رہ جاتا۔

میرے ذہن میں خیالوں کا ہجوم ٹھاٹھیں مار رہا تھا' میں مختلف نتائج پر غور کر رہا تھا جب اچانک بزرگ کا کہا ہوا ایک جملہ میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگا۔ اس نے ایک موقع پر کہا تھا — ناعاقبت اندیش' عقل کے اندھے! تُو کیسا مسلمان ہے جو خدا کے مقابلے میں ایک کافر سے خوفزدہ ہو رہا ہے؟ بدکردار! اگر تھوڑی سی بھی حیا باقی رہ گئی ہو تو جا کر کہیں چلّو بھر پانی میں ڈوب مر۔

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا' میں نے زندگی بچانے کی خاطر سیتارام سے سمجھوتہ کر کے یقیناً بزدلی کا ثبوت دیا تھا۔ آزمائش کی وہ گھڑیاں سخت اور اذیتناک ضرور تھیں بے قصور ہونے کے باوجود میرے اوپر مظالم توڑے جا رہے تھے' میری کھال ادھیڑی جا رہی تھی' موت کے منہ میں دھکیلنے کی خاطر ہولناک منصوبے بنائے جا رہے تھے' وقت کی ستم ظریفی نے مجھے بزدل بنا دیا تھا۔ اگر میں نے اس وقت ایمانداری اور اپنے اصولوں کا دامن نہ چھوڑا ہوتا' اپنے مذہب اور دین و ایمان پر ثابت قدم رہتا تو اس امتحان میں ضرور کامیاب ہو جاتا جس کا حوالہ خدا کے برگزیدہ بندے نے دیا تھا لیکن میں نے سختیوں سے گھبرا کر موت سے بچنے کی خاطر زندگی کا سودا کر لیا' جو اب مجھے مہنگا پڑ رہا تھا۔

میں نے نظریں گھما کر سیتارام کی طرف دیکھا' وہ ابھی تک آنکھ بند کئے' ٹھوڑی سینے سے ٹکائے کسی دوسری دنیا کی سیر کر رہا تھا' اس کے ہونٹ بدستور تیز تیز حرکت کر رہے تھے۔ میں نے دل کڑا کر کے ایک فیصلہ کر لیا' آئندہ میں سیتارام کے مقابلے میں گھٹنے نہیں ٹیکوں گا۔ درگا نے صرف یہی بندش لگائی تھی کہ میں سیتارام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا خیال کبھی دل میں نہ لاؤں لیکن ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی تھی کہ میں اس کے

سامنے اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کر سکوں۔ میں ابھی مستقبل کے بارے میں ایک ٹھوس لائحہ عمل طے کر رہا تھا جب سیتارام نے آنکھیں کھول دیں' اس کی آنکھیں شعلہ اگل رہی تھیں' وہ کسی زخمی سانپ کی طرح بار بار بل کھانے لگا' اس کی ظاہری کیفیت بتا رہی تھی کہ وہ کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے کے مراحل سے گزر رہا ہے' اس نے اپنے منتر کے زور سے کچھ کڑیاں ایسی ضرور تلاش کر لی تھیں جو ترتیب پا جاتیں تو شاید وہ صورت حال کی تہہ تک پہنچ جاتا۔ میں نے اسے راہ سے بھٹکانے کی کوشش کی۔

"گرو! میرا خیال ہے کہ تم فی الحال پنڈت رام کشن کے دھیان کو ذہن سے نکال دو۔"

سیتارام نے میری بات سن کر تیز نظروں سے میری سمت گھورا' ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

"تُو مجھے دشمن کی طرف سے آنکھ موند لینے کا مشورہ دے رہا ہے؟"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو گرو!" میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بنائی۔ "جب تم کو وشواس ہے کہ رام کشن تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا تو کیوں بیاکل ہو رہے ہو؟ اس کے دو آدمی تم سے ڈر کر بھاگ گئے' کیا یہ تمہاری شکتی کا کمال نہیں تھا؟"

"تُو کیا بتانے کی کوشش کر رہا ہے؟"

"رام کشن دھرتی پر جہاں بھی ہوا ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔" میں نے پُرجوش لہجہ اختیار کیا۔ "میں ہوں نا تمہارے ساتھ' پھر چنتا کس بات کی ہے؟"

سیتارام نے کوئی جواب نہیں دیا' میری نظروں سے میرے دل کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کرنے لگا' مجھے یقین تھا کہ وہ وشنو مہاراج کے جاپ کے بارے میں نہیں جان سکے گا' چنانچہ میں نے اطمینان سے کہا۔

"ہم دو ہیں ..... ایک اور ایک گیارہ سمجھ لو' رام کشن کب تک اِدھر اُدھر منہ چھپاتا پھرے گا۔ جب بھی ہمارے ہاتھ لگ گیا ہم اس کے ساتھ اگلا پچھلا سارا حساب چکتا کر دیں گے' پر نتو ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟" اس نے مجھے سپاٹ نظروں سے گھورا۔

"تمہیں رام کشن کا کھاتا پہلے بند کرنا ہے یا اس چیز کی تلاش کرنی ہے جس کے کارن تم نے اتنے پاپڑ بیلے ہیں؟"

aazzamm@yahoo.com

"کیا جاننے کی کوشش کر رہا ہے؟" سیتارام نے چونک کر مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا مجھے خوشی ہوئی' میرا اندھیرے میں چھوڑا ہوا تیر شاید ٹھیک نشانے پر لگا تھا' میں نے لوہا گرم دیکھ کر ایک اور ضرب لگائی۔

"اب تو قبول کر لو گرو کہ تم کو جس انمول رتن کی تلاش ہے وہ بھی رام کشن کے قبضے میں ہے۔"

"بالک!" اس نے زہرخند سے جواب دیا۔ "گرو کو ٹٹولنے کی خاطر کبڈی کھیل رہا ہے ..... چتر بننے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"پھر کوئی اور بات کرو۔" میں نے پینترا بدل کر بے رخی کا مظاہرہ کیا۔ "تم کو اگر ابھی تک مجھ پر وشواس نہیں آ سکا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

جوگی سیتارام نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' کچھ دیر مجھے ٹکٹکی باندھے گھورتا رہا - پھر بولا۔

"تُو نے بھی ابھی تک سچے من سے مجھے گرو نہیں مانا۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تمہارے من میں میری طرف سے ابھی تک کوئی میل باقی ہے۔"

"نہیں بالک! نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "جس دن میرے دل میں میل آ گیا اس دن تجھے دھرتی پر کہیں قدم جمانے کی جگہ نہیں ملے گی' پر اندھیرے کے جو بادل بار بار میری نظروں کے سامنے منڈلانے لگتے ہیں اس کا کوئی نہ کوئی کارن تو ضرور ہو گا۔"

"اندھیرے کے بادل؟" میں نے انجان بننے کی کوشش کی۔ "کیا رام کشن تمہارا راستہ کھوٹا کرنے کی....."

"زیادہ چنٹ بننے کی کوشش مت کر۔" وہ کسمسانے لگا۔ "میں اس حرامی کی نہیں' تیری بات کر رہا ہوں' جب تک گتھی نہیں سلجھے گی میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم شاید ابھی تک دنوں کے حساب کتاب میں الجھے ہوئے ہو؟"

"ہاں۔" وہ مجھے گھورنے لگا۔ "جوگی سیتارام کا حساب کبھی غلط نہیں ہو سکتا' میری واپسی پر تیرا منڈل سے غائب ہونا ..... وہ میری نظروں کا دھوکا نہیں ہو سکتا' کوئی نہ کوئی بات ہے جو تُو مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو گرو!" میں نے سنجیدگی سے اس کا مذاق اڑایا۔ "تم ..... جو من کے بھید بھی جھانک کر دیکھنے کی شکتی رکھتے ہو' جس نے مجھے اپنی مہان شکتی کے زور سے سیدھے راستے سے بھٹکا دیا' مجھے دھرم تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا' پاپ کے دلدل میں پھنسا دیا۔"

"بس کر مورکھ! چپ ہو جا۔" اس نے بل کھا کر قدرے درشت لہجے میں جواب دیا۔ "میں تجھے کندن بنانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تُو شکایتوں کی پوتھی (کتاب) کھول کر بیٹھ گیا۔ بھوش کے لکھے کو مٹانے کی کوشش مت کر' نہیں تو اور کسی جنجال میں پھنس جائے گا۔ سن رہا ہے میری بات؟ اگر سچے من سے مجھے گرو مانا ہے تو پھر گرو کی آگیا کا پالن کرنا بھی سیکھ لے' جو بیت گئی سو بیت گئی۔ جو کل آنے والی ہے اس پر نظر جمائے رکھ' یہی دیوی دیوتاؤں کی اِچھا (مرضی) ہے' اسی میں تیری مکتی بھی ہے۔"

"میں تمہاری آگیا کا پالن کروں اور تم مجھ پر شبہہ کرتے رہو ..... واہ گرو واہ....." میں نے شکایتی انداز اختیار کیا۔ "کالی کا جاپ کرنے کے لئے میرے من میں بھول کر بھی کوئی دھیان نہیں آیا تھا' تم ہی نے مجھے شکتی پراپت کرنے کا بھاشن دیا تھا اور اب تم اندھیرے میں بادل منڈلانے کی بات کرتے ہو۔" مجھے بروقت سوجھ گئی' میں نے پہلو بدل کر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ کالی کو میری بھگتی زیادہ پسند آ گئی ہو؟ اس نے تمہاری نظروں میں میری اہمیت بڑھانے کی خاطر مجھے کچھ دنوں کے لئے تمہاری نظروں سے اوجھل کر دیا ہو۔ اس میں میرا دوش کہاں سے آ گیا؟"

میری اداکاری بے مثال تھی' سیتارام لاجواب ہو کر بغلیں جھانکنے پر مجبور ہو گیا لیکن اس کے چہرے اور نظروں کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ پوری طرح سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔ میں نے زیادہ زور دینے کی کوشش بھی نہیں کی۔ مجھے بہرحال اس بات کی خوشی تھی کہ وہ رام اوتار اور رگھوبیر کے سلسلے میں کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہیں کر سکا۔ خود میں بھی اس ضمن میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

الہ آباد آنے تک ہمارے درمیان کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ میں نے ایک دو بار دبی زبان میں اس قیمتی شے کے بارے میں اسے کریدنے کی کوشش کی لیکن سیتارام بڑا گھاگ تھا' بڑی خوبصورتی سے ہر بار بات کو ٹال گیا۔

الہ آباد میں سیتارام نے کسی مندر میں ٹھہرنے کے بجائے ایک ایسی دھرم شالہ کا

aazzamm@yahoo.com

انتخاب کیا جس کا مالک اس کا پرانا واقف کار تھا اور خاص مداحوں میں سے تھا۔ اس نے ہماری آؤ بھگت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا' ہم نے صرف تین ساڑھے تین گھنٹے آرام کیا پھر شہر جانے کے لئے دھرم شالہ سے نکل رہے تھے کہ سامنے سے ایک لمبا تڑنگا پجاری آ گیا' میں نے محسوس کیا کہ سیتارام اس پجاری کو دیکھ کر کسی خطرناک ناگ کی طرح بل کھانے لگا۔ اس کا نام پجاری پنّا لال تھا۔

"اب کی بہت دنوں بعد نظر آئے جوگی مہاراج!" پنّا لال کے لہجے میں ہلکے سے طنز کی آمیزش بھی تھی۔ "کوئی خاص کام یاد آ گیا یا پنڈت رام کشن کو کھوجنے آئے ہو؟"

رام کشن کے حوالے نے جلتی پر تیل کا کام کیا' سیتارام کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگا۔

"کیا رام کشن بھی آج کل الہ آباد ہی میں ہے؟" اس نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے سرسراتے لہجے میں دریافت کیا۔

"ہاں۔" پنّا لال نے معنی خیز مسکراہٹ سے جواب دیا۔ "گنیش دیوتا کے پرانے مندر میں پنڈت کرم چندر کے ساتھ ٹھہرا ہے اور تم جانتے ہو گے کہ کرم چندر نے ادیتی دیوی کا کٹھن جاپ کرنے کے بعد جو مہان شکتی حاصل کر لی ہے وہ کسی اور پنڈت یا پجاری کو حاصل نہیں ہے۔"

"تم ادھر کیا کرتے پھر رہے ہو؟" سیتارام نے گفتگو کا رخ بدل دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ پنڈت کرم چندر اور ادیتی دیوی کا نام سننے کے بعد اس کے چہرے پر کئی رنگ ابھر کر گڈمڈ ہونے لگے تھے' وہ کچھ بے چین سا ہو گیا تھا۔

"ایک ضروری کام سے جا رہا تھا' دور سے تمہارے درشن ہوئے تو پرنام کرنے چلا آیا۔" پنّا لال نے حسب معمول معنی خیز انداز میں کہا۔ "میرے لئے کوئی کام ہو تو حکم دو' سیوک تمہاری سیوا کر کے خوش ہو گا۔"

"میں اس سمے جلدی میں ہوں' پھر کبھی ملاقات ہوئی تو تمہیں بھی سیوا کا موقع اوش دوں گا۔" سیتارام نے سینہ تان کر کہا پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"یہ پنّا لال کون ہے؟" میں نے پوچھا۔ "مجھے اس کی باتیں کچھ بھلی نہیں لگیں۔"

"یہ بھی اسی حرامی کا متر ہے۔" سیتارام نے جلے کٹے انداز میں جواب دیا۔

"تمہاری اور رام کشن کی اَن بن کا اصل کارن کیا ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"ابھی کل کی بات ہے جب یہی پنّا لال میرے چرنوں میں بیٹھا گرو گرو کی رٹ لگایا کرتا تھا۔" سیتارام نے بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹال دی۔ "میں نے اس کی بھگتی سویکار کرنے کے بجائے دھتکار دیا تو اب جلی کٹی بولتا رہتا ہے۔"

"میں تمہاری وجہ سے خاموش تھا گرو! ورنہ من میں آئی تھی کہ پنّا لال سے دو دو ہاتھ کر لوں۔" میں نے اسے سنانے کی خاطر منہ بنا کر کہا۔ "جس انداز میں وہ تم سے باتیں کر رہا تھا وہ مجھے بھی اچھا نہیں لگا۔"

"بنا مجھ سے پوچھے کسی سے الجھنے کی بھول مت کرنا بالک!" سیتارام نے مجھے سنجیدگی سے تاکید کی۔ "ہمیں یہاں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہو گا۔"

"گرو!" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔ "کیا ادیتی دیوی کا جاپ وشنو مہاراج کے جاپ سے زیادہ کٹھن ہوتا ہے؟"

"ہاں۔" اس نے خلاء میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "میں پنڈت کرم چندر کو بھی جانتا ہوں' وہ دُھن کا بڑا پکا اور کٹر پنڈت ہے۔"

"ایک بات پوچھوں۔" میں نے کچھ سوچ کر دبی زبان میں سوال کیا۔ "رام کشن اور تمہارے سلسلے میں کرم چندر تمہارا ساتھ دے گا یا....."

"میں پورے وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتا پرنتو میں نہیں سمجھتا کہ کرم چندر ہمارے درمیان آنے کی بھول کرے گا' ادیتی دیوی کا جاپ کرنے والے کو بہت سوچ بچار کر کے کوئی قدم اٹھانا پڑتا ہے' ایک ذرا بھول ہو جائے تو سارے کئے دھرے پر پانی پھر جاتا ہے۔"

مجھے اس بات کا مطلق علم نہیں تھا کہ پنڈت سیتارام کے بازوؤں میں کتنی قوت ہے' اس نے دیوی دیوتاؤں کے لئے کون کون سے جاپ کر رکھے ہیں لیکن میں نے اس کی شیطانی قوتوں کے جو کھیل تماشے دیکھ رکھے تھے اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس نے عظیم طاقت کے حصول کی خاطر کچھ کم پاپڑ نہیں بیلے ہوں گے۔ ایک بار میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا تھا کہ اس سے دریافت کر لوں لیکن میں نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ وہ میری طرف سے پہلے ہی مشکوک تھا' میرے کریدنے سے مزید بھڑک سکتا تھا۔

دھرم شالہ سے نکل کر وہ کالی کے ایک پرانے مندر کی طرف گیا جو شہر سے خاصی

aazzamm@yahoo.com

دور واقع تھا' وہاں دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی' مندر کی حالت دیکھ کر بھی ایسا ہی لگتا تھا جیسے بھولے بھٹکے ہی کوئی پنڈت پجاری ادھر کا رخ کرتا ہو گا۔ مندر کے اطراف خودرو جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں' درمیان میں بمشکل اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی بچتا بچاتا مندر تک پہنچ سکے۔

مندر کے قریب پہنچ کر سیتارام رک گیا' اس کی آنکھیں مندر کے زنگ آلود کلس پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہاں کیا لینے آئے ہو گرو؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

جواب میں سیتارام نے مجھے اشارے سے چپ رہنے کی تاکید کی پھر وہ آہستہ سے جھک کر زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ میں حیرت سے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ خاصی دیر تک وہ جھاڑیوں پر لیٹا کچھ سونگھتا رہا' ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کسی خاص جڑی بوٹی کی تلاش ہو۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی' ہونٹ تیزی سے کسی منتر کا ورد کر رہے تھے پھر اچانک وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا' اس کی نگاہوں میں ابھرنے والی چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اسے جس چیز کی تلاش تھی وہ اسے نظر آ گئی تھی' میری نظریں بھی اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں لیکن مجھے ایسی کوئی شے نظر نہیں آئی جس سے میں اس کی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا۔

سیتارام نے ایک ٹانگ زمین سے اٹھالی پھر کسی عجیب زبان میں کچھ بدبدانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سیدھا ہاتھ بھی فضا میں بلند ہو کر دائرے کی شکل میں گردش کرنے لگا۔ وہ ایک ٹانگ پر کھڑا کسی جنتر کے بول بڑی روانی سے پڑھنے میں مصروف تھا' اس کی نظریں مندر پر مرکوز تھیں۔

وقت کی رفتار جیسے تھم گئی تھی' مجھے ہول آنے لگا' میرے ذہن میں کئی سوال ابھر رہے تھے لیکن میں نے سختی سے اپنی زبان بند کر رکھی تھی' میں سیتارام کو گھورتا رہا پھر اس وقت میں خوف سے اچھل کر دو قدم پیچھے ہو گیا جب میں نے ایک گہرے سیاہ رنگ کے سانپ کو مندر سے نکل کر جھاڑیوں پر سرسراتے دیکھا' اس کا رخ جوگی سیتارام ہی کی طرف تھا' وہ بار بار اپنا پھن اٹھا کر خطرناک انداز میں اپنی زبان لپلپانے لگتا پھر دوبارہ غصے کی کیفیت میں بل کھاتا آگے بڑھنے لگتا' مجھے سانپ کی کوئی خاص پہچان نہیں ہے مگر میرا اندازہ تھا کہ وہ کوئی خطرناک قسم کا کوبرا تھا۔

میرے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی لیکن جوگی کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا' وہ بدستور ایک ٹانگ پر کھڑا اپنا عمل کر رہا تھا' اس کی نظریں اب مندر کے بجائے سیاہ ناگ پر مرکوز تھیں' اس کی پلکوں نے جھپکنا بند کر دیا' اس کی آواز بتدریج بلند ہو رہی تھی۔ میں دور کھڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا پھر اس وقت میری حالت غیر ہونے لگی جب میں نے سانپ کو سیتارام کے قریب رک کر اپنا قد بلند کرتے دیکھا۔ ان دونوں کے درمیان بمشکل دو فٹ کا فاصلہ تھا۔ دھوپ میں سانپ کا رنگ چمک رہا تھا' زمین سے بلندی کے بعد وہ پھن کاڑھ کر فضا میں لہرانے لگا' اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی' جوگی اپنی جگہ ڈٹا کھڑا منتر پڑھتا رہا۔ سیاہ ناگ کئی بار اسے ڈسنے کی خاطر پھن مار چکا تھا لیکن مجھے حیرت تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شاید جوگی کے منتر کے بیر درمیان میں حائل تھے' موت اور زندگی کا وہ بھیانک اور جسم کے رونگٹے کھڑا کر دینے والا خوفناک کھیل کئی منٹ جاری رہا۔ سانپ غضبناک ہوتا جا رہا تھا لیکن ابھی تک وہ جوگی کو ڈسنے کی کوشش میں ناکام ہی رہا تھا پھر جو منظر میری نظروں نے دیکھا آپ شاید اس پر مشکل ہی سے یقین کریں گے۔

سیتارام نے منتر پڑھتے پڑھتے اچانک سیدھا ہاتھ بڑھا کر ناگ کے پھن کو پوری شدت سے دبوچ کر اپنی طرف گھسیٹا پھر منہ میں ڈال کر دانتوں سے کچلنے لگا۔ سانپ نے اپنا باقی جسم سیتارام کے جسم کے گرد لپیٹ دیا۔ دونوں کے درمیان خوفناک کشمکش جاری تھی لیکن سیتارام نے سانپ کے سر کو چبا ڈالا' اس کے منہ کی حرکت بتا رہی تھی جیسے وہ کوئی مرغوب اور من پسند غذا کھا رہا ہو' مجھے ابکائیاں آنی شروع ہو گئیں۔ سانپ کا جسم آہستہ آہستہ بل ڈھیلے کرنے لگا' سیتارام نے اس کا سر چبانے کے بعد کسی حقیر کیڑے کی طرح اس کے بے جان جسم کو جھاڑیوں پر اچھال دیا اور دیوانہ وار ناچنے لگا۔ اس کی خوشی قابل دید تھی' وہ دیوانوں کی طرح ناچ رہا تھا۔ میں سحرزدہ ہو کر اپنی جگہ بت بنا کھڑا رہا' میں نے زندگی میں اتنا خطرناک اور ہولناک کھیل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے جسم کے سارے رونگٹے کھڑے تھے' موت اور زندگی کے اس بھیانک ناٹک نے مجھے گنگ کر دیا تھا' میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے جوگی سیتارام کو دیکھتا رہا جو پاگلوں کی طرح ناچ رہا تھا۔

بڑی دیر تک وہ اپنی کامیابی کا جشن اکیلے مناتا رہا پھر اس کی حالت معمول پر آنے لگی' وہ میرے قریب آیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھ کی دونوں پتلیوں میں وہی

aazzamm@yahoo.com

سیاہ ناگ پھن کاڑھے لہرا رہا ہو۔

"یہ ..... یہ سب کیا تھا گرو!" میں نے کپکپاتی آواز میں دریافت کیا۔

"آج جوگی کی ایک اور اِچھا (خواہش) پوری ہو گئی۔" اس نے خودکلامی کے انداز میں کہا۔ "مجھے وشواس تھا کہ کالی مجھے نراش نہیں کرے گی۔"

"لیکن....." میں نے کچھ کہنا چاہا' سیتارام میری بات کاٹ کر بولا۔

"تیرا گرو اور بلوان ہو گیا بالک! سب کالی کی کرپا ہے۔" سیتارام خوشی میں نعرے بلند کرنے لگا۔ "جے کالی ..... جے بجرنگ بلی ..... جے ناگ مہاراج۔"

میری عقل خبط ہو گئی' میں نے ہوش و حواس میں کھلی آنکھوں سے جو خوفناک منظر دیکھا تھا اگر آپ خواب میں بھی اسے دیکھتے تو شاید دہشت سے آپ کے دل کی دھڑکنیں رک جاتیں' وہ سب کچھ ناقابل یقین تھا لیکن میں اس کا چشم دید گواہ ہوں۔

"گرو!" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "کیا وہ سانپ زہریلا نہیں تھا؟"

"ناگ دیوتا کی شان میں ایسے شبد نکال رہا ہے مورکھ!" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تُو نہیں جانتا کہ میں نے آج دیوی کی کرپا سے کیا شکتی پالی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ایک بات کا وچن دے ..... تُو نے جو دیکھا ہے اس کا ذکر کبھی زبان پر نہیں لائے گا۔"

"میں وچن دیتا ہوں۔" میں نے سحرزدہ انداز میں اقرار کر لیا۔

"میں نے جس دیوتا کی شکتی اپنے شریر میں اتار لی ہے وہ شیش ناگ تھا۔" سیتارام نے اپنے غلیظ ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ "بڑے بڑے سنیاسی اور پنڈت پجاری بھی جنگلوں میں بھٹک بھٹک کر جان دے دیتے ہیں لیکن شیش ناگ نہیں ملتا۔ مل بھی جاتا ہے تو وہ اسے قابو نہیں کر پاتے۔ ناگ دیوتا کا زہر ان کے شریر کو گلا کر بھوسا کر دیتا ہے۔ سب دیوی کی کرپا ہے۔ اس کی دَیا نہ ہو تو منش سپنوں میں بھی وہ نہیں سوچ سکتا جو میں نے کر دکھایا۔"

"کیا اب کوئی دوسری شکتی تم سے پنجہ نہیں لڑا سکتی؟"

"سمے آنے دے بالک! پھر دیکھنا۔ پرنتو ابھی وشواس سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' اس

دھرتی پر ایسے ایسے بلوان بھی موجود ہیں جو آنکھ اٹھا کر دیکھ لیں تو ہرا بھرا درخت بھی پل بھر میں جل کر راکھ ہو جائے' پھونک مار دیں تو پہاڑ رائی کی طرح اڑنے لگے پرنتو تُو ابھی ان باتوں کو نہیں سمجھ سکے گا۔"

"اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"اب جوگی سیتارام کی منوکامنا (دلی خواہش) اوش پوری ہو گی۔" وہ ٹھوس آواز میں بڑے اعتماد سے بولا۔ "کوئی شکتی اب میرا راستہ نہیں روک سکتی' میں اس انمول رتن کو پا لوں گا جس کا سپنا میں برسوں سے دیکھ رہا تھا۔"

"اور اسی شے کو پانے کی خاطر تم نے میرا انتخاب کیا تھا؟"

"ہاں' تیرے سوا اس دھرتی پر کوئی دوسرا اسے نہیں پا سکتا۔"

"ابھی وہ چیز کس کے پاس ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دھیرج رکھ ..... جب سمے آئے گا تو تُو بھی سب جان لے گا۔"

"تمہاری گتھی میری سمجھ میں نہیں آتی گرو!" میں قدرے الجھ گیا۔ "کوئی نہ کوئی تو ہو گا جو اس قیمتی شے کا مالک ہو گا۔"

"اس کا مالک اس دنیا سے پرلوک سدھار گیا ہے۔" سیتارام نے خلاء میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"گرو!" میں نے اس کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "اگر وہ رتن میرے قبضے میں آ گیا تو تم اس کے مالک کیسے بن جاؤ گے؟"

"تُو اپنی مرضی سے' اپنی خوشی سے وہ قیمتی چیز مجھے دان کر دے گا۔" سیتارام کا لہجہ معنی خیز تھا' اس کے ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ بے حد پُراسرار تھی۔

"اور اگر میں نے انکار کر دیا تو؟"

"تُو ایسا کچھ سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ بڑے یقین سے بولا۔ "وہی ہو گا جو جوگی سیتارام نے سوچ رکھا ہے۔"

"وشواس گھاٹ (اعتماد) کو ٹھیس پہنچے تو منش کو کسی کل چین نہیں آتا۔" میں نے دبی زبان میں قدرے ٹھوس لہجے میں جواب دیا تو سیتارام نے مجھے تیز نظروں سے گھورا' انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ بات کی گہرائی تک پہنچنا چاہتا ہو کچھ دیر مجھے ٹکٹکی باندھے گھورتا رہا پھر بڑے زہریلے لہجے میں بولا۔

aazzamm@yahoo.com

"بالک! ایک منٹ کو آنکھ بند کر کے دوبارہ کھول لے پھر فیصلہ بعد میں کر لینا۔"

میں نے اس کے کہنے کے بموجب آنکھیں بند کر لیں' دشواس گھاٹ والی بات میں نے جان بوجھ کر کہی تھی' میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ جس شدت سے مجھ پر اعتماد کر رہا تھا اس کے نتائج اس کی توقعات سے مختلف بھی ہو سکتے تھے۔ کل کیا ہونے والا تھا کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا' اس کے علاوہ بھی سیتارام نے جس لب و لہجے میں مجھے اپنی طاقت کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی وہ مجھے بھلا نہیں لگا تھا۔

میں ایک منٹ تک آنکھیں بند کئے خاموش کھڑا رہا پھر دوبارہ آنکھیں کھولیں تو حیرت سے اچھل پڑا' سیتارام کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ میں نے گھوم پھر کر دیکھا وہ کہیں نظر نہیں آیا' پھر میرے کانوں میں کسی کے تیز تیز سانسیں لینے کی آواز ابھری اور میں نے آواز کی سمت نظریں جھکا کر دیکھا تو حیرت سے اچھل پڑا۔ کچھ دیر پیشتر سیتارام نے جس سیاہ ناگ کا پھن چبانے کے بعد اس کے مردہ جسم کو جھاڑیوں پر پھینکا تھا وہی زندہ اور خطرناک انداز میں زمین پر تیزی سے بل کھا رہا تھا۔ میری نظر سانپ پر پڑی تو وہ پھن کاڑھ کر زمین سے ایک ڈیڑھ فٹ بلند ہو گیا۔ خوف کی سرد لہر میرے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ میرے ذہن میں بزرگوں کی کہی ہوئی باتیں گونجنے لگیں — سانپ اگر سو سال کا ہو جائے تو اپنی جون بدل سکتا ہے — شاید سیاہ ناگ کا پھن چبا ڈالنے کے بعد سیتارام نے بھی جون بدلنے کی ناقابل یقین قوت حاصل کر لی تھی۔ میں ابھی پھٹی پھٹی نظروں سے سانپ کو دیکھ رہا تھا جب سیتارام کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"اب آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہا ہے؟ جو فیصلہ کرنا ہے ترنت (جلدی) کر لے۔ جس انمول رتن کو پانے کی خاطر میں نے برسوں انتظار کیا اس پر صرف میرا ادھیکار ہو گا' تُو جو سوچ رہا ہے اسے من سے نکال دے۔ جوگی سیتارام نے تجھے چیلا بنایا ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی بنایا ہے۔ سیوک ہے تو سیوکوں جیسی باتیں بھی کر' دور کی سوچے گا تو بڑے خسارے میں رہے گا' جیون سے ہاتھ بھی دھو سکتا ہے۔"

وہ شاید غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ نظر آنے والے دشمن سے مقابلہ کرنا آسان ہے۔ دنیا کا کوئی قوی ہیکل پہلوان بھی ہواؤں سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس وقت بھی یہی صورت میرے پیش نظر تھی۔ جون بدلنے کے فوراً ہی بعد اگر سیتارام نے سیاہ ناگ کی شکل میں مجھے ڈس لیا ہوتا تو میں پلٹ کر پانی بھی نہ مانگ سکتا' پھر شاید میں بھی ایک لاش کی صورت

میں مردہ سانپ کے ساتھ جھاڑیوں میں آڑا ترچھا پڑا ہوتا۔

"کن وچاروں میں گم ہو گیا بالک! ابھی تو بڑے اونچے سُروں میں راگ الاپ رہا تھا۔" سیتارام کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی' وہ سانپ کی صورت میں میرے سامنے فضا میں پھن پھیلائے لہرا رہا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ اس وقت وہ مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا' نئی قوت کا مظاہرہ کر کے آئندہ کے لئے اپنا غلام بنانا چاہتا تھا' میرے لئے وہ بڑا سنہری موقع تھا' میں نے وشنو مہاراج کا جاپ کر رکھا تھا' درگا دیوی نے مجھے اس کی طاقت کے استعمال کے بہت سارے طریقے اور جنتر منتر سے آگاہ کیا تھا۔ میں ایک منتر پڑھ کر پھونک مارتا تو سیاہ ناگ اور سیتارام دونوں کا وجود جل کر راکھ ہو جاتا لیکن میں ایسا کرنے سے قاصر تھا' درگا نے سیتارام کے سلسلے میں مجھے محتاط روی کا مشورہ دیا تھا' میں خلاف ورزی کی کوشش کرتا تو اس کی مہان شکتی میرے آڑے آ جاتی' میرے پاس مصلحت سے کام لینے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا' میں نے بڑی خوبصورتی سے بات نبھائی۔

"ایک بات کہوں گرو! بُرا تو نہیں مناؤ گے۔"

"جو من میں ہے اگل دے' آج میں بہت خوش ہوں' تیری بھول چُوک بھی معاف کر دوں گا۔" اس کے جواب میں تکبر تھا۔

"میں نے تمہاری شکتی کا نیا روپ دیکھنے کے کارن جو چال چلی تھی اس میں کامیاب ہو گیا۔"

"گرو کو جُل دینے کی کوشش کر رہا ہے؟" سانپ نے لہرا کر کہا پھر زمین پر لوٹ پوٹ کر سیتارام کے روپ میں کھڑا ہو گیا' سینہ تان کر بولا۔ "ابھی تو تُو نے گرو کے ایک دو روپ ہی دیکھتے ہیں' ابھی سے چکرا گیا۔"

میں اندر ہی اندر جھلس کر رہ گیا۔ ہم باتیں کرتے ہوئے دھرم شالہ آ گئے۔ سیتارام ضرورت سے کچھ زیادہ خوش تھا' دھرم شالہ پہنچ کر اس نے بھنگ کے دو گلاس چڑھائے اور لمبی تان کر سو گیا۔ میں آنے والے کل کے بارے میں سوچنے لگا۔ جوگی نے جو کہا تھا اس کا مطلب بہت واضح تھا' اس نے صرف اپنا مقصد پورا کرنے کی خاطر مجھے راہ سے گمراہ کر کے اپنے جال میں پھانسا تھا۔ اسے یقین تھا کہ میں اس کی مطلوبہ شے حاصل کرنے کے بعد خوشی خوشی اسے بطور تحفہ دے دوں گا پھر اس کے کہنے کے مطابق میں اگر

aazzamm@yahoo.com

چاہتا تو اپنا راستہ بدل بھی سکتا تھا۔ گویا فی الحال میرا وجود میرے اپنے نہیں بلکہ جوگی سیتارام کے ہاتھ میں تھا' درگا کی عائد کردہ بندش نے مجھے اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا دیا تھا۔

مجھے اس وقت جھرنا بڑی شدت سے یاد آئی' اس نے بھی سیتارام کے اشارے پر میرے ایمان کو متزلزل کر دیا تھا پھر وہ مجھے دل سے چاہنے لگی تھی۔ جب میں ڈھاکہ میں تھا تو اس نے کہا تھا کہ جب بھی مجھے اس کی کسی قربانی کی ضرورت پڑے گی وہ بے دریغ اپنی جان پر کھیل جائے گی۔ جیل سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے بعد جب میرے رہنے کا ٹھکانا بھی چھن گیا اس وقت بھی وہی میرے کام آئی تھی۔ اس نے مجھے اپنی کمائی سے خریدے ہوئے بنگلے میں جگہ دی تھی' میری ہر طرح سے خاطر تواضع کی تھی۔ میں نے اس کے بدن سے کھیلنا چاہا' اس نے خود کو میرے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ شاید وہ مجھ سے پیار کرنے لگی تھی' میں ایک اشارہ کر دیتا تو وہ کرنل کو چھوڑ کر میرے ساتھ زندگی گزارنے پر بھی خوشی خوشی آمادہ ہو جاتی لیکن مجھے سیتارام کے کہنے پر اتنی جلدی میں ڈھاکہ چھوڑنا پڑا کہ میں اسے خدا حافظ بھی نہ کہہ سکا۔ ہو سکتا ہے اس نے میرے چلے آنے کے بعد مجھے بڑی شدت سے یاد کیا ہو؟ تنہائی میں کچھ دیر کے لئے میری یاد میں اس کی غزالی آنکھوں میں آنسو بھی چھلک آئے ہوں؟ یہ بھی ممکن ہے اس نے میری شان میں گستاخانہ جملے استعمال کئے ہوں؟ اس نے سوچا ہو کہ شاید دنیا کے سارے مرد کرنل ہی جیسے ہوتے ہوں گے' اس کے انتقام کے جذبوں میں اور طوفان آ گیا ہو؟ شاید میرے بعد اس نے طے کر لیا ہو کہ اب کسی اور مرد پر بھروسہ نہیں کرے گی؟

میں بڑی دیر تک جھرنا کے خوبصورت تصور سے کھیلتا رہا' اس کے مخملی بالوں میں ہاتھ کی انگلیوں سے کنگھی کرتا رہا' اس کے رخساروں کو چومتا رہا' اس کے ہونٹوں کے گداز سے نشہ کشید کرتا رہا' کبھی اسے اتنی شدت سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیتا کہ اس کی سانسیں گھٹنے لگتیں' وہ کسی پنچھی کی طرح پھڑپھڑانے لگتی تو میں اپنی گرفت ڈھیلی کر دیتا۔ وہ مجھے شکایت بھری نظروں سے گھورتی پھر میرے سینے کی کشادگی میں پناہ حاصل کرنے کی خاطر چھپ جاتی۔

میں جھرنا کے تصور سے کھیلتا کھیلتا کب نیند کی آغوش میں پہنچ گیا' مجھے کچھ یاد نہیں' غنودگی کا ایک جھونکا مجھے اپنے ریلے میں بہا کر لے گیا۔ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا

پھر اس وقت چونکا جب سفید ریش بزرگ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کب تک بے خبری کی حالت سے دوچار رہے گا؟ کب تک گندی نالیوں میں چھپا چھپ کرتا پھرے گا؟ اپنے وجود کی پاکیزگی کو غلاظتوں سے آلودہ کرتا رہے گا؟ کبھی اس پنجرے سے باہر نکلنے کے بارے میں بھی غور کیا ہے جس کی تیلیوں کے درمیان بند ایک کافر کے اشارے پر غٹرغوں غٹرغوں کر رہا ہے؟"

میں نے آنکھیں ملتے ہوئے بزرگ پر نظر ڈالی' اس کے چہرے پر جمال ہی جمال تھا لیکن آنکھوں میں نفرت اور حقارت کی چنگاریاں چیخ رہی تھیں۔

"مجھے احساس ہے کہ میں راستہ بھٹک گیا ہوں۔" میں نے اقرار کیا۔ "اپنی سطح سے بہت نیچے گر گیا ہوں۔"

"صرف احساس کے سہارے اپنے آپ کو کب تک فریب میں مبتلا رکھے گا..... ملعون!"

"میرے لئے فرار کے راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں۔" میں نے عاجزی کا اظہار کیا۔ "آپ مجھے ہاتھ تھام کر صحیح راستے پر لگا دیں۔"

"میرا مشورہ مانے گا؟" پہلی بار بزرگ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چوں چرا تو نہیں کرے گا؟"

"آپ حکم دیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں انکار کی جرأت نہیں کروں گا۔"

"حالات کروٹ بدل رہے ہیں' اب بھی جتنی جلدی ممکن ہو اپنا نام بدل دے۔" بزرگ نے سنجیدگی سے کہا۔ "مولوی فراست علی اور شوکت علی کی مناسبت سے برکت علی کا اسم مبارک اختیار کر لے' دو جانور بھی راہِ حق میں قربان کر دے' اسی میں تیری بھلائی ہے۔"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں کروں گا لیکن....."

"اس کافر جوگی سے نجات کا راستہ دریافت کرنا چاہتا ہے جس کے اشاروں پر گندگی کے دلدل میں اوندھے منہ گرا پڑا ہے۔" بزرگ نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"ہاں میرے عزیز! ہاں۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "آپ میرا ہاتھ تھام لیں تو ساری مشکلیں آسان ہو سکتی ہیں۔"

بزرگ نے کوئی جواب نہیں دیا' مجھے تیز نظروں سے گھورتے رہے' ان کی انگلیاں

aazzamm@yahoo.com

تسبیح کے دانوں پر چلتی رہیں۔

"آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"مشیت ایزدی کے سامنے جن و ملک سب بے بس ہیں۔" بزرگ نے گول مول انداز میں جواب دیا۔ "جو اسے منظور ہے وہ ہو کر رہے گا' دنیا کی کوئی طاقت تقدیر کے لکھے کو بدل نہیں سکتی' جوگی سیتارام بھی خوش فہمی کا شکار ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"آنے والا وقت بڑا کٹھن ہے۔" بزرگ نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "نام کی تبدیلی کی بھنک کسی اور کو نہ ہو' جو قدم بھی اٹھانا سوچ سمجھ کر اٹھانا' اس کی رضا کو شامل حال رکھنا ورنہ پھر دوسرے امتحان میں بھی فیل ہو جائے گا۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟"

"کفر کے کلے زبان سے نکالنا چھوڑ دے مرد احمق!" بزرگ نے مجھے جلالی نظروں سے گھورا۔ "کل کیا ہونے والا ہے' بجز خدا کے کوئی نہیں جان سکتا' جو دعویٰ کرتے ہیں وہ کاذب ہیں' صرف اعمال پر نظر رکھ' یہی آخرت میں کام آئیں گے۔"

"میرے محترم!" میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ "کیا آپ جانتے ہیں کہ جوگی سیتارام کو کس شے کی تلاش ہے؟"

"سارے فساد کی جڑ وہی ہے لیکن ..... میں زبان نہیں کھول سکتا ..... اجازت نہیں ہے۔"

"میری رہنمائی تو کر سکتے ہیں۔" میں نے پھر عاجزی کا اظہار کیا۔

"مجھ سے مدد مانگ رہا ہے بدبخت!" بزرگ نے خفگی سے کہا۔ "اس وقت تیری عقل پر پردے کیوں پڑ گئے تھے جب قدرت تیرا امتحان لے رہی تھی۔ موت تو برحق ہے' تُو نے موت سے ڈر کر ایک کافر کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا۔ اب بھی خدا کے بجائے میرے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہے؟"

"شیطان نے مجھے صراط مستقیم سے بھٹکا دیا تھا۔" میں نے عذر لنگ پیش کیا۔

"بکتا ہے۔" بزرگ غصے سے تھر تھر کانپنے لگے۔ "کل تک گول دائرے کھینچ کھینچ کر دیوی دیوتاؤں کی چاپلوسی میں الم غلم خرافات بکتا رہا' ان کے فریب میں الجھا رہا' آج شیطان کی بات کر رہا ہے۔"

"میں اپنی ساری غلطیاں تسلیم کرتا ہوں لیکن....." میں نے کچھ کہنا چاہا' بزرگ نے پھر میری بات کاٹ دی۔

"اگر مگر سے کام نہیں چلے گا ..... وقت کا انتظار کر' تُو نے مولی فراست علی کی بھی قدر نہ کی' اللہ کے اس برگزیدہ بندے نے تیرے ساتھ نیکی کی اور تُو غفلت کا شکار ہو گیا۔"

"کیسی غفلت؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

بزرگ نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن اسی وقت سیتارام ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔ بزرگ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میری آنکھ بھی کھل گئی۔ سیتارام مجھے، بڑی معنی خیز نظروں سے گھور رہا تھا' ان نظروں میں تجسس تھا۔

"کس سے باتیں کر رہا تھا بالک!" اس نے سرسراتے لہجے میں دریافت کیا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ شاید اس نے میرے دل کا چور پکڑ لیا تھا۔ اس کا گہری نیند سے اچانک جاگنا بھی تعجب خیز تھا۔ جن نظروں سے وہ گھور رہا تھا اس سے بھی میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہو گیا ہے۔ ممکن ہے اس نے بزرگ سے گفتگو کرتے وقت میرے ایک دو جملے سن لئے ہوں۔ یہ بھی عین ممکن تھا کہ خود درگا نے اسے بدلتے حالات سے آگاہ کر دیا ہو۔ اس نے کہا بھی تھا کہ جوگی سیتارام اس کا پرانا سیوک ہے۔ سیتارام کے مقابلے پر وہ مجھے کبھی ترجیح نہیں دے سکتی تھی۔ بزرگ کی آمد اسے بھی ضرور کھٹکی ہو گی۔ شیطانی قوتیں روز ازل سے رحمانی قوتوں کو نیچا دکھانے کی کوششوں میں برسرپیکار ہیں۔ آج دنیا کی سیاست بھی اسی ڈگر پر چل رہی ہے۔ طاغوتی قوتیں سر جوڑے ایمان والوں کو تسخیر کرنے کی خاطر نت نئے جال پھینک رہی ہیں۔ بہانے تراش تراش کر کمزور ممالک کو کفر کے جھنڈے تلے ہانکا جا رہا ہے۔ آپس میں گٹھ جوڑ ہو رہے ہیں' اپنی ہٹ دھرمی کو سچ ثابت کرنے کے لئے جھوٹ کے پلندوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ بزرگ کو میری حمایت کرتا دیکھ کر درگا نے بھی میری طرف سے نگاہیں پھیر لی تھیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں تھی۔

"چپ کیوں ہے رتن کمار!" سیتارام نے میری خاموشی محسوس کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔ "بیٹھے بیٹھے' سوتے جاگتے کہاں گم ہو جاتا ہے' کن چکروں میں گھل رہا ہے؟"

"میں جھرنا کو یاد کر رہا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

aazzamm@yahoo.com

"اوہ....." سیتارام مسکرایا۔ "اس سندری کو ابھی تک نہیں بھولا جس نے تیرے دھرم کو بھرشٹ کر دیا تھا۔"

"گرو! کیا تم وشواس کرو گے کہ وہ اس دھرتی کی پہلی عورت تھی جس نے میرے بدن کو چھوا تھا؟"

"گرو کو چکر دینے کی کوشش کر رہا ہے۔" وہ پھر سنجیدگی سے مجھے گھورنے لگا۔ "سچ سچ من کا بھید اگل دے ورنہ بہت پچھتائے گا۔"

"مجھے تم سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے سنبھل کر قدرے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

سیتارام نے میرے لہجے کی تلخی محسوس کی تو بل کھانے لگا۔ اس کی آنکھ کی پتلیوں میں سیاہ ناگ پھر کنڈلی مارے بیٹھا نظر آ رہا تھا' اس کے تیور خطرناک ہونے لگے۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب اس کے مقابلے میں کم ہمتی اور بزدلی کا ثبوت نہیں دوں گا۔ بزرگ نے سچ کہا تھا کہ موت برحق ہے' اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی' تقدیر کا لکھا بھی ہر حال میں پورا ہوتا ہے' پھر مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت تھی؟

ہمارے درمیان خاصی دیر بڑی گھمبیر خاموشی طاری رہی' سیتارام کی تیز نظریں میرے وجود کا ایکسرے کرنے میں مصروف تھیں' میں خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"رتن کمار! میرے بچڑے' سچے من سے آج جوگی کا ایک کہا مان لے۔"

"کہو۔"

"دھرم کرم اور سیاہ و سفید کے چکروں کو بھول کر میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام لے' پرنتو تیرے من میں کوئی کھوٹ نہیں ہونا چاہئے۔ میں وچن دیتا ہوں کہ تجھے ایسی ٹھوس چٹان بنا دوں گا کہ دھرتی کی کوئی شکتی تجھ سے آنکھیں بھی نہیں ملا سکے گی۔ میرا سیوک بن جا' سارا جیون عیش ہی عیش کرے گا۔ جھرنا تو چرنوں کی دھول بھی نہیں تھی' تُو میری بھگتی کا وعدہ کر لے تو اِندر کے سبھا کی اپسرائیں بھی تیرا من بہلانے کو آکاش سے زمین پر اترنے لگیں گی۔ منش ایک بار اپنے من کو مار کر مہان شکتی پراپت کر لے تو پھر اس کے راستے آسان ہو جاتے ہیں۔"

"تمہارا من بھی تو میری طرف سے صاف نہیں ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"بار بار الجھنے لگتے ہو۔"

"ہاں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "میں تیری بات سے انکار نہیں کروں گا پرنتو اس کا بھی کچھ کارن ہے۔"

"کیا کارن ہے؟" میں نے جان بوجھ کر الجھنے کی کوشش کی۔

"شانتی بالک! شانتی۔" وہ پہلو بدل کر بولا۔ "میں تجھے بار بار بدکنے کا کارن بھی بتاتا ہوں۔" اس نے تھوڑے توقف سے اپنی بات جاری رکھی۔ "پہلے میں تیرے من میں جھانک سکتا تھا' تیرے دل کا بھید جان لیتا تھا لیکن اب درمیان میں اندھیرے پھیل جاتے ہیں' میں ان ہی اندھیروں کو کھوجنے کی کوشش کر رہا ہوں' جس دن یہ اندھیرے دور ہو گئے' میرا من تیری طرف سے اجلا ہو جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے کالی کا جاپ کرنے کی وجہ سے....." میں نے ایک معقول جواز پیش کرنا چاہا۔

"نہیں رتن کمار! نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بات کاٹ کر بولا۔ "کالی کے جاپ کو درمیان میں مت گھسیٹ' دیوی دیوتاؤں کے بارے میں تُو مجھ سے زیادہ جانکاری نہیں رکھتا۔ ہاں' اگر تُو نے وشنو مہاراج کا جاپ کر لیا ہوتا تو اور بات تھی۔"

میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا' درگا نے بھی یہی کہا تھا کہ وشنو مہاراج کا جاپ پورا کرنے کے بعد سیتارام میرے دل کا بھید نہیں جان سکے گا' اب سیتارام بھی وہی بات دہرا رہا تھا۔ شاید اسی وجہ سے وہ ابھی تک بار بار اکیس دنوں کے حساب کتاب میں الجھنے لگتا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے گرو!" میں نے اسے بھٹکانے کی خاطر پوچھا۔ "کیا میں نے تم سے چھپ کر وشنو کا جاپ کر لیا ہو گا؟"

"نہیں۔" وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ "تُو ابھی اتنا بلوان نہیں ہوا ہے کہ میری نظروں سے چھپ کر کوئی کام کر سکے..... کوئی اور ہی بات ہو گی۔"

"اور کیا بات ہو سکتی ہے؟" میں نے معصومیت سے دریافت کیا۔

"ابھی جلدی مت کر۔" وہ کسمسا کر بولا۔ "سمے آنے دے' میں اپنے اور تیرے بیچ سے ان اندھیروں کو بھی دور کر دوں گا۔"

"گرو!" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کبھی کبھی میرے من میں ایک عجیب خواہش پیدا

aazzamm@yahoo.com

ہوتی ہے' میرا دل کرتا ہے کالی کے نام پر کچھ قربان کر دوں۔"

"کالی بھینٹ دینے والوں کو پسند کرتی ہے۔" سیتارام نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "پر ابھی تیرا کالی کے مندر میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"میں ذرا پنڈت رام کشن سے دو دو ہاتھ کر لوں اس کے بعد میں تیرے ساتھ ایودھیا چل کر کالی کے چرنوں میں بھینٹ دوں گا۔"

"کیا بھینٹ دینے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے؟"

"اپنے من کی خوشی پوری کرنے کے لئے تُو کالی کے نام پر دو بکرے کہیں اور بھی بھینٹ کر سکتا ہے۔ دیوی من کا بھید جانتی ہے' وہ تیری بھینٹ اوش سویکار کر لے گی۔"

"کیا دو بکرے ضروری ہیں؟" میں نے خاص طور پر دو بکروں کے حوالے پر اپنا شبہ دور کرنے کی خاطر سیتارام کو ٹٹولنے کی کوشش کی' میں جاننا چاہتا تھا کہ کہیں وہ بزرگ کی آمد سے واقف تو نہیں ہو گیا تھا۔

"تُو نے نیند کی حالت میں دو بکروں کی ہی بات کی تھی اس لئے دو ہی کر ڈال۔" اس نے مسکرا کر ایسے لہجے میں جواب دیا کہ میں اس کا بھید نہیں سمجھ سکا' جس انداز میں وہ مسکرایا تھا وہ بھی مجھے کھٹکا تھا لیکن میں نے مزید کریدنے کی کوشش نہیں کی۔

میری خواہش پر دھرم شالہ کے مالک نے اسی وقت آدمی بھیج کر دو بکرے منگا دیئے' میں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے خدا کا نام لے کر قربان کیا اور بزرگ کی ہدایت پر اپنا نام برکت علی رکھ لیا۔ سیتارام بھی میری خوشی میں پیش پیش رہا۔ بکروں کی قربانی کے وقت وہ اپنے دھرم کے مطابق کچھ اشلوک پڑھتا رہا لیکن نہ جانے کیوں میرا دل اس کی طرف سے صاف نہیں ہوا۔ اس کا خاص طور پر دو بکروں کو قربان کرنے کا مشورہ رہ رہ کر مجھے الجھا رہا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ بزرگ کا بھید جان چکا تھا لیکن کسی وجہ سے اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔ شاید وہ اندھیرے میں رکھ کر کوئی چال چلنا چاہتا ہو گا۔ جو کچھ میں سوچ رہا تھا وہ میرا وہم بھی ہو سکتا تھا۔

اس روز ہم نے دھرم شالہ میں ہی سارا وقت گزارا۔ کئی پنڈت پجاری سیتارام سے ملنے کو آتے رہے' شاید پجاری پنّا لال نے اس کے الہ آباد آنے کی خبر پھیلا دی تھی' ہو سکتا ہے کسی اور ذریعے سے لوگوں کو اس کے آنے کی بھنک مل گئی ہو۔ وہ رات بھی

سکون سے گزر گئی لیکن دوسری صبح ابھی ہم پوری طرح بیدار بھی نہیں ہوئے تھے کہ دھرم شالہ کے مالک نے ہمیں جگا دیا۔

"مہاراج!" اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میں تمہاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا پر نتو پنّا لال کہہ رہا تھا کہ اسے جلدی ہے۔ وہ تمہارے لئے گنیش دیوتا کے مندر سے پنڈت کرم چندر مہاراج کا کوئی سندیس (پیغام) لایا ہے۔"

پنڈت کرم چندر کا نام سن کر سیتارام کی نیند اچاٹ ہو گئی' وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں تجسس جاگ رہا تھا۔ میں بھی کرم چندر کا نام سن کر چونکا۔ پنّا لال نے پہلی ملاقات میں یہی اطلاع دی تھی کہ رام کشن گنیش کے مندر میں پنڈت کرم چندر کے ساتھ ٹھہرا ہے اور اب وہ کرم چندر کا پیغام لے کر سیتارام کے پاس آیا تھا' گویا رام کشن کو بھی سیتارام کی آمد کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔

میں نے سیتارام کی طرف دیکھا' وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا' اس کے تیور بتا رہے تھے کہ اس وقت اسے پنّا لال کا آنا ناگوار گزرا تھا۔

"تم کہو تو میں اسے ٹال دوں۔" دھرم شالہ کے مالک نے کہا۔ "کہہ دوں کہ دوپہر یا شام کو دوبارہ چکر لگا لے۔"

"نہیں۔" سیتارام نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "بات اگر پجاری پنّا لال کی ہوتی تو میں اس نیچ ذات سے ملنے کو انکار کر دیتا لیکن وہ پنڈت کرم چندر کا سندیس لے کر آیا ہے تو میں اس سے ضرور ملوں گا۔"

"گرو!" میں نے سیتارام کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔ "آج تو مجھے اپنے دل کی بھی حسرت پوری کر لینے دو' کب تک ہاتھ باندھے تمہارے پیچھے پیچھے چلتا رہوں گا۔"

"چنتا مت کر رتن کمار! میں تجھے شکتی آزمانے کا موقع ضرور دوں گا لیکن ابھی نہیں۔" سیتارام نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اس سے وہ کرم چندر کا سندیس لایا ہے اس لئے تیرا اس کا مچیٹا (ٹکراؤ) ٹھیک نہیں ہو گا' تُو درمیان میں آ گیا تو پھر کرم چندر کو بھی ایک بہانہ مل جائے گا' میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے اور رام کشن کے بیچ آئے۔"

ہم دھرم شالہ سے باہر آئے تو پجاری پنّا لال ہمارا منتظر تھا' سیتارام کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ ابھری وہ بڑی معنی خیز تھی' اس نے جس انداز میں ہاتھ باندھ کر "پرنام مہاراج" کہا تھا وہ بھی چڑانے والا اور تضحیک آمیز تھا۔ سیتارام نے بڑے ضبط کا

مظاہرہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"اتنے سویرے کیسے آنا ہوا۔ کیا رات کو چین کی نیند نہیں آئی؟"

"میں تو ہمیشہ پاؤں پسار کر اور لمبی تان کر سونے کا عادی ہوں جوگی مہاراج!" پنا لال نے بدستور الفاظ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہارے لئے پنڈت کرم چندر مہاراج کا ایک پیغام لایا ہوں' اسی بہانے صبح صبح تمہارے درشن بھی نصیب ہو گئے۔"

"کیا سندیس لایا ہے؟" سیتارام نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"مہاراج نے تمہیں پرنام بھیجا ہے۔" پنا لال نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "مہاراج کا کہنا ہے کہ وہ تمہارے اور رام کشن کے بیچ کوئی دنگا فساد پسند نہیں کریں گے۔ اگر تم اور رام کشن' مہاراج کی موجودگی میں بیٹھ کر آپس میں صلح صفائی کر لو تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

"میں پنڈت کرم چندر کو بڑا مانتا ہوں' اس کی عزت بھی کرتا ہوں لیکن رام کشن....." سیتارام کی پیشانی شکن آلود ہونے لگی۔ "میں اس گھمنڈی کے ساتھ صرف ایک ہی فیصلہ کر سکتا ہوں' وہ میری بات مان لے' میرا اس کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"

"اور اگر پنڈت نے تمہاری بات سے انکار کر دیا تو؟"

"جب وہ انکار کرے گا تب دیکھا جائے گا۔" سیتارام کی تیوری پر بل آنے لگے۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ پجاری پنا لال جوگی سیتارام کو اشتعال دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ایک بار اور سوچ بچار کر لو جوگی مہاراج!" اس نے پھر مرچ مصالحہ لگا کر کہا۔ "مجھے بھی جلدی نہیں ہے' پنڈت مہاراج نے بھی رات تک تمہارا جواب مانگا ہے۔"

"تم مشورہ دینے والے کون ہوتے ہو؟" میں چپ نہ رہ سکا۔ "جو جوگی مہاراج نے کہا ہے وہی جا کر پنڈت کرم چندر سے کہہ دو' تمہاری چھٹی ہو جائے گی۔"

"تم کون ہو مہاشے!" پنا لال نے مجھے بڑی حقارت سے دیکھا۔ "تمہارا شبھ نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"پنا لال!" سیتارام نے مٹھیاں بھینچ کر کرخت آواز میں کہا۔ "سوکھی لکڑیوں کو آنچ دکھانے کی بھول مت کر۔ خاموشی سے چلا جا' اسی میں تیری کشل ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

"تم جانو۔" پنا لال نے مجھے گھورتے ہوئے سیتارام سے کہا۔ "میں تمہارا سندیس پہنچا دوں گا لیکن ایک بنتی بھی کروں گا۔ اپنے جانوروں کے گلے میں پٹا ڈال کر رکھا کرو ورنہ....."

"اپنی اوقات میں رہ کر بات کر۔" سیتارام گرج کر بولا۔ "دم دبا کر چلا جا نہیں تو....."

"نہیں تو کیا کرو گے تم؟" پنا لال نے بھی پھیلنے کی کوشش کی لیکن پھر جو کچھ ہوا اس نے مجھے بھی چونکا دیا' پنا لال بھی بلبلانے لگا۔

جوگی سیتارام نے پنا لال کے منہ پر تھوک دیا' جس کے نتیجے میں پنا لال کا چہرہ جگہ جگہ سے سیاہ پڑنے لگا۔ ان سیاہ حلقوں پر بڑے بڑے آبلے بھی تیزی سے ابھرنے لگے۔ شاید شیش ناگ کے قاتل زہر کی تاثیر بھی سیتارام کے خون اور پسینے میں شامل ہو گئی تھی۔

"اپنا یہ مکروہ چہرہ پنڈت رام کشن کو بھی ضرور دکھا دینا' اسے بھی میرا سندیس پہنچ جائے گا۔" سیتارام نے سفاک لہجے میں کہا تو پنا لال چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر چیختا ہوا بھاگ نکلا' میری حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

دھرم شالہ کا مالک بھی بت بن گیا' اسے بھی جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

☆------☆------☆

بارود نے آگ پکڑ لی تھی۔ سیتارام نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے دشمن کو بھی ہوشیار کر دیا' میں درمیان میں نہ بولتا' پجاری پنا لال مجھے لال پیلی نظروں سے نہ دیکھتا' میرے لئے نازیبا جملہ استعمال نہ کرتا تو شاید بات بھی نہ بگڑتی۔ دوسری غلطی بھی پنا لال ہی کی تھی وہ سیتا سے بھی بھڑنے کی حماقت کر بیٹھا تھا۔

کچھ دیر تک سب ہی گم صم کھڑے رہے پھر دھرم شالہ کے مالک نے دبی زبان میں کہا۔

"سیتارام! تم نے پنا کو کشٹ دے کر ٹھیک نہیں کیا' وہ نچلا نہیں بیٹھے۔ اس کا پولیس والوں کے ساتھ بڑا خاص یارانہ ہے' گنیش کے مندر جانے کے بجائے وہ سیدھا کوتوالی ہی جائے گا۔"

"تُو چنتا مت کر' جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" سیتارام نے بظاہر لاپرواہی سے جواب دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر بھی تفکرات کے تاثرات پھیل کر گہرے

aazzamm@yahoo.com

ہونے لگے تھے۔

"پنا جو کچھ بھونک رہا تھا وہ سچ نہیں ہو گا۔" دھرم شالہ کے مالک نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "میں کئی بار پنڈت کرم چندر کے پرنام کی خاطر گنیش کے مندر جا چکا ہوں' وہ بھلا مانس ہے' دوسروں کے جھگڑے میں کبھی ٹانگ نہیں پھنساتا' سب ہی اس کے گن گاتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے گرو!" میں نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "میں اگر درمیان میں نہ بولتا تو....."

"تو مجھے تجھ سے ہمیشہ شکایت رہتی۔" سیتارام بات کاٹ کر سنجیدگی سے بولا۔ "اس کمینے بدذات نے تیرے گرو کا اپمان کیا تھا ..... تُو نے جو کچھ کیا ..... غلط نہیں کیا ..... جو ہوا اسے بھول جا ..... اب جو ہو گا اس کی چنتا نہ کر۔"

"میں جا کر کھوج نکالتا ہوں' تم ادھر دھرم شالہ میں ہی نشچنت ہو کر آرام کرو۔" دھرم شالہ کا مالک اپنا جملہ مکمل کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

سیتارام واپس اپنے کمرے میں آ گیا' اس کے چہرے پر غور و فکر کے گہرے تاثرات مسلط تھے' وہ ٹکٹکی باندھے خلاء میں گھور رہا تھا پھر اس نے اپنی آنکھ بند کر کے ٹھوڑی سینے سے لگا دی۔ اس کے ہونٹ تیزی سے حرکت کرنے لگے۔ میں خاموش بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ سیتارام نے پنا لال کو جو سزا دی تھی وہ نامناسب تھی' خود سیتارام نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ادیتی دیوی کا جاپ کرنے والے کی شکتی اپرم پار ہوتی ہے۔ اسے علم تھا کہ پنڈت کرم چندر نے ادیتی جاپ کر رکھا تھا' ایسی صورت میں اسے چھیڑنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ رام کشن نے اگر اس کے ساتھ مندر میں پناہ لے رکھی تھی تو پھر کرم چندر اسے سیتارام کے ہاتھوں شکار ہوتا دیکھ کر خاموش بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

میں ذہنی ورزش کر رہا تھا' جب سیتارام نے گردن اٹھا کر آنکھیں کھول دیں' بڑے اعتماد سے بولا۔

"میرا منتر ٹھیک ہی کہہ رہا تھا' پنا لال نے مجھے بھڑکانے کے کارن الٹی سیدھی بات کی تھی۔"

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں ابھی پنڈت کرم چندر کے من میں جھانک رہا تھا۔" سیتارام نے بڑے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "اس کے من میں میری طرف سے کوئی میل نہیں ہے۔ پنا حرامی نے جان بوجھ کر بات کا بتنگڑ بنا دیا' بات کیول اتنی تھی کہ پنڈت کرم چندر نے مجھے بھوجن ساتھ کرنے کی دعوت دی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا کرم چندر تمہارے اور رام کشن کے معاملے میں چپکا بیٹھا رہے گا۔"

"بیاکل کیوں ہو رہا ہے بالک! سمے آنے دے تجھے گرو کی شکتی کا اندازہ بھی ہو جائے گا' میں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں' جیون تیاگ کر دیوی دیوتاؤں کی بھگتی قبول کی ہے' اتنے جاپ کئے ہیں کہ اب یاد بھی نہیں رہا۔"

"گرو!" میں نے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تم نے بھی ادیتی دیوی کا جاپ کر رکھا ہے؟"

سیتارام نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا پھر اس سے پیشتر کہ ہمارے درمیان کوئی بات ہوتی ایک پولیس انسپکٹر چار مسلح اور باوردی سپاہیوں کے ساتھ تیزی سے اندر داخل ہوا۔ اس نے ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کر رکھی تھی' اس کے چاروں ماتحت بھی پوری طرح چوکس تھے۔

"تم دونوں میں جوگی سیتارام کون ہے؟" انسپکٹر نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔

"میں....." سیتارام نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "میں ہوں جوگی سیتارام۔"

"پجاری پنا لال سے واقف ہو؟" انسپکٹر کے تیور اور بگڑنے لگے۔

"تم اپنے آنے کا کارن بیان کرو؟" سیتارام نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"آم کھانے سے مطلب رکھو' پیڑ گننے سے کچھ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"میں تمہیں پجاری پنا لال پر قاتلانہ حملہ کرنے کے جرم میں گرفتار کرنے آیا ہوں۔" انسپکٹر نے برہمی کا اظہار کیا۔

"پنا لال سے میری بات خراب ہوئی تھی۔" میں درمیان میں بول اٹھا۔ "گرو کا کوئی دوش نہیں ہے؟"

"اوہ....." انسپکٹر نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "تو تم بھی برابر کے شریک

aazzamm@yahoo.com

ہو؟"

"جو کچھ کیا تھا میں نے کیا تھا۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"رتن کمار!" سیتارام نے مجھے حیرت سے گھورا۔ "یہ تو کیا اناپ شناپ بکنے لگا؟"

"پولیس کی نظروں میں دھول جھونکنے کی کوشش مت کرو۔" انسپکٹر نے گرج کر کہا۔ "تم دونوں کو میرے ساتھ کوتوالی چلنا ہو گا' تمہیں جو کچھ کہنا ہے عدالت کے روبرو کہنا' سچ کیا ہے یہ پنّا لال کے بیان پر منحصر ہے۔"

میرا خیال تھا کہ جوگی سیتارام گرفتاری دینے پر آمادہ نہیں ہو گا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ وہ انسپکٹر کی بات سن کر خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا' اس کے ہونٹوں پر جو معنی خیز مسکراہٹ ابھری مجھے اس میں بھی کئی خطرناک طوفان مچلتے نظر آ رہے تھے۔ انسپکٹر نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا' وہ آگے بڑھا تو سیتارام نے ہاتھ اٹھا کر بڑی نرمی سے کہا۔

"تم بھی شانت رہو انسپکٹر! اور جوگی سیتارام کو بھی چھیڑنے کی غلطی مت کرو۔ ہم تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہیں لیکن ایک شرط پر۔ تم یا تمہارا کوئی کارندہ ہمارے شریر کو ہاتھ لگانے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"ورنہ کیا ہو گا؟"

"بات بگڑ جائے گی۔" سیتارام نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "تم نے عدالت کی بات کی ہے تو پھر سب کچھ عدالت پر ہی چھوڑ دو۔ زیادہ تیس مار خان بننے کی بھول مت کرو' ہم لوہے کے کھلونوں سے نہیں ڈرتے ..... سن رہے ہو' میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

"مجرم کو ہتھکڑی لگانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔" انسپکٹر نے سیتارام کے جواب پر تلملا کر کہا۔ "تم نے مزاحمت کی کوشش کی تو ہمارے پاس اور بھی بہت سارے طریقے موجود ہیں۔"

"کیا تمہیں ہماری زبان پر وشواس نہیں ہے؟" میں پھر بول پڑا۔

"تُو چپ رہ بالک!" سیتارام نے مجھے ٹوکا پھر انسپکٹر کو گھور کر بولا۔ "ہم پنڈت پجاریوں سے چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں ہوتی' اپنے کھلونوں سے ہمیں ڈرانے کی کوشش مت کرو۔ ضد کرو گے تو پھر ہمیں بھی ہاتھ پاؤں ہلانا پڑے گا۔"

"پولیس کو دھمکی دے رہا ہے؟" ایک مسلح سپاہی نے کڑک کر کہا پھر اس نے

رائفل تان کر آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ سیتارام نے کچھ پڑھ کر اس کی طرف ہلکی سی پھونک ماری' سنتری ہوا میں قلابازی کھاتا ہوا دور جا کر گرا' رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

انسپکٹر کے علاوہ دوسرے سنتری بھی ششدر رہ گئے۔

"ہم نے کہا تھا نا انسپکٹر! ہم سے چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں ہو گی۔" سیتارام نے انسپکٹر کو سپاٹ لہجے میں مخاطب کیا۔ "اب کیا وچار ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" انسپکٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "ہم تم کو ہتھکڑی پہنانے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن ایک بات تم بھی ذہن نشین کر لو' اگر تم نے کوئی ڈرامہ کرنے کی غلطی کی تو پھر ہمیں بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینا پڑے گا۔"

"ہماری گرفتاری کا پروانہ ہے تیرے پاس؟" اچانک سیتارام نے ایک قانونی سوال اٹھا دیا۔

"نہیں ..... لیکن حالات کی سنگینی کے پیش نظر ہم بغیر وارنٹ بھی تمہیں گرفتار کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر نے ایک معقول جواز پیش کیا۔ "پجاری پنّا لال کا بیان' اس کے چہرے پر تشدد کے نشانات ہی تمہیں سزا دلوانے کے لئے بہت کافی ہوں گے۔"

"جاگتے میں سندر سپنے دیکھ رہا ہے ..... شاید ابھی تک ہم جیسے بھگتوں سے تیرا پالا نہیں پڑا۔" سیتارام انسپکٹر کو گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر پڑا ہوتا تو اتنے بڑے بڑے شبد بولنے کی بھول کبھی نہ کرتا۔"

دور فرش پر پڑا ہوا سنتری وردی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا' اس نے رائفل اٹھا کر دوبارہ پوزیشن سنبھال لی تھی لیکن اب خوف اس کے چہرے سے عیاں تھا' دوسرے سپاہی بھی خاموش کھڑے تھے۔

"بول چکے اپنی زبان یا اور بھی کچھ کہنا ہے؟" انسپکٹر نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"ابھی تُو نوجوان ہے بالک! قصور بھی تیرا نہیں' تیرے شریر میں دوڑتے ہوئے گرم گرم خون کا ہے لیکن جوگی کی ایک بات گانٹھ سے باندھ لے' دوبارہ کسی جوگی سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی بھول کبھی مت کرنا' کسی کی نظروں میں تیری طرف سے میل آ گیا تو پھر تیری کھاٹ کھڑی ہونے میں دیر بھی نہیں لگے گی۔"

"چھوڑو گرو!" میں نے بات ختم کرنے کی کوشش کی۔ "اب جو بات ہو گی وہ

عدالت میں ہو گی۔"

سیتارام نے نظریں گھما کر میری طرف دیکھا پھر مسکراتا ہوا دھرم شالہ سے باہر آ گیا جہاں جیپ کے ساتھ ایک وین بھی کھڑی تھی' دو مسلح سپاہی وین کے پاس بھی موجود تھے' ہمیں باہر نکلتا دیکھ کر وہ بھی چوکس ہو گئے۔ انسپکٹر نے ہمیں وین کے پچھلے حصے میں بیٹھنے کو کہا۔ سیتارام نے خاموشی سے اس کی بات مان لی۔ ہم وین میں سوار ہوئے تو دو مسلح سپاہی ہمارے ساتھ پیچھے بیٹھ گئے' وین چل پڑی۔

☆======☆======☆

aazzamm@yahoo.com

سیتارام کسی گہری سوچ میں غرق تھا' اس کے چہرے سے کسی قسم کی پریشانی مترشح نہیں تھی' بڑا پُرسکون نظر آ رہا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت بھی اس کا شیطانی ذہن حالات سے نبٹنے اور دشمنوں کو زیر کرنے کے منصوبے بنا رہا ہو گا۔ کوئی نہ کوئی گہری سازش ترتیب دے رہا ہو گا۔ میں اس کے ہتھکنڈوں سے خاصی حد تک واقف ہو چکا تھا۔ وہ ٹھنڈی پالیسی پر عمل کر کے دوررس نتائج حاصل کرنے کا عادی تھا البتہ جہاں گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے وہاں انگلی ٹیڑھی کرنے کے فن سے بخوبی واقف تھا۔ شکار کو اس طرح اپنے جال میں پھانستا تھا کہ وہ پھڑپھڑانے کے سوا فرار کا کوئی راستہ تلاش نہ کر سکے' میرے سلسلے میں بھی اس نے ایسی ہی حکمت عملی آزمائی تھی اور کامیاب رہا تھا۔

پنالال کے منہ پر تھوکنے کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا لیکن کرم چندر کے من کا حال جاننے کے بعد بڑا مطمئن ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی اس کے چہرے پر پریشانی یا الجھن کے کوئی تاثرات نہیں تھے لیکن میں ضرور تلملا رہا تھا۔ جھرنا کے ساتھ کرنل کے اسٹوڈیو سے میرے گناہ کی جو داستان شروع ہوئی تھی اب کوتوالی تک پہنچنے والی تھی۔ پولیس مجرموں کو بدنام کرنے اور ان کی تشہیر کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتی پھر ایسے لوگوں کا معاشرے میں کوئی مقام باقی نہیں رہتا۔ میں بھی یہی غور کر رہا تھا کہ اگر بدنامی کا یہ داغ بھی میرے دامن پر آ گیا تو میرا مستقبل بھی داؤ پر لگ جائے گا۔

"اب چنتا کرنا چھوڑ دے' شانت ہو جا رام بھلی کرے گا۔"

میں سیتارام کی بات سن کر چونکا' بہت عرصے بعد اس نے میرے دل کا چور پھر پکڑ لیا تھا' ممکن ہے کہ میرے چہرے کے تاثرات چغلی کھا رہے ہوں' میں نے سنبھل کر سیتارام کو غور سے دیکھا۔ پولیس والوں کے سامنے ایک بار خم ٹھونکنے کے بعد دوبارہ بزدلی یا گھبراہٹ کا اظہار مناسب نہیں تھا' میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔

aazzamm@yahoo.com

"چنتا کس بات کی گرو! چنتا وہ کرے جس نے کوئی پاپ کیا ہو' دوشی ہو' ہم تو دیوی دیوتاؤں کی بھگتی کرنے والے ہیں۔"

"اچھا بولنے لگا ہے۔" سیتارام مسکرا دیا۔ "اسی طرح چکا کر۔"

راستے میں ہمارے درمیان اسی قسم کی بات ہوتی رہی' انسپکٹر ہمارے تیور بھی دیکھ چکا تھا' اسے سیتارام کی شکتی کا بھی اندازہ ہو چکا تھا اس لئے اس نے سپاہیوں کو منع کر دیا تھا کہ وہ راستے میں خاموش ہی رہیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ہماری باتیں سن کر دونوں پولیس والے بار بار کسمسا کر پہلو بدل رہے تھے لیکن انہوں نے گرمی دکھانے کی حماقت نہیں کی تھی۔

ہمیں اسی وقت ایک مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر کے چار روز کا ریمانڈ حاصل کر لیا گیا۔ مجسٹریٹ ہندو تھا اس لئے اس نے پولیس کے اصرار کے باوجود ریمانڈ کی مدت بڑھانے کی بات نہیں مانی تھی۔ انسپکٹر تلملا کر رہ گیا۔ کوتوالی پہنچ کر وین رکی تو میں سیتارام کا ہاتھ تھما کر نیچے اترا' بہت سارے راہ گیروں کی نظریں ہماری سمت اٹھنے لگیں۔ میں نے نظریں پھیر لیں۔ انسپکٹر کے حکم پر ہمیں سلاخوں کے کٹہرے کے پیچھے پہنچا دیا گیا۔ سیتارام نے حوالات میں پہنچ کر اس طرح سکون کا لمبا سانس لیا جیسے اسے اپنی گمشدہ منزل مل گئی ہو پھر اس نے ایک لمحے کے لئے ماحول کا جائزہ لیا اور آلتی پالتی مار کر ننگے فرش پر بیٹھ گیا۔

دو گھنٹے بعد ایک ڈی ایس پی سینہ تانے بید ہلاتا کوتوالی پہنچا تو سارا ماتحت عملہ چوکس نظر آنے لگا۔ ہمیں حوالات سے نکال کر اس کے سامنے ایک کمرے میں پیش کیا گیا۔ چار سنتری بندوق اور سنگینیں تانے ہماری پشت پر تعینات تھے لیکن سیتارام کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی کے تاثرات نہیں تھے۔ میں بھی خود کو نڈر ظاہر کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

ڈی ایس پی صورت شکل سے ہی سخت گیر طبیعت کا مالک نظر آ رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر بھی اس کے برابر ہاتھ باندھے کھڑا تھا' ڈی ایس پی بڑی دیر تک باری باری ہم دونوں کو گھورتا رہا' شاید ہمیں اپنی دہشت سے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سیتارام نے خود سے گفتگو کی پہل کرنے کی غلطی نہیں کی لیکن اس کی نظریں بھی ڈی ایس پی کے چہرے پر ہی مرکوز تھیں۔

"پجاری پنّا لال کو جانتے ہو؟" ڈی ایس پی نے جس کا نام کیلاش ناتھ تھا' گفتگو کا

آغاز کیا' اس کا لہجہ تیکھا اور دھمکا آمیز تھا۔

"ہاں' وہ ہمارا پرانا سیوک ہے۔" سیتارام نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"کوئی پرانی دشمنی تھی اس کے ساتھ؟" کیلاش ناتھ نے تیور بدل کر دوسرا سوال کیا۔

"ہم پنڈت پجاریوں کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہوتی۔" سیتارام نے نرمی سے کہا۔ "دشمنی وہاں جنم لیتی ہے جہاں من میں کوئی کھوٹ ہو' منش کو کوئی لالچ ہو' جو جیون تیاگ دیتے ہیں انہیں دنیا والوں سے کیا لینا دینا۔"

"تم نے پنّا لال پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا تھا؟"

"انسپکٹر بول چکا ہے اپنی زبان۔" سیتارام نے انسپکٹر کو نفرت سے گھور کر جواب دیا۔

"سچ کیا ہے اور جھوٹ کون بول رہا ہے اب اس کا فیصلہ عدالت ہی کرے گی۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" کیلاش نے بید جھٹک کر قدرے سخت لہجہ اختیار کیا۔ "ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق تم نے پجاری پنّا لال کے چہرے پر تیزاب پھینکا تھا' خود اس نے بھی یہی رپورٹ درج کرائی ہے۔"

"اس نے تیزاب پھینکنے کا کارن بھی ضرور بتایا ہو گا۔" سیتارام مسکرا دیا پھر یکلخت اس کے لہجے میں کرختگی آ گئی۔ "ہمارا سمے مت برباد کرو مہاشے! ہمیں جو کہنا ہے اب عدالت ہی میں کہیں گے۔"

"تم دونوں عادی مجرم معلوم ہوتے ہو' شرافت سے زبان نہیں کھولو گے' کیوں؟"

سیتارام نے کوئی جواب نہیں دیا' غصے سے نچلا ہونٹ کاٹنے لگا۔

"تم کچھ بھی کر لو جوگی مہاراج! مگر سزا سے نہیں بچ سکو گے۔" کیلاش ناتھ الفاظ چباتے ہوئے طنزیہ انداز میں غصہ دلانے کی کوشش کی۔

سیتارام خاموش ہی رہا لیکن اس کی نظریں بدستور ڈی ایس پی کے چہرے پر جمی رہیں۔

"تم بیان نہیں دو گے تو ہم اپنا من پسند بیان لکھ کر تمہارا انگوٹھا لگوانے کی شکتی بھی رکھتے ہیں۔" کیلاش ناتھ نے بگڑے ہوئے تیور سے کہا۔ "سنا تم نے' میں نے کیا کہا؟"

"شکتی کی باتیں مت کر مورکھ!" سیتارام نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "بات اگر شکتی کی شروع کی گئی تو پھر تیری لٹیا بھی ڈوب جائے گی' جوگی سیتارام کی آنکھیں چاروں

aazzamm@yahoo.com

جوگی کا ہاتھ تھام کر دیکھ' دھرتی کے نیچے اور آکاش کے اوپر کیا ہے' سب کچھ تجھے بھی نظر آنے لگے گا۔"

میں ہونٹ چبا کر رہ گیا' سیتارام بھی پاؤں پسار کر اطمینان سے لیٹ گیا۔

دوپہر کو ہمیں کھانا دیا گیا لیکن سیتارام نے کھانے سے انکار کر دیا۔ رات کے کھانے کو بھی اس نے ٹھوکر مار کر الٹ دیا' مجھے بھی بھوکا رہنا پڑا۔ اس کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ سیتارام کسی گہری سوچ میں غرق تھا اس لئے میں نے اسے کریدنا مناسب نہیں سمجھا البتہ میرا ذہن بار بار مجھے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کوئی خطرناک جال بننے میں مصروف ہے۔

رات بھیگنے لگی تو سیتارام کے خراٹوں کی آواز حوالات میں گونجنے لگی' وہ کمبل تانے بڑے سکون سے سو رہا تھا' میں نے بھی سونے کے ارادے سے اپنی جگہ بنا لی' پہرے پر موجود پولیس والے بھی اونگھنے لگے تھے' بھوک کی شدت مجھے نڈھال کر رہی تھی لیکن دانشوروں کا یہ قول غلط نہیں ہے کہ تھکے ماندے انسان کو پھانسی کے پھندے پر بھی نیند آ جاتی ہے' میں بھی کچھ دیر کروٹیں بدلنے کے بعد نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا۔

میں کتنی دیر بے خبر رہا مجھے یاد نہیں لیکن اس وقت میرا ذہن دوبارہ بیدار ہو گیا جب سفید ریش بزرگ کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"برکت علی! تمہاری آزمائش کا وقت قریب آ رہا ہے' آنکھیں کھلی رکھنا' غافل ہو گئے تو پھر نجات کا کوئی راستہ باقی نہیں رہے گا۔"

"میں سمجھا نہیں میرے عزیز!" میں نے عاجزی سے درخواست کی۔ "میں نے پہلے بھی گڑگڑا کر یہی کہا تھا کہ آپ ہاتھ تھام کر سیدھے راستے پر لگا دیجئے۔"

"میرے پاس وقت کم ہے۔"

"آپ نے نظریں پھیر لیں تو میں اندھیروں میں بھٹکتا رہوں گا۔"

"اب بھی تم اندھیروں میں ہی بھٹک رہے ہو۔" بزرگ نے کہا۔ "ایک بار صراط مستقیم سے انسان کے قدم ہٹ جائیں تو پھر سنبھلنا مشکل ہوتا ہے لیکن تمہارے پاس ایک آخری موقع ہے' اگر تم نے دور اندیشی سے کام نہ لیا' اسے بھی گنوا دیا تو پھر تاریکی ہی تمہارا مقدر بن جائے گی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا۔" میں نے انکساری سے کام لیا۔ "آپ خدا کے

برگزیدہ بندے ہیں' میں آپ سے رہنمائی کی التجا کرتا ہوں۔"

"مولوی فراست علی اور ان کی نوازشوں کو یاد رکھنا۔" بزرگ نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں فی الحال اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"میرے محترم!" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے یاد ہے' ایک بار کسی دیوانے ملنگ نے بھی اشاروں کنایوں میں یہ بات کہی تھی کہ دادا جان میری مدد کو ضرور آئیں گے لیکن وہ اپنے آٹے پانی اور تولہ' ماشہ رتی کے حساب میں الجھ گئے ہیں۔"

"وہ بھی خدا کا ایک محبوب بندہ تھا' اس نے غلط نہیں کہا تھا۔" بزرگ نے تسبیح کے دانوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کبھی کبھی بزرگوں کے قدم بھی لڑکھڑا جاتے ہیں' ایک رتی برابر بھول بھی انسان کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائے تو اس کا بھی حساب کتاب ہوتا ہے۔ مولوی فراست کی روح تمہاری مدد کو نہیں آ سکی تو اس کی بھی یہی وجہ ہے۔ میں ان ہی کی ایما پر تمہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کر رہا ہوں لیکن مجھے کھل کر کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"اور آپ کے اشارے میری سمجھ میں نہیں آ رہے۔" میں الجھنے لگا۔

"میری بات پر غور کرنا' آگے جو اس کی مرضی۔" بزرگ نے آسمان کی سمت دیکھ کر کہا پھر بولے۔ "وہ کسی بھی وقت آ جائے گا' اس کی موجودگی میں مجھے کراہت کا احساس ہوتا ہے۔"

"آپ ..... آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

بزرگ نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن پھر اچانک نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔ بزرگ کا ایک ایک جملہ میرے ذہن پر گونج رہا تھا۔ انہوں نے خاص طور پر دادا جان کی نوازشوں کو یاد رکھنے کا حوالہ دیا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اپنے ماضی کو کریدنے لگا لیکن کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ پہرے پر موجود صرف ایک سپاہی دیوار سے ٹیک لگائے لمبی لمبی جماہیاں لے کر خود کو بیدار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا' باقی اِدھر اُدھر پڑے خراٹے لے رہے تھے' میرا ذہن الجھنے لگا۔

حالات نے مجھے غلط راستوں پر ڈال دیا تھا۔ میں نے سیتارام اور درگا کے اکسانے پر کالی اور وشنو مہاراج کے جاپ بھی کئے تھے' مہان شکتی بھی حاصل کر لی تھی' آذر سے رتن کمار بن گیا تھا لیکن میری روح پوری طرح آلودہ نہیں ہوئی تھی' آلودہ ہو گئی ہوتی تو

aazzamm@yahoo.com

میں رتن کمار سے دوبارہ برکت علی کبھی نہ بنتا۔

طاقت کا نشہ دنیا کے ہر نشے سے زیادہ تیز ہوتا ہے' میں پوری طرح بھٹک گیا ہوتا تو سفید ریش بزرگ نے بھی میری رہنمائی کی کوشش نہ کی ہوتی۔ جن کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے' جن پر توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں وہ گمراہی کے دلدل سے نکلنے کے بارے میں غور بھی نہیں کرتے' خدا کے وجود سے بھی منکر ہو جاتے ہیں لیکن میرے سیہ خانۂ دل میں نور کی ایک شمع کہیں ضرور ٹمٹما رہی تھی جو بزرگ کی آمد سے بھڑکنا شروع کر دیتی تھی۔ میری سرگزشت پڑھنے والے گواہ ہیں کہ میں نے جوگی سیتارام کو دل سے گرو نہیں مانا تھا' ایک دو موقعوں پر اس کو مار کر چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی' درگا درمیان میں نہ آ گئی ہوتی تو شاید میں غلاظتوں کے دلدل سے باہر نکل چکا ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں طاقت کا نشہ مجھے اور گمراہ کر دیتا۔ کیا ہوتا' کیا نہ ہوتا؟ یہ حالات اور میری قسمت پر منحصر تھا..... لیکن اس وقت میرا ذہن بزرگ کے اشاروں کو حل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔

اچانک میرے ذہن میں بزرگ کے کہے ہوئے آخری جملے گونجے' میں کچھ سوچ کر آگے بڑھا' میں نے جوگی سیتارام کے کمبل کو اٹھا کر دیکھا' وہاں کوئی بھی نہیں تھا' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے حوالات کے ایک ایک چپے پر نظر دوڑائی لیکن سیتارام کا کوئی سراغ نہ ملا۔ میں نے پلٹ کر حوالات کے دروازے کی سمت دیکھا جہاں ایک کے بجائے دو دو قفل بند نظر آ رہے تھے۔ میرا دل شدت سے دھڑکنے لگا' میں نے خود کو سیتارام کی گمشدگی کا یقین دلانے کی خاطر کمبل جھاڑ کر بھی دیکھ لیا' میرے دماغ میں کئی سوالات گونجنے لگے ـــــ کیا ڈی ایس پی کیلاش ناتھ میرے سونے کے بعد دوبارہ آیا اور خاموشی سے سیتارام کو نکال لے گیا' مگر کیوں؟ کیا وہ سیتارام کو مار کر اپنا راستہ صاف کرنا چاہتا تھا؟ وہ حوالات میں آیا ہو گا' سیتارام کو نکال کر لے گیا ہو گا تو کسی نہ کسی نے تو اسے ضرور دیکھا ہو گا؟ سیتارام مجھے چھوڑ کر کس طرح جا سکتا تھا؟ اس نے خود بھی تسلیم کیا تھا کہ وہ جس شے کی تلاش میں تھا اسے میرے سوا کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا تھا؟ کیا اس نے کوئی متبادل راستہ تلاش کر لیا تھا؟

میرے ذہن میں مختلف سوالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ بزرگ کا خواب میں آنا اور سیتارام کا غائب ہو جانا کیا معنی رکھتا تھا؟ بزرگ نے کہا تھا کہ وہ کسی بھی وقت آ سکتا ہے'

اس کی موجودگی میں مجھے کراہت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ جملہ کس لئے کہا گیا تھا؟ کیا بزرگ کا اشارہ جوگی سیتارام کی طرف تھا جو جیل کی بند سلاخوں سے پہرے پر موجود سنتریوں کو جُل دے کر چھو منتر ہو گیا تھا؟

میں ان ہی خیالات سے الجھ رہا تھا جب میں نے اپنے دائیں جانب کوئی لجلجی سی شے سرسراتے دیکھی' میں تیزی سے پلٹا' میری آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گئیں' دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں۔ وہی سیاہ ناگ جسے میں نے سیتارام کے ہاتھوں لقمۂ اجل ہوتے دیکھا تھا' بڑی تیزی سے بل کھاتا ہوا کمبل کے اندر جا رہا تھا' پھر جب وہ پوری طرح کمبل میں داخل ہو گیا تو میں نے کمبل کو پھولتے دیکھا' میں ابھی حالات کے اسرار کو سمجھنے کی تگ و دو کر رہا تھا جب کمبل سے سیتارام نے سر باہر نکال کر مجھے تیز نظروں سے گھورا' اس کی آنکھوں میں چنگاریاں چٹخ رہی تھیں۔

"تُو کب سے جاگ رہا ہے؟" اس نے سرسراتے لہجے میں دریافت کیا' شاید اس وقت اسے میرا جاگنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"مچھر پریشان کر رہے تھے گرو! اس لئے آنکھ کھل گئی۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔

"سو جا لیٹ کر۔" سیتارام نے جماہی لیتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ "خود بھی جاگ رہا ہے اور میری نیند بھی خراب کر رہا ہے' مچھر کاٹ رہے ہیں تو کمبل میں منہ ڈھانپ کر دبک جا۔"

سیتارام کے لہجے میں ایسی کاٹ تھی کہ مجھے دوسری کوئی بات کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ میں نے لیٹ کر کمبل چہرے تک تان لیا لیکن میرا ذہن جاگتا رہا۔ میں سیتارام کے بارے میں سوچتا رہا جو شیطانی قوتوں کا مالک تھا' وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتا تھا' اس نے کیلاش ناتھ کو بھی اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ڈی ایس پی کا خیال ذہن میں ابھرا تو مجھے سیتارام کا وہ بیان بھی یاد آ گیا جو اس نے اپنی مرضی سے لکھوایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پجاری پنا لال ایک تیر سے دو نشانے لگانے کے چکر میں ہے۔ اس نے کیلاش ناتھ کو اس کی ترقی کا بھی یقین دلایا تھا۔ ان سب باتوں کے پیچھے جوگی کی کوئی خطرناک سازش ضرور جنم لے رہی ہو گی ـــــ وہ سازش کیا تھی؟ وہ رات کے پچھلے پہر سانپ کا روپ اختیار کر کے کہاں گیا تھا؟ کس کو اپنے راستے سے ہٹا کر خاموشی سے لوٹ آیا تھا؟ کیا پنا لال کی باری

آ گئی تھی یا رام کشن کو ڈس کر اس نے اپنا راستہ صاف کر لیا تھا؟ کیا جوگی نے وہ شے میری مدد کے بغیر حاصل کر لی تھی جس کی خاطر اس نے سارا بکھیڑا پھیلایا تھا؟

میں کمبل میں دبکا اپنے خیالوں میں گم تھا' سیتارام لمبے لمبے خراٹے لے کر حوالات کے عملے کو حوالات میں اپنی موجودگی کا احساس دلانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ پھر ذہنی قلابازیاں کھاتے کھاتے کب میری آنکھ لگی مجھے کچھ یاد نہیں۔ دوسری صبح میری آنکھ دیر سے کھلی' میں نے کمبل سے سر نکال کر دیکھا تو سیتارام حوالات کی دیوار سے ٹیک لگائے بڑے پُرسکون انداز میں بیٹھا تھا' میں بھی دو چار انگڑائیاں لے کر اٹھ گیا۔ سیتارام کچھ دیر تک میرے چہرے پر نظر جمائے رہا پھر بڑے پیار سے بولا۔

"رتن کمار! تجھے بھی میرے کارن کشٹ بھوگنا پڑ رہا ہے' پر تو چنتا مت کر میرا من کہتا ہے کہ اب بادل چھٹنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"چنتا کس بات کی گرو!" میں نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "تم ساتھ ہو تو پھر غم کس بات کا؟"

"سچ کہہ رہا ہے یا دل کے پھپھولے پھوڑ رہا ہے؟" اس نے مسکرا کر سوال کیا۔

جواب میں مَیں بھی مسکرا دیا' سیتارام اس بات کا اندازہ لگانے کی فکر میں تھا کہ میں رات حوالات سے اس کے جانے اور پھر واپس آنے کے کے راز سے کس حد تک واقف ہوں۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ جب تک اس کے راز کو نہ پالوں گا زبان نہیں کھولوں گا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں بالک کہ اب تُو سدھتا جا رہا ہے۔" وہ میرا ہاتھ تھام کر بڑے جوشیلے انداز میں بولا۔ "اگر اسی طرح گرو کی سیوا کرتا رہا' اس کے اشاروں پر چلتا رہا تو ایک دن تُو بھی ضرور نام پیدا کرے گا۔ چندہ کی مانند دھرتی پر چاروں اور تیرے نام کا اجالا پھیلا ہو گا۔"

"اب شاید تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے اسے چھیڑنے کی کوشش کی۔

"ایسا مت بول مورکھ!" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "گرو جو بات کرتا ہے اس میں وزن بھی ہوتا ہے' کچھ سمے اور بیت جانے دے پھر تجھے بھی وشواس آ جائے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

aazzamm@yahoo.com

"ابھی تجھے گرو کی باتیں کڑوی لگتی ہوں گی لیکن جب تُو بلوان ہو گا تو تجھے ماننا پڑے گا کہ سیتارام جو بولتا تھا سچ بولتا تھا۔"

"تم نے رام کشن کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" میں نے موضوع بدل کر اس کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کب تک اسے ڈھیل دیتے رہو گے؟"

"تُو اتنا کیوں بیاکل ہو رہا ہے' رام کشن کے بارے میں۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا پھر معنی خیز انداز میں بولا۔ "میں ٹھنڈا کر کے کھانے کا عادی ہوں' گرم گرم کھانے سے منہ بھی جلتا ہے اور کھانے کا سواد بھی نہیں آتا۔"

"تمہاری باتیں بڑی گہری ہوتی ہیں' آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"ابھی میرے تیرے بیچ فاصلہ بھی تو دھرتی اور آکاش جتنا ہے۔" وہ زیر لب مسکرایا۔ "تیرے پنکھ بھی پوری طرح نہیں نکلے' جب نکل آئیں گے تو تُو بھی اونچے آکاش پر لمبی اڑان لگانا سیکھ جائے گا۔ جوگی سیتارام بننے کے لئے ابھی تجھے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ دیوتاؤں کے من میں جگہ بنانے کے کارن اپنے آپ کو مارنا پڑتا ہے' دھرتی سے ناتا توڑ کر کیول دیوی دیوتاؤں کے لئے جیون تیاگنا پڑتا ہے۔ برسوں ویرانوں میں بھوکا پیاسا رہ کر بیٹھکیں لگانی پڑتی ہیں' جاپ کرنے ہوتے ہیں تب کہیں جا کر کچھ پراپت ہوتا ہے۔"

"کیا میں بھی کامیاب ہو جاؤں گا؟" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔

"ہو بھی سکتا ہے..... اور نہیں بھی۔"

"بات کیا بنی؟" میں نے کسمسا کر وضاحت چاہی۔

"رتن کمار!" سیتارام نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "پہلے مجھے وشواس تھا کہ تُو میری بھگتی سچے من سے قبول کر لے گا لیکن اب....." وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"اب کیا ہو گیا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"اب ڈور کہیں بیچ میں پھنس گئی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "ابھی میں نے کھوجنے کی نہیں ٹھانی لیکن میں پورے وشواس سے کہہ سکتا ہوں کہ کہیں نہ کہیں کوئی دراڑ ضرور آ گئی ہے' کوئی شکتی ہے جس نے تجھے اپنی شرن میں لے رکھا ہے۔"

"تم پھر اکیس دنوں کے ہیر پھیر میں الجھ گئے۔" میں نے مسکرا کر اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

aazzamm@yahoo.com

"ٹھٹھول کر رہا ہے جوگی سیتارام کے ساتھ؟" وہ بل کھا کر بولا۔ "بار بار اکیس دن کی بات دہراتا ہے؟ گرو کا امتحان لینے کی کوشش کرتا ہے؟"

"تم غلط سمجھے' میرا مطلب....."

"بس کر..... چپ ہو جا۔" سیتارام کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا پھر بڑے اعتماد سے بولا۔ "ایک بات کان کھول کر سن لے' میرا حساب کبھی غلط نہیں ہوا' میرے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے' تُو من کا بھید نہیں بتانا چاہتا' نہ بتا لیکن میں سمجھ رہا ہوں کہ کسی دیوی دیوتا یا گیانی کا ہاتھ تیرے سر پر ضرور ہے' ہو سکتا ہے کہ تُو بھی اس شکتی سے پوری طرح جانکاری نہ رکھتا ہو۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو گرو! میری سمجھ میں خاک نہیں آ رہا۔" میں نے پھر انجان بننے کی بھرپور اداکاری کی' مجھے یقین تھا کہ درگا دیوی کا راز سیتارام کو کبھی معلوم نہ ہو سکے گا' خود درگا اسے آگاہ کر دیتی تو اور بات تھی۔ بزرگ کے سلسلے میں مجھے کوئی خدشہ نہیں تھا' اللہ کا وہ برگزیدہ بندہ سیتارام کی پہنچ سے یقیناً بہت بلند تھا۔

"مجھے ذرا رام کشن کی کھاٹ کھڑی کر لینے دے' جس چیز کی تلاش ہے وہ ایک بار میرے ہاتھ آ جائے پھر میں تیرے ہر سوال کا جواب آنکھ موند کر دے سکتا ہوں۔"

"کیا مجھے اب بھی اس چیز کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"وہ سامنے آ جائے گی تو مجھے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں پڑے گی بالک!" سیتارام کے ہونٹوں پر بڑی پُراسرار مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی۔ "وہ آپ اپنے منہ سے تجھے سب کچھ بتا دے گی۔ میں نے تجھ سے ایک بار کہا تھا کہ یہ جیون ایک گورکھ دھندا ہے' یہاں جیت اسی کی ہوتی ہے جو آنکھیں کھلی رکھتا ہے ..... یاد ہے تجھے یا جھرنا کے کومل شریر سے گتھم گتھا ہو کر سب کچھ بھلا بیٹھا۔"

سیتارام کی باتوں نے مجھے پھر الجھا دیا' جھرنا کا نام لے کر اس نے میرے ماضی کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ میں اس کی باتوں سے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا جب کوتوالی میں اچانک ڈی ایس پی کیلاش ناتھ کے آنے سے ہلچل مچ گئی' وہ ماتحتوں کے سیلوٹ کا جواب دیتا ہوا سیدھا ہماری طرف آ رہا تھا' اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بہت جوش میں ہے اور وہ جوش کسی خوشی کا سبب تھا۔

میرے علاوہ سیتارام نے بھی اسے نظر گھما کر دیکھا پھر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ خود کو لاتعلق ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کیلاش ناتھ کو صبح ہی صبح نازل ہوتا دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

حوالات کا دروازہ کھلنے تک انسپکٹر آن ڈیوٹی بھی لپکتا ہوا آ گیا لیکن کیلاش ناتھ نے ان سب کو آہنی سلاخوں سے دور رہنے کی ہدایت کی پھر وہ سیتارام کے قریب آ کر بیٹھ گیا' سیتارام نے آنکھیں بند کر لیں۔

"مہاراج!" کیلاش ناتھ کی زبان سے سیتارام کے لئے مہاراج کا لفظ جس عقیدت سے کہا گیا اس نے بھی میرے کان کھڑے کر دیئے۔

سیتارام آنکھ بند کئے بیٹھا رہا' انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے کیلاش ناتھ کی آواز سرے سے سنی ہی نہ ہو۔

"مجھ سے ایک بار بھول ہو گئی تھی' اب نہیں ہو گی۔" کیلاش ناتھ نے دبی زبان میں کہا پھر اپنا سیدھا ہاتھ سیتارام کے قدموں پر رکھ دیا۔

سیتارام نے آنکھیں کھول دیں' ایک لمحے تک ڈی ایس پی کو ایسی نظروں سے گھورتا رہا جیسے ابھی تک اس کی آمد سے بے خبر رہا ہو پھر اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیلنے لگی' تھوڑے توقف کے بعد مدھم آواز میں بولا۔

"تُو آ گیا..... میں ابھی تیرے ہی بارے میں سوچ بچار کر رہا تھا۔"

"مہاراج! تم نے جو کہا تھا وہ سچ ثابت ہوا' میں ابھی....."

"دھیرج رکھ بالک!" سیتارام نے ہاتھ اٹھا کر بزرگوں کے انداز میں اسے خاموش رہنے کی تلقین کی۔ "کچھ جوگی کو بھی بول لینے دے۔"

"کہو مہاراج! میں سن رہا ہوں۔" کیلاش ناتھ نے بڑی عقیدت سے کہا۔

"جو بات تُو مجھے بتانے آیا ہے وہ میں دور بیٹھے بیٹھے ہی جان چکا ہوں' میری نظریں صرف من کے بھید ہی نہیں دھرتی کے کونے کونے میں دیکھنے کی شکتی رکھتی ہیں۔" سیتارام نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "پر تو تُو ایک بھول کر رہا ہے۔"

"وہ کیا مہاراج!"

"ایسی باتیں سب کے سامنے نہیں کی جاتیں۔"

کیلاش ناتھ نے میری طرف پلٹ کر دیکھا' مجھے بھی سیتارام کی بات بُری لگی لیکن

aazzamm@yahoo.com

اس نے بڑی جلدی مسکرا کر دوسرا جملہ بھی ادا کر دیا۔

"رتن کمار کی طرف کیا دیکھ رہا ہے؟ یہ میرا بالک ہے' میرا سیوک ہے' میں تجھے تیرے بھلے کی سمجھا رہا تھا' آئندہ ایسی غلطی بھول کر بھی نہ کرنا' دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" کیلاش ناتھ نے بڑی عقیدت سے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ "اب دھیان رکھوں گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ تُو ابھی کہاں سے آ رہا ہے۔" سیتارام سنجیدگی سے بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "جو ہوا وہ اچھا نہیں ہوا پر بھاگ کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا' وہ بڑا گیانی دھیانی تھا' بڑا بلوان تھا' اس کی شکتی بھی اپرم پار تھی پر نتو جب سے آ جائے تو منش ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہ جاتا ہے۔ اس کا گیان دھیان بھی کسی کام نہیں آتا' بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ ایک دن سب کو چتا کی آگ میں جل کر راکھ ہونا ہے' مجھے اس بات کا دکھ سارا جیون رہے گا کہ میں الہ آباد میں ہوتے ہوئے بھی اس کے سوگ میں شریک نہیں ہو سکا۔"

میں پوری طرح ہمہ تن گوش تھا' سیتارام بڑے ڈرامائی انداز میں کسی گیانی دھیانی کی موت کا ذکر کر رہا تھا' میں نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ رات شیش ناگ کی شکل میں کسی کی زندگی کا چراغ گل کر کے واپس آیا ہو گا لیکن وہ تھا کون؟ میرا ذہن پھر قلابازیاں کھانے لگا۔

"میرے ہوتے تم کسی بات کی چنتا کیوں کرتے ہو؟" کیلاش ناتھ نے تیزی سے کہا۔ "اس کی ارتھی آج شام کو اٹھے گی مہاراج! مجھے آگیا دو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں' کوئی اعتراض نہیں کر سکے گا۔"

"نہیں بالک! ایسی بھول نہ کرنا۔" سیتارام سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے دو روز اور یہاں پڑا رہنے دے اس کے بعد دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا' میں دور بیٹھا رہا تو اس میں تیری بھی بچت ہے اور ان کو بھی وشواس آ جائے گا کہ جو ابھی تک اس کے گن گاتے تھے ..... تُو میری بات سمجھ رہا ہے نا؟" اس نے کیلاش ناتھ کو تیز نظروں سے گھورا۔

"میں تیرے ان وردی والے یار دوستوں کی باتیں کر رہا ہوں جو پنا لال کے لنگوٹیا تھے' تُو بھی اسے اچھا سمجھتا تھا۔ پر نتیجہ کیا نکلا' آج اس دوشی کو تیرے ہی ہاتھوں گرفتار ہونا پڑا

..... سب دیوتاؤں کی کرپا ہے۔"

"میں ٹھیک سمے پر نہ پہنچتا تو وہ اپنا کام کر کے نکل گیا ہوتا۔" کیلاش ناتھ نے جوشیلے انداز میں کہا۔ "ہسپتال کے اس میل نرس کو بھی حراست میں لے لیا گیا ہے جو پنا لال کی دیکھ بھال پر تعینات تھا' وہ بھی نہیں بچ سکے گا سزا سے۔"

"نہیں۔" سیتارام نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "اسے چھوڑ دے' وہ نردوش ہے۔"

"جو آگیا مہاراج!" کیلاش ناتھ نے بڑی انکساری سے کہا پھر بولا۔ "آئی جی کے علاوہ منتری صاحب بھی چل کر مندر پہنچے تھے' سب نے میری تعریف کی ہے' منتری صاحب نے آئی جی سے میری ترقی کی بات بھی کی تھی۔"

"وہ نہ کرتا تو بھی تیری ترقی ضرور ہوتی۔" سیتارام سرسراتے لہجے میں بولا۔ "جوگی کی زبان سے جو بات نکل جائے وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔ یہ بھی کان کھول کر سن لے کہ اب بھری عدالت میں پنا لال اپنی زبان سے قتل کا اقرار کرے گا اور یہ بھی بیان دے گا کہ اس نے میرے اوپر جھوٹا کیس بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"پر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی مہاراج!" کیلاش ناتھ نے دبی زبان میں پوچھا۔ "اس نے تمہارے خلاف پرچی کٹوانے کی بھول کیوں کی تھی؟"

"تُو نہیں سمجھ سکے گا لیکن میں جانتا ہوں۔" سیتارام نے پھر ڈرامائی انداز اختیار کیا۔ "بات میری سمجھ میں بھی دیر سے آئی' پہلے آ جاتی تو پنڈت کرم چندر مہاراج کا یہ سیوک راستے کی دیوار بن جاتا۔ پنا لال کی گھٹیا چال کبھی کامیاب نہ ہوتی۔"

سیتارام کی زبان سے کرم چندر کا نام سن کر میں چونکا' اس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلنے والی بات بہت سوچ کر کہی تھی' شکاری پنا لال نہیں بلکہ خود جوگی سیتارام تھا جس نے خاموشی سے گرفتاری پیش کر دی تھی اور جیل میں بند ہونے کے باوجود اس نے اپنی ماورائی قوتوں کے ذریعہ نہ صرف پجاری پنا لال کو سولی تک پہنچا دیا تھا بلکہ اپنے راستے کے سب سے بڑے کانٹے پنڈت کرم چندر کو اتنی خوبصورتی سے موت کے گھاٹ اتارا ہو گا کہ اس کی روح بھی حیران رہ گئی ہو گی۔

"اب میرے لئے کیا آگیا ہے؟" کیلاش ناتھ نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "تم جیل میں بند رہو مہاراج اور میں سب کر سکتے ہوئے بھی تمہاری کوئی سیوا نہ کر سکوں یہ بات مجھے شوبھا نہیں دیتی۔ میں چاہوں تو آج ہی پنا لال کا بیان لے کر....."

aazzamm@yahoo.com

"نہیں....." سیتارام نے سختی سے کہا۔ "ابھی میرے بارے میں کچھ مت سوچ' عدالت نے جو سمے دیا ہے اسے پورا ہو لینے دے۔ مجھے تیری سہائتا کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ جوگی سیتارام جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"تم منع کرتے ہو تو میں چپ رہوں گا لیکن....."

"گنیش کے مندر کے بڑے پنڈت پجاری کیا بچار کر رہے ہیں' مہاراج کی اچانک موت کے بارے میں؟" سیتارام نے ڈی ایس پی کی بات کاٹ کر پوچھا۔

"وہ بھی حیران ہیں' بات کسی کے سمجھ میں نہیں آ رہی۔" کیلاش ناتھ نے جواب دیا۔ "ان کا کہنا ہے کہ پجاری پنا لال ہر روز سورگ باشی (جنت نصیب) پنڈت کرم چندر کے چرن چھونے آیا کرتا تھا' بڑی سیوا کرتا تھا مہاراج کی پھر اچانک اس نے مہاراج کی ہتیا کیسے کر دی؟"

"سب دنیا دکھاوے کی باتیں تھیں ..... ڈھکوسلا تھا۔"

"لیکن....."

"میں بتاتا ہوں۔" سیتارام پھر بات کاٹ کر سرسراتے لہجے میں بولا۔ "پنا لال نے پنڈت رام کشن سے بھی سانٹھ گانٹھ رکھی تھی' کرم چندر کے بعد اگر رام کشن مندر کا انتظام سنبھال لیتا تو پنا لال کے زیادہ کام آ سکتا تھا' سمجھ رہا ہے میری بات؟ پر اب ایسا کچھ نہیں ہو گا' پنڈت رام کشن کو بھی اس کے کالے کرتوتوں کی سزا اوش ملے گی' دیوی دیوتا اسے بھی شما نہیں کریں گے۔"

میں حیرت سے اچھل پڑا' سیتارام نے جو جال بُنا تھا وہ یقیناً بڑا مضبوط تھا' اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی خاطر اس نے بڑی گہری سازش مرتب کی تھی۔ کیلاش ناتھ کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا تھا اور اب بڑی دیدہ دلیری سے رام کشن کے بارے میں پیشگوئی کر رہا تھا' میں اندر ہی اندر تلملا کر رہ گیا۔

کیلاش ناتھ دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا' وہ چلا گیا تو میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"گرو! اگر کہیں پنڈت کرم چندر کے پوسٹ مارٹم کی ضرورت پیش آ گئی تو کیا ہو گا؟"

سیتارام نے مجھے بڑی خونخوار نظروں سے گھورا' ان شعلہ اگلتی نظروں میں رحم کی کوئی گنجائش موجود نہیں تھی۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تُو نے رات کو مچھر کاٹنے کی بات مجھے اندھیرے میں رکھنے

کے کارن کہی تھی؟" جوگی سیتارام نے اتنے خطرناک لہجے میں مجھے مخاطب کیا کہ میں کانپ کر رہ گیا۔ اس کا وہ بھیانک روپ میری نظروں میں پہلی بار آیا تھا۔

"گرو!" میں نے بات بنانے کی خاطر کوئی بہانہ تراشنے کو سوچا لیکن اس نے پھر میری بات کاٹ دی۔

"تُو اگر سب کچھ دیکھ چکا ہے اور جان چکا ہے تو اپنی زبان بند ہی رکھنا۔" اس نے بدستور سرد اور سفاک انداز میں کہا۔ "جوگی سیتارام اپنے راستے میں کوئی رکاوٹ پسند نہیں کرتا' سن رہا ہے' میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن سیتارام نے تیزی سے آنکھیں بند کر کے ٹھوڑی سینے پر ٹکا لی' اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے' وہ کسی منتر کے جاپ میں مصروف ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے' جوگی سیتارام کا لب و لہجہ اس وقت مجھے پسند نہیں آیا لیکن درگا کی وجہ سے میں اس کے خلاف کوئی جارحانہ قدم بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔

☆======☆======☆

ڈی ایس پی کیلاش ناتھ کی وجہ سے پوسٹ مارٹم کی نوبت نہیں آئی' پنڈت کرم چندر کی چتا کی کڑیاں بھی جل کر راکھ ہو گئیں تو سیتارام اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گیا۔ اس دوران سیتارام اور میرے درمیان زیادہ گفتگو نہیں ہوئی' وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑھنے میں مصروف رہتا تھا' میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے طاغوتی جال کا پھیلاؤ آہستہ آہستہ پھیلا رہا ہو گا۔ میں نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

ریمانڈ کی مدت پوری ہونے کے بعد سیتارام اور مجھے عدالت میں پیش کیا گیا۔ پجاری پنا لال نے کرم چندر کے قتل کے سلسلے میں اقرار جرم کر لیا تھا' اس نے کھل کر کوئی وجہ نہیں بتائی تھی لیکن واضح الفاظ میں یہ بیان دیا تھا کہ کسی پرانی دشمنی کی وجہ سے وہ ایک عرصہ سے کسی موقع کی تلاش میں تھا' موقعۂ واردات پر موجود مندر کے بڑے پجاری اور دوسرے گواہوں کے چشم دید بیان کے بعد عدالت نے اس پر فرد جرم عائد کر دی تھی۔ جوگی سیتارام کے سلسلے میں بھی اس نے اقرار کر لیا کہ اس نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اپنے چہرے پر تیزاب کے چھینٹے پھینک کر سیتارام کے خلاف اس لئے پرچی کٹوائی تھی کہ اسے موقع پا کر کرم چندر کے قتل میں ملوث کر سکے لیکن کامیاب نہیں

aazzamm@yahoo.com

ہو سکے۔

مجھے جوگی سیتارام کی طاقت کا اندازہ ہو چکا تھا' عدالت کے کمرے میں بھی وہ اس وقت مجرموں کے کٹہرے میں سینہ تانے کھڑا تھا جب پجاری پنا لال کا بیان شروع ہوا' سیتارام کی نظریں کسی شکاری عقاب کی مانند پنا لال کے چہرے پر اس وقت تک مرکوز رہیں جب تک اس کا بیان مکمل نہیں ہو گیا۔

ہمیں باعزت طور پر بری کر دیا گیا تو سیتارام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی' انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے اپنی بے گناہی کا یقین پہلے سے رہا ہو' ہم عدالت سے باہر نکلے تو کیلاش ناتھ گاڑی لئے موجود تھا۔ اس نے کسی سیوک کی طرح سیتارام کے قدم چھو کر اسے رہائی کی مبارکباد دی' خود اپنے ہاتھوں سے سیتارام کے گلے میں گیندے کے پھول کے گجرے ڈالے' بڑی دیر تک گلے لگا رہا پھر بولا۔

"اب کہاں کا ارادہ ہے مہاراج!"

"دھرم شالہ جا کر گنگا جل سے اشنان کروں گا پھر سیدھا گنیش کے مندر جاؤں گا۔ مہاراج کرم چندر کے لئے بھگوان سے پرارتھنا بھی کرنی ہے۔" سیتارام نے بناوٹی سوگ کا اظہار اتنی سنجیدگی سے کیا کہ میں بھی ششدر رہ گیا۔

"سیوک کو موقع نہیں دو گے مہاراج!" کیلاش ناتھ ہاتھ باندھ کر بولا۔ "میرے ہوتے تم دھرم شالہ میں ٹھہرو' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ابھی ضد مت کر بالک! ہم سنیاسی لوگ محلوں کے بجائے کٹی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔" سیتارام نے اسے خوبصورتی سے ٹالتے ہوئے پوچھا۔ "تیری ترقی کا کیا بنا؟"

"منتری جی نے فائل پر دستخط کر دیئے ہیں' تمہاری کرپا سے دو چار روز میں آرڈر بھی ہو جائیں گے۔"

"اوش ہوں گے۔" سیتارام نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "جوگی سیتارام کی زبان سے نکلی ہوئی بات پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے۔ چنتا مت کر تجھے اور بھی اوپر جانا ہے پر اس میں کچھ سمے لگے گا۔"

"تمہارا کرموں والا ہاتھ میرے سر پر ہے مہاراج تو پھر چنتا کس بات کی۔"

"بہت جلدی چرنوں میں جھک گیا۔" سیتارام نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "یاد ہے کیلاش ناتھ! جب تُو میرا بیان لینے کوتوالی آیا تھا تو کیسا گرگٹ کی طرح لال پیلا ہو

رہا تھا' پنجے پر ہاتھ نہیں رکھنے دے رہا تھا۔"

"شما کر دو مہاراج!" کیلاش ناتھ نے ہاتھ باندھ کر ندامت کا اظہار کیا۔ "تب میں تمہیں پہچان نہیں سکا تھا۔"

کیلاش ناتھ کے اصرار کے باوجود سیتارام نے اس کا مہمان بننے سے انکار کر دیا البتہ اس کی گاڑی پر دھرم شالہ تک جانا منظور کر لیا' میں خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

دھرم شالہ پہنچ کر سیتارام نے گنگا جل سے اشنان کیا' کچھ دیر پنڈت پجاریوں سے باتیں کرتا رہا جو اس کو بدھائی دینے آئے تھے پھر جب دھرم شالہ کا مالک بھی کمرے سے چلا گیا تو سیتارام نے میری طرف بہت غور سے دیکھا۔

"تُو کہاں گم ہے بالک! کن وچاروں میں الجھ رہا ہے؟" جوگی کے لہجے میں تلوار کی سی کاٹ تھی۔ "سب اپنی اپنی بول گئے پر تُو نے ابھی تک گرو کو مبارک باد نہیں دی؟"

"میں نے اپنی بدھائی سنبھال کر رکھی ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "تم جس کارن بازی جما رہے ہو اس میں بھی سپھل ہو جاؤ' پھر میں دل کھول کر تمہاری پوجا کروں گا۔"

"سچے من سے کہہ رہا ہے؟" اس نے میری نظروں میں جھانکنے کی کوشش کی۔

"گرو!" میں نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔ "تم نے گنیش کے مندر جانے کی بات کی تھی؟"

"تجھے اچنبھا کس بات پر ہے؟" سیتارام کی نگاہوں میں تجسس جاگ اٹھا۔ "کیا اتھل پتھل ہو رہی ہے تیرے اندر؟"

"گنیش کے مندر میں تمہارا آخری شکار پنڈت رام کشن بھی ضرور ہو گا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "بات کہیں بگڑ نہ جائے؟"

"رتن کمار!" اس نے بل کھا کر کہا۔ "میں ابھی تک تجھے پوری طرح کھوج نہیں سکا لیکن گرو ہمیشہ گرو رہتا ہے' تُو بھی سیوکوں کی ریکھا پار کرنے کی بھول کبھی نہ کرنا۔"

سیتارام کے لہجے میں میرے لئے کھلا چیلنج تھا' میں نے دل پر جبر کر کے دوراندیشی سے کام لیا۔

"تمہارے من میں میری طرف سے جو گانٹھ پڑی ہے اسے کھول ڈالو گرو!" میں

aazzamm@yahoo.com

نے جوگی کو رام کرنے کی خاطر کہا۔ "اب تک تم نے جو چاہا وہی ہوتا رہا ہے' آئندہ بھی وہی ہو گا جو تم چاہو گے' میں نے اپنا راستہ بدل لیا ہے تو تم بھی اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بھول کیوں کرتے ہو؟ تم اب اگر میرے اندر نہیں جھانک سکتے تو اس میں میرا کیا دوش ہے؟ ہو سکتا ہے کالی کو میرا جاپ کرنے کا انداز بھا گیا ہو۔ وہ مجھ پر مہربان ہو گئی ہو' اس نے دیا کھا کر میرے اوپر کوئی اپکار کر دیا ہو جو....."

"اور بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے بالک!" سیتارام میری بات کاٹ کر بولا۔ "ابھی سمے نہیں آیا' میں رام کشن سے دو دو ہاتھ کر لوں پھر اطمینان سے بیٹھ کر بات کروں گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے شانے اچکا کر لاپرواہی سے جواب دیا' پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "گنیش کے مندر سے تمہاری واپس کب تک ہو گی؟"

"کیا مطلب ہے تیرا؟" اس نے مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے گھورا۔ "کیا تُو گرو کے ساتھ نہیں چلے گا؟"

"سر کے بل چلوں گا پر اس بار تمہیں ایک بات میری بھی ماننی پڑے گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "پنڈت رام کشن کی موجودگی میں تم مجھے کسی بات سے روکنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اپنی شکتی آزمانا چاہتا ہے؟" سیتارام نے عجیب انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' میں تجھے روکوں گا نہیں پر تو ایک بات یاد رکھنا' میں نے تجھے کھونے کے لئے نہیں پایا ہے' جب تک میرا کام پورا نہیں ہوتا' وہ انمول رتن جوگی سیتارام کے ہاتھ نہیں آ جاتا جس کے کارن میں نے تجھے کھوجا ہے' اس وقت تک تجھے میری ہر آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "گنیش کے مندر میں جو قدم بھی اٹھانا سوچ سمجھ کر اٹھانا' تیری ایک ذرا سی بھول میرا سارا کھیل بگاڑ دے گی' ایسا کوئی موقع آیا تو میں تیرا ہاتھ ضرور تھام لوں گا' کسی تیسرے کی موجودگی میں گرو کے آگے سر اٹھانے کی غلطی بھی نہ کرنا۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے ہامی بھر لی۔

سیتارام مجھے خاصی دیر تک تولتی نظروں سے دیکھتا رہا' مجھے یقین تھا کہ وہ درگا کے کہنے کے مطابق میرے دل کا بھید نہیں پا سکے گا پھر بھی میں نے حفظِ ماتقدم کے طور پر وشنو کا نام لے کر ایک منتر پڑھ کر اپنے گرد منڈل کھینچ لیا۔

دھرم شالہ سے نکل کر ہم نے ایک سواری پکڑی اور گنیش کے مندر پہنچ گئے۔ راستے میں ہمارے درمیان زیادہ باتیں نہیں ہوئیں۔ سیتارام کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی' میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کسی آخری معرکے کو سر کرنے کی خاطر خود کو پوری طرح اپنے تمام داؤ پیچ سے لیس کر رہا ہو گا۔ اس نے ابھی تک کھل کر مجھے اس شے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا جس کو حاصل کرنے کی خاطر اس نے اپنی شیطانی قوتوں کے بل پر مجھے آذر سے رتن کمار بننے پر مجبور کر دیا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یا تو وہ انمول شے پنڈت رام کشن ہی کے پاس ہو گی یا پھر رام کشن کا اس سے کوئی گہرا تعلق ضرور ہو گا۔ نہ ہوتا تو سیتارام جیسا گھاگ جوگی اس شے کے پیچھے جانے کے بجائے رام کشن سے محض کوئی پچھلا حساب چکتا کرنے میں اپنا قیمتی وقت کبھی برباد نہ کرتا۔ مجھے سفید ریش بزرگ کے وہ جملے بھی یاد آ رہے تھے جو انہوں نے دادا جان کے بارے میں وقتاً فوقتاً مجھ سے کہے تھے۔

میں پوری طرح محتاط تھا' گنیش کے پُرشکوہ مندر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے میری نظریں ایک ایک پنڈت پجاری کا جائزہ لے رہی تھیں' سیتارام کے اندر تکبر کا احساس جاگ اٹھا تھا' سامنے آنے والا کوئی پرانا واقف کار پنڈت یا پجاری اسے مہاراج کہہ کر پرنام کرتا تو اس کا سینہ فخر سے کچھ اور کشادہ ہو جاتا' میں بھی قرب و جوار سے بے فکر نہیں تھا۔ آدھی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ہم ایک کشادہ چبوترے پر پہنچے تو سیتارام نے مجھے روک کر کہا۔

"رتن کمار! آنکھیں کھلی رکھنا' یہاں کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم چنتا مت کرو گرو! میں ہر پریکشا میں پورا اتروں گا۔" میں نے ٹھوس لہجے میں اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔

"بہت سوچ بچار کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا۔" اس نے مجھے تاکید کی۔ "جو لوگ اوپر سے چھچھلے نظر آتے ہیں کبھی کبھی وہ بھی بپھرتے سمندر کے انوسار گہرے ہوتے ہیں' ان کی کوئی تھاہ نہیں ہوتی' سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوتے ہیں' آنکھ اٹھا کر دیکھ لیں تو ان کی ترچھی نگاہ ہرے بھرے درختوں کو بھی پل بھر میں جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں' بے فکر رہو' میں جو کچھ کروں گا سوچ سمجھ کر ہی کروں گا۔"

aazzamm@yahoo.com

"ایک بار پھر میری بات کان کھول کر سن لے۔ پنڈت رام کشن بھی تیرے لئے کسی سنگلاخ چٹان سے زیادہ مضبوط ثابت ہو گا' اس سے پنجہ لڑانے کی بھول نہ کر بیٹھنا۔"

"میں اسے پہچانوں گا کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"میری نظروں سے۔" سیتارام سانپ کی طرح پھنکار کر بولا۔ "جسے دیکھ کر میری آنکھوں میں خون ابلنے لگے سمجھ لینا کہ وہی میرا اصلی شکار ہے۔"

میرے ذہن میں پھر خیال ابھرا کہ کیوں نہ موقع غنیمت جان کر اس پُراسرار اور انمول شے کے بارے میں بھی پوچھ لوں جو سارے فساد کی جڑ تھی لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا' اس وقت میں سیتارام کو چھیڑ کر اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ہم نے دوبارہ سیڑھیاں چڑھنی شروع کیں' مندر کا صحن قریب آ رہا تھا جب پجارنوں کا ایک غول ہرنیوں کی طرح کلیلیں کرتا نیچے اترتا نظر آیا۔ بیشتر پجاریوں کی نظریں بہکنے لگیں۔ میں نے بھی ان پر نظر ڈالی تو ٹھٹک کر رک گیا۔ پجارنوں کے بیچ جھرنا بھی موجود تھی' مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا' میں جھرنا کے جسم کے ایک ایک انگ سے واقف تھا' اس کے بدن کی خوشبو میرے وجود میں رچی بسی تھی' مجھے تعجب ہوا کہ جھرنا پجارن کیسے بن گئی؟ — کیا جوگی سیتارام نے اسے پھر کوئی مشکل کام سونپ دیا تھا؟ — ایک بار اس نے جھرنا کے خوبصورت بدن کو جال بنا کر مجھ پر پھینکا تھا' میرے قدم لڑکھڑا گئے تھے' میں گناہ میں سر تا پا لتھڑ گیا تھا — ہو سکتا ہے اس نے ایک بار پھر جھرنا کو کسی خاص مقصد کے لئے استعمال کرنے کی ٹھان لی ہو؟ — میرے ذہن میں فوری طور پر یہی خیال ابھرا۔ میں اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھتا رہا جب اس کی نظریں بھی اچانک میری طرف اٹھیں وہ بھی بھونچکا سی رہ گئی' اس کی آنکھوں میں اپنائیت کا احساس جاگ اٹھا' وہ تیر کی طرح اپنے جھنڈ سے الگ ہو کر میری طرف بھاگتی ہوئی آئی۔

"تم؟" اس نے میرے قریب آ کر حیرت سے پوچھا۔ "تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

"یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں؟" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"میں ..... میں یہاں ایک ضروری کام سے آئی ہوں۔"

"پجارنوں کے روپ میں؟"

"ہاں۔" اس کے لہجے میں جذبات امڈ آئے' میری نظروں میں نظریں ڈال کر بڑے

دلربانہ انداز میں بولی۔ "کسی نے کہا تھا کہ اگر میں پجارنوں کا روپ سجا کر گنیش دیوتا سے کچھ مانگوں تو وہ میری دعا ضرور قبول کر لیں گے۔"

"اور تم نے یہ بات مان لی؟" میں نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"ہاں۔" اس کی غزالی آنکھوں میں مستیوں کے جام ٹکرا گئے۔ "تمہیں پانے کے لئے میں ہر راستہ اختیار کر سکتی ہوں' میں نے کرتل کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے' تم میرا ہاتھ تھام لو تو میرے خوابوں کی تکمیل ہو سکتی ہے۔"

"میرے بارے میں تم ابھی کچھ نہیں جانتیں۔" میں نے اس کی بانہیں تھام لیں۔ "میں وہ نہیں ہوں جو نظر آتا ہوں۔"

"تم کوئی بھی ہو ..... میرے لئے وہی ہو۔" اس کی آواز میں مندر کی گھنٹیوں کا سحر گھلا ملا تھا' والہانہ لہجے میں بولی۔ "وہی آذر جس نے کرتل کے نگارخانے میں میری روح کو سچی تسکین پہنچائی تھی۔ تم حکم دو۔" اس نے پجارنوں کی طرح ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میں تمہارے لئے کوئی رنگ بھی اختیار کر لوں گی۔"

"کہاں رہتی ہو؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"اسی مندر میں۔" وہ بہکنے لگی۔ "تمہیں پا کر مجھے یقین آ رہا ہے کہ گنیش دیوتا نے تمہاری جھرنا کی پکار سن لی ہے۔"

میں سیڑھیوں پر کھڑا اس سے باتیں کر رہا تھا' قریب سے گزرتے ہوئے پنڈت پجاری بھی کنکھیوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے' میں نے سیتارام کو تلاش کرنے کی خاطر اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں' وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ شاید اپنی دھن میں اتنا مست تھا کہ تنہا قدم بڑھاتا مندر کی سیڑھیاں عبور کر گیا تھا۔

"میرے ساتھ میری کٹی میں چلو۔" اس نے میرے ہاتھوں پر ہلکا دباؤ ڈال کر معنی خیز لہجے میں کہا۔ "مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔"

میں نے انکار کرنا چاہا لیکن اس کی سحر آلود شخصیت مجھے بہکا رہی تھی۔ میں اس کے ساتھ جانے کو تیار ہوا تو ایک مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"سنبھلو برکت علی' جسے تم جھرنا سمجھ رہے ہو وہ تمہاری آنکھوں کا فریب ہے' وہی ملعون جس نے تمہاری عاقبت خراب کر دی پھر تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔"

میں ٹھٹک کر رک گیا۔ میرے ذہن میں جوگی سیتارام کی شیطانی قوتوں کا خیال ابھرا'

aazzamm@yahoo.com

شاید اس نے میرے دل کے اندر جھانکنے کی خاطر پھر جھرنا کے روپ میں کوئی سنہری جال بُنا تھا' بزرگ کی آواز کانوں میں نہ گونجتی تو شاید میرے قدم پھر رپٹ جاتے۔

"کیا بات ہے آذر! تم رک کیوں گئے؟"

"میں اب تمہارا آذر نہیں رہا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے اپنی کشمکش کا اظہار کیا۔ "میں رتن کمار بن چکا ہوں' جوگی سیتارام کا انمول رتن۔"

"کون سیتارام ..... کون جوگی؟" جھرنا نے حیرت سے سوال کیا۔ "میں سمجھی نہیں۔"

"تم ابھی مجھ سے دور رہو جھرنا!" میں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر رازداری سے کہا۔ "اس وقت میں جلدی میں ہوں' دوبارہ ملوں گا تو تفصیل سے گفتگو کروں گا۔"

"جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکا۔

"نہیں۔" میں نے دبی زبان میں پھر اسے دوبارہ ملنے کا یقین دلایا تو وہ اداس ہو گئی' مجھے جوگی سیتارام پر ہنسی آنے لگی' میں نے جھرنا سے ہاتھ چھڑا کر پھر سیڑھیاں چڑھنی شروع کر دیں' مندر کے صحن میں داخل ہوا تو سیتارام مجھے سامنے ہی نظر آ گیا' میں تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کہاں رک گیا تھا بالک!" سیتارام نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ایک پجارن نے راستہ روک لیا تھا۔" میں نے مبہم انداز اختیار کیا۔ "اسے جل دے کر آ رہا ہوں۔"

سیتارام نے مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھا پھر وہ میرا ہاتھ تھام کر مندر کے بڑے پجاری کے ٹھکانے کی طرف بڑھ رہا تھا جب ایک بھاری بھرکم پجاری نے سامنے آ کر ہمارا راستہ روک لیا' اس کی نگاہوں میں سیتارام کے لئے نفرت ہی نفرت موجود تھیں

"کیا بات ہے مہاشے!" سیتارام نے اسے ناگوار نظروں سے گھورا۔ "کیا چاہتا ہے جوگی ستیارام سے جو اس کے راستے میں آ گیا؟"

"میں تم سے ایک بنتی کرنے آیا ہوں جوگی مہاراج!" اس کے کھردرے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔ "اگر تم اس سمے گنیش کے مندر سے واپس لوٹ جاؤ تو تمہاری بڑی کرپا ہو گی۔"

"کون ہے تُو؟" سیتارام نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"میں پنڈت رام کشن مہاراج کا ایک پرانا سیوک ہوں۔" اس نے اپنی بات مکمل کرنے کے بعد سرسراتی آواز میں کہا۔ "تم نے میری بنتی سن لی؟ میں تمہارا جواب سننا چاہتا ہوں۔"

سیتارام کی نظریں شعلہ اگلنے لگیں' پجاری کے انداز گفتگو سے اس کی بات کا مفہوم ظاہر ہو گیا تھا' وہ شاید پنڈت رام کشن کی طرف سے سیتارام کو یہ پیغام دینے آیا تھا کہ جوگی نے گنیش کے مندر میں آ کر غلطی کی ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ سیتارام کو پہچان کر خود ہی اس کے اور رام کشن کے درمیان دیوار بننے کی کوشش کر رہا ہو۔ "تن پر گھمنڈ کر رہا ہے مورکھ!" سیتارام کے تیور بدلنے لگے۔ "جوگی سیتارام کا کیول نام ہی سنا ہے کسی پاپی کی زبان سے یا میرے بارے میں کوئی جانکاری بھی رکھتا ہے؟"

"میں تمہیں جانتا ہوں لیکن تم شاید مجھے نہیں جانتے۔" اس نے سیتارام کے جملے سے مرعوب ہوئے بغیر بڑی گھمبیر آواز میں جواب دیا۔ "مندر جیسے پوتر استھان پر من میں کسی کے خلاف میل لے کر آنا اچھا نہیں ہوتا۔ تم بلوان ہوتے تو اتنی بات تمہاری بدھی (عقل) میں اوش آ گئی ہوتی۔"

میرا خیال تھا کہ سیتارام اس کی بات سن کر اچانک ہی آپے سے باہر ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے بھاری بھرکم پجاری کو پچکارتے ہوئے کہا۔ "بُری بات ہے بالک! جب بات دو بڑوں کی ہو تو چھوٹوں کو ہاتھ باندھ کر ایک طرف ہو جانا چاہئے لیکن تُو مورکھ لگتا ہے جو درمیان میں آنے کی بھول کر بیٹھا۔ جا بالک! چلا جا' ابھی تیرے کھیلنے کودنے کے دن ہیں' دوسروں کے جھمیلوں میں کیوں ٹانگ پھنسانے کی بھول کر رہا ہے؟ میرا ہاتھ اٹھ گیا تو دھرتی پر کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا۔"

"کبھی کبھی چیونٹی بھی بڑے ڈیل ڈول رکھنے والے ہاتھی کی موت کا کارن بن جاتی ہے۔" وہ زہرخند سے بولا۔ "تم نے پستکوں (کتابوں) میں گیانیوں اور سیانوں کی یہ کہاوت ضرور پڑھی ہو گی۔"

سیتارام اس کے جواب پر بل کھا کر رہ گیا' میں نے بھاری بھرکم پجاری کو غور سے دیکھا' ڈیل ڈول میں وہ سیتارام کے مقابلے میں زیادہ تھا لیکن شاید وہ پوری طرح اس کی شیطانی قوتوں سے واقف نہیں تھا۔ سیتارام جن نظروں سے اسے گھور رہا تھا اس سے اس بات کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ وہ خود کو بڑی مشکلوں سے سنبھالنے کی کوشش کر

aazzamm@yahoo.com

رہا تھا' گنیش کے مندر میں شاید وہ بھی دنگا فساد کے ارادے سے نہیں آیا تھا لیکن پجاری اسے اکسانے کی بات کر بیٹھا تھا۔

"تم نے ابھی تک اپنا تعارف نہیں کرایا پجاری جی!" میں درمیان میں بول پڑا۔

"سیوک کو پجاری من موہن کہتے ہیں۔" اس نے مجھے بھی تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"تم کون ہو؟"

"نام من موہن ہے تو بات بھی من موہنے والی کرو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مندر میں کھڑے ہو کر تن پر اکڑنا کسی پجاری کو شوبھا نہیں دیتا۔" میں اسے غصہ دلانا چاہتا تھا' مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ اچانک آپے سے باہر ہو گیا۔ "اور اگر یدھ ہی لڑنی ہے تو پھر مندر سے باہر چلو۔"

میں نے اسے بات مکمل کرنے کا موقع نہیں دیا' میں نے کالی کے علاوہ درگا کے مشورے پر وشنو مہاراج کا اکیس دنوں کا جاپ بھی کر رکھا تھا' درگا نے مجھے اس جاپ میں کامیاب ہونے کے بعد بہت سے جنتر منتر یاد کرائے تھے' میں نے درگا ہی کے بتائے ہوئے ایک منتر کو پڑھ کر من موہن کی طرف پھونک ماری' میرے جنتر کے بیروں نے پلک جھپکتے میں اسے اٹھا کر فرش پر اوندھے منہ گرا دیا' من موہن نے فرش سے اٹھنے میں بڑی تیزی کا مظاہرہ کیا لیکن میں نے دوبارہ پھونک ماری تو وہ فرش پر تیزی سے لڑھکتا ہوا جا کر ایک ستون سے ٹکرا گیا۔ اس کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ صحن میں کھڑے ہوئے پنڈت پجاری بھی چونکے' میں تیسری پھونک مارنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ سیتارام نے میرا ہاتھ تھام لیا' اس کی آنکھوں میں میرے لئے حیرت ہی حیرت تھی' وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اسے موقع نہیں ملا۔

من موہن پر جو بیتی تھی اس کی اطلاع آناً فاناً بڑے پجاری تک پہنچ گئی۔ وہ بھی مندر سے نکل کر سامنے آ گیا' سیتارام کو دیکھ کر سیدھا اسی کی طرف آیا۔ سیتارام کسی آہنی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔

"جوگی مہاراج!" بڑے پجاری نے قریب آ کر کہا۔ "بڑے عرصے بعد تمہارے درشن ہو رہے ہیں' یہاں کیوں کھڑے ہو' آؤ میرے ساتھ اندر چلو۔"

"تمہارے ہی پاس آ رہا تھا کہ یہ مورکھ راستے میں آ گیا۔" سیتارام نے من موہن

کی طرف حقارت سے دیکھا۔

"شما کر دو مہاراج!" بڑے پجاری نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔ "ابھی بالک ہے' سیکھ رہا ہے' جوانی کے جوش میں آ کر کوئی بھول کر بیٹھا ہو گا۔"

"مجھے مہاراج کرم چندر کے دیہانت (موت) کی خبر ملی تھی' اسی کی آتما کی شانتی کے لئے پرارتھنا کو چلا آیا۔" سیتارام نے اس بار سلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"سب ہی کو دکھ ہوا ہے۔" بڑے پجاری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "جانے اس پاپی پنالال کے من میں کیا آئی کہ اس نے مہاراج جیسے مہاپُرش کی ہتیا کر ڈالی۔"

بڑے پجاری کے آ جانے سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ من موہن کے سنگی ساتھی اسے اٹھا کر ایک طرف چلے گئے' میں پوری طرح چوکس تھا۔ میری نظریں بار بار سیتارام کی طرف بھی اٹھ رہی تھیں' مجھے یقین تھا کہ اب تک پنڈت رام کشن کو بھی جوگی سیتارام کے مندر میں آنے کی اطلاع ضرور مل چکی ہو گی' من موہن کے بارے میں سن کر اس کی پیشانی پر بھی سلوٹیں ضرور ابھری ہوں گی لیکن وہ ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا' آ گیا ہوتا تو سیتارام کی آنکھوں میں خون ابلنے کی علامت ضرور نظر آتی۔

ہم نے بڑے پجاری کے ساتھ گنیش کی قد آدم مورتی کے ساتھ بیٹھ کر پنڈت کرم چندر کے لئے دعا کی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ سوگ کا اظہار محض ایک ڈھونگ تھا۔ سیتارام کرم چندر کو راستے سے ہٹانے کے بعد اور شیر بن گیا تھا۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے' ہونٹ ہل رہے تھے لیکن آنکھیں رہ رہ کر اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں' اسے بھی رام کشن کی تلاش تھی۔ یہ خدشہ بھی ضرور لاحق رہا تھا کہ کہیں وہ خاموشی سے آ کر پشت سے وار نہ کر بیٹھے' میں بھی خود کو کیل و کانٹوں سے لیس کئے پوری طرح تیار تھا لیکن رام کشن سامنے نہیں آ رہا تھا' ممکن ہے کسی مصلحت نے اسے روک رکھا ہو' یہ بھی ممکن تھا کہ وہ دور بیٹھا کوئی جال بُن رہا ہو' کسی مناسب موقع کی تلاش میں ہو۔

ہم پندرہ بیس منٹ تک گنیش کے بت کے سامنے بیٹھے رہے پھر سب سے پہلے سیتارام منہ پر ہاتھ پھیرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے قدم دوبارہ صحن کی جانب اٹھے تو بڑے پجاری نے پوچھا۔

"دو گھڑی رکو گے نہیں جوگی مہاراج! کچھ جل پانی کر لیتے؟"

"پھر کبھی اطمینان سے آؤں گا' ابھی ایک دو ضروری کام اور نپٹانے ہیں۔"

aazzamm@yahoo.com

بڑے پجاری نے اصرار نہیں کیا۔ میں اس کے چہرے پر بھی اضطراب کی کیفیتیں محسوس کر رہا تھا' شاید اسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ ستیارام کے مندر آنے کا اصل سبب کیا تھا' وہ بھی اس بات کو کبھی پسند نہ کرتا کہ مندر کے اندر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے۔ ہم باتیں کرتے مندر کے صحن میں آئے تو وہاں موجود پنڈت پجاریوں کی نظریں ایک ایک کر کے ہماری سمت اٹھنے لگیں۔ میں اور محتاط ہو گیا۔ ستیارام بدستور کسی ٹھہرے ہوئے طوفان کی طرح مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس کے قدم سیڑھیوں کی جانب اٹھ رہے تھے' من موہن کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

بڑا پجاری ہمیں سیڑھیوں تک چھوڑ کر واپس چلا گیا تو میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"گرو! ہمارا یہاں آنا بے کار ہی ثابت ہو' جس کی تلاش تھی وہ سامنے نہیں آیا؟"

"کہیں منہ چھپائے بیٹھا ہو گا نامردوں کی طرح۔" ستیارام نے مسکرا کر اپنی برتری کا اظہار کیا۔ "مرد ہوتا تو سامنے ضرور آتا۔"

"ہو سکتا ہے وہ سرے سے مندر میں موجود ہی نہ ہو۔" میں نے ایک ممکنہ خیال کا اظہار کیا۔

"وہ جہاں بھی ہو گا اسے جوگی ستیارام کے مندر آنے کی خبر ضرور مل گئی ہو گی۔" اس نے لاپرواہی کا اظہار کیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا اس پجارن سے نہیں ملے گا جس نے تیرا راستہ روکا تھا' کون تھی وہ بھاگوان؟"

"وہ جو بھی تھی میں اسے پہچان گیا تھا۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں۔" اس نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔ "کیا اسے پہلے سے جانتا ہے؟"

میں کوئی مناسب جواب دینے کے بارے میں غور کر رہا تھا جب میں نے جوگی ستیارام کو چونکتے ہوئے دیکھا' اس کی نظریں میری پشت پر کھڑے کسی پنڈت پجاری پر جم رک رہ گئی تھیں اس کے تیور میں کھچاؤ پیدا ہو رہا تھا' اس کی آنکھوں میں شعلے بلند ہونے شروع ہو گئے۔ میں اس علامت کو دیکھ کر محتاط ہو گیا۔ ہم اس وقت سیڑھیوں کے درمیانی چبوترے پر کھڑے تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پنڈت رام کشن میری پشت پر موجود ہے۔ ستیارام نے یہی کہا تھا کہ جب اس کی آنکھوں میں خون ابلنے لگے تو میں سمجھ لوں کہ اس کا شکار اس کے سامنے موجود ہے۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ میں نے پلٹ کر پشت کی جانب دیکھا' ہم سے دس قدم کے فاصلے پر ایک دوہرے بدن اور پستہ قد کا پجاری تنہا کھڑا ستیارام کی طرف دیکھ رہا تھا' اس کے چہرے پر مجھے نفرت یا حقارت کے کوئی تاثرات نظر نہیں آئے۔ اس کا سکون اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ سلجھی ہوئی طبیعت کا بردبار اور دوراندیش شخص ہے' مجھے اس کی آنکھوں میں سمندر سے زیادہ گہرائی نظر آ رہی تھی لیکن لہروں میں تلاطم کی کیفیت نہیں تھی۔ اگر وہ پنڈت رام کشن ہی تھا تو یقیناً بڑی خوبیوں کا مالک رہا ہو گا۔ اس کی شخصیت میں جو ٹھہراؤ نظر آ رہا تھا وہ اس کی بڑائی کی دلیل تھی۔ میں نے دوبارہ پلٹ کر ستیارام کی جانب دیکھا' اس کی آنکھوں میں بھڑکتے شعلوں کی شدت تیز ہوتی جا رہی تھی' اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔

"کیا بات ہے گرو!" میں نے مدھم لہجے میں پوچھا۔ "کون ہے یہ؟"

"وہی جس کی ہمیں تلاش تھی۔" اس نے سانپ کی طرح پھنکار کر جواب دیا۔ "پنڈت رام کشن۔"

"کیا خیال ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسے یہیں نہ گھیر لیں؟"

"نہیں ..... تُو درمیان میں آنے کی بھول مت کرنا۔" ستیارام نے پھر تاکید کی۔ "یہ اوپر سے جتنا میٹھا نظر آ رہا ہے اندر سے اتنا ہی کڑوا بھی ہے۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن اتنی دیر میں پنڈت رام کشن قدم بڑھاتا ہمارے قریب آ گیا' وہ بدستور بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"ستیارام!" اس نے قریب آ کر براہ راست ستیارام کو مخاطب کیا۔ "یہاں تک آ گئے ہو تو کیا مجھ سے ملاقات کئے بنا واپس چلے جاؤ گے؟"

"کیسے ہو پنڈت رام کشن!" ستیارام نے اپنی نفرت کا اظہار برملا کیا۔

"دیوی دیوتاؤں کی دَیا سے ابھی تک زندہ ہوں۔" رام کشن نے مسکرا کر جواب دیا۔

"مجھے کرم چندر کی موت کا غم ہے پنڈت!" ستیارام نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "وہ تیرا ایک بازو تھا ..... اب نہیں رہا۔"

"ابھی تک تمہارے من کا کھوٹ دور نہیں ہوا جوگی!" رام کشن نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ "کب تک اندر ہی اندر سلگتے رہو گے؟"

aazzamm@yahoo.com

"اب سے آ گیا ہے۔" سیتارام بل کھا کر بولا۔ "من کی اگنی بھی ٹھنڈی کر لوں گا۔"

"بھول کرو گے۔" رام کشن نے جواب دیا۔ "تمہارے دل میں کوئی میل ہو تو ہو لیکن میرا من شروع سے اجلا ہے۔"

"خالی باتیں کرے گا یا کوئی ثبوت بھی دے سکتا ہے؟" سیتارام نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

"تم جو چاہتے ہو میں سمجھ رہا ہوں لیکن اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو گے۔" رام کشن نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "وہ کسی اور کی امانت ہے جسے میں نے تم سے پہلے پا لیا تھا' تمہارے ہاتھ لگ جاتی تو دھرتی کے بجائے آکاش پر اڑتے پھرتے' پر میں نے اسے سنبھال کر رکھا ہے' جب بھی اس کا مالک سامنے آیا اسے لوٹا دوں گا۔"

سیتارام تلملانے لگا' کوئی بات ایسی ضرور تھی کہ وہ جواب دینے کے بجائے کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔

"اس شے کا دھیان من سے نکال دو جوگی۔ میرا تیرا کوئی بیر پہلے بھی نہیں تھا۔"

"میدان چھوڑ کر بھاگنے کی بات کر رہا ہے۔" سیتارام سرسراتی آواز میں بولا۔ "تُو کرم چندر مہاراج کے چرنوں کی دھول بھی نہیں ہے ..... اس پر جو بیتی کیا تجھے اس کی خبر ابھی تک نہیں ملی؟ سمجھ رہا ہے نا میری بات؟"

"مجھے دیر میں خبر ملی ورنہ ایسا کبھی نہ ہوتا۔" رام کشن نے پہلی بار قدرے درشت لہجہ اختیار کیا۔ "میں چاہتا تو پجاری پنّا لال کی زبان پر پڑے تالے بھی ٹوٹ جاتے اس کی زبان کھل جاتی تو میرا راستہ بھی صاف ہو جاتا لیکن مہاراج واپس نہیں آ سکتے تھے' اسی کارن میں نے زبان بند رکھی۔"

"دن کے اجالے میں سپنے دیکھ رہا ہے؟" سیتارام نے تکبر کا اظہار کیا۔ "ابھی تک جوگی سیتارام کو بھی نہیں پہچان سکا۔"

"اونچے سُروں میں مت بول جوگی! میری خاموشی کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تُو سر چڑھنے لگے۔"

"اب کس کے کھونٹے پر اکڑ رہا ہے مورکھ!" سیتارام نے ذلت آمیز انداز میں پوچھا۔

"زبان کو لگام دے سیتارام!" رام کشن کے لہجے میں بھی گرمی آ گئی۔ "دیوی دیوتاؤں نے میرے تیرے بیچ جو ریکھا کھینچ دی ہے اسے پھلانگنے کی بھول مت کر اسی میں تیری مکتی ہے۔"

"تُو بھی اپنی کھال میں رہ کر بات کر۔" سیتارام نے مٹھیاں بھینچ کر خطرناک انداز میں کہا۔ "جوگی سیتا رام سے پنجہ لڑانے کی کوشش کی تو پھر نرک (دوزخ) کی اگنی بھی تیرا شریر سویکار کرنے سے انکار کر دے گی۔"

میں خاموش کھڑا دونوں کی لن ترانیاں سنتا رہا' اصولی طور پر مجھے سیتارام کی حمایت میں بولنا چاہئے تھا لیکن اس نے مجھے درمیان میں آنے سے سختی سے روک دیا تھا۔ پنڈت رام کشن کی باتوں سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ انمول رتن اسی کے پاس تھا جس کی جوگی سیتارام کو تلاش تھی لیکن ایک جملہ میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔ رام کشن نے یہ بات کیوں کہی تھی کہ — وہ شے اس کے پاس کسی کی امانت ہے جسے اس نے سیتارام سے پہلے حاصل کر لیا تھا — مجھے رام کشن کی شخصیت بھی سیتارام کے مقابلے میں زیادہ پُراسرار نظر آ رہی تھی۔ ابھی تک اس نے سیتارام کی طرح کسمسانے یا بل کھانے کی بھول نہیں کی تھی' دو ہی باتیں ممکن تھیں۔ یا تو وہ سیتارام سے کترا رہا تھا یا پھر اپنے آپ کو سیتارام کے مقابلے میں اتنا بلند سمجھ رہا تھا کہ اسے ڈھیل دیئے جا رہا تھا لیکن سیتارام کا آخری جملہ سن کر اس کی پیشانی پر بھی آڑی ترچھی لکیریں ابھر آئیں۔ اس نے جواب میں سیتارام کو سفاک نظروں سے گھورا' کچھ توقف سے بولا۔

"تیرے من میں جو بھی گند بھرا ہے آج کھل کر اگل دے ..... تُو چاہتا کیا ہے؟"

"کنٹھی میرے حوالے کر دے' میرا تیرا سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"

"اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"تو سیتارام تجھے بھی کرم چندر کی طرح اوپر بھیج دے گا۔" سیتارام نے سفاک لہجہ اختیار کیا۔

"اپنے اس سیوک کے بل پر اکڑ رہا ہے جس نے من موہن جیسے اناڑی پر وار کیا تھا؟" رام کشن نے پہلی بار مجھے دیکھا پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔

مجھے پنڈت رام کشن کی تیز نظریں اپنے وجود کی گہرائیوں میں نیزے کی طرح چبھتی

aazzamm@yahoo.com

محسوس ہو رہی تھیں' وہ ٹکٹکی باندھے مجھے گھور رہا تھا' بولتے بولتے اس کا اچانک خاموش ہو جانا خالی از علت نہیں تھا۔ شاید اس کی نظروں نے بھانپ لیا تھا کہ درگا مجھ پر مہربان تھی۔ وشنو مہاراج کا جاپ کرنے کے بعد میں نے جو مہان شکتی حاصل کی تھی وہ اس راز سے بھی واقف ہو گیا تھا — لیکن کیوں کر؟ — میرا ذہن الجھنے لگا' میں نے سوچا — جس راز کو جوگی سیتارام قریب رہ کر بھی نہیں معلوم کر سکا تھا وہ پنڈت رام کشن نے پہلی ہی نظر میں کیسے بھانپ لیا؟ کیا وہ سیتارام سے زیادہ شیطانی قوتوں کا مالک تھا؟

بہرحال مجھے اپنے بارے میں رام کشن کی وہ بات اچھی نہیں لگی چنانچہ میں چپ نہیں رہ سکا۔

"تمہارا کوئی سیوک اناڑی کیسے ہو سکتا ہے؟" میں نے زہرخند سے کہا۔ "کیا تمہارے پاس بھی اسے سکھانے کے لئے کچھ نہیں تھا؟"

"رتن کمار!" سیتارام درمیان میں بول پڑا۔ "تُو اپنی زبان بند رکھ ..... یہ تیرے گرو کی آگیا (حکم) ہے۔"

"رتن کمار....." پنڈت رام کشن کی آنکھیں پٹ پٹانے لگیں اس کی تیز نظریں میرے جسم پر پھیلنے لگیں' اس کی نگاہوں میں عجیب تجسس مچل رہا تھا' وہ اپنی زبان سے میرا نام دہرا کر اس طرح خاموش ہو گیا تھا جیسے اس کے ذہن کو کوئی شدید جھٹکا لگا ہو' کوئی گتھی الجھ گئی ہو جسے سلجھانے کی خاطر وہ خود بھی الجھ رہا تھا۔

بہرحال' مجھے سیتارام کی مداخلت پسند نہیں آئی' رام کشن نے میرے بارے میں زبان نہ کھولی ہوتی تو اور بات تھی۔ میں اندر ہی اندر جھلس کر رہ گیا شاید اسی لئے مجھے رام کشن کی نظریں بھی اپنے وجود پر ایک بوجھ لگ رہی تھیں چنانچہ میں نے اس کی نگاہوں کا مقصد سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی' حقارت سے اپنا منہ دوسری سمت پھیر لیا۔

"کس سوچ بچار میں پڑ گیا پنڈت!" سیتارام نے اس کی توجہ ہٹانے کی خاطر بڑے زہریلے انداز میں کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تُو میرے سیوک پر اپنی شکتی کا رعب گانٹھ کر جوگی کو ٹالنے کی کوشش کر رہا ہے؟"

"نہیں۔" رام کشن نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "گنیش کا سیوک ہو کر میں اسی کے پوتر استھان پر کوئی گھٹیا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔"

"پھر تو کیول ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے' میں جس رتن کی تلاش میں اتنا لمبا چکر

کاٹ کر یہاں تک پہنچا ہوں تُو اسے میرے حوالے کر دے اور لمبی تان کر سکون کی نیند سو جا' میرا تیرا سارا جھگڑا بھی ٹک جائے گا۔"

"جھگڑا تو اب شروع ہوا ہے' تُو بغیر کوئی داؤ پیچ کئے اسے مکانے کی بات کر رہا ہے۔" رام کشن نے کہا۔ "کیا میرے ساتھ بھی ٹھٹھول بازی سے اپنا مطلب نکالنے کے سپنے دیکھ رہا ہے؟"

"سمجھا..... گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا۔"

"تم انگلی ٹیڑھی کر کے بھی اپنی شکتی آزما لو' میں وچن دیتا ہوں کہ گنیش کے مندر کے اندر میرا ہاتھ نہیں اٹھے گا۔"

"اپنی کمزوری چھپانے کے کارن دیوتاؤں کو بیچ میں لا رہا ہے؟" سیتارام نے اسے چڑانے کی کوشش کی۔ "رگھوبیر اور رام اوتار کو کہاں چھپا رکھا ہے؟ ان کو دوبارہ سامنے بلا کر اپنے ساتھ نتھی کر لے' میں پھر بھی تجھ پر بھاری پڑوں گا۔"

"میں نہیں سمجھا کہ تُو کس کی باتیں کر رہا ہے؟"

"ان ہی دونوں قربانی کے بکروں کی جنہیں تُو نے میرا راستہ روکنے کے کارن بھیجا تھا۔ اتنی جلدی بھول گیا۔" سیتارام نے ٹرین والے ٹکراؤ کی مختصر تفصیل دہرائی تو رام کشن پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا' اس کی نظریں پھر میرے چہرے پر منڈلانے لگیں۔

"کوئی جواب بن نہیں پڑ رہا تو بغلیں جھانک رہا ہے۔" سیتارام نے اسے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ "اسی بل بوتے پر دیوتاؤں کی ریکھا کی بات کر کے مجھے مکتی کا راستہ دکھا رہا تھا۔"

"سیتارام! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ابھی تک اندھیروں کے بیچ بھٹکتے پھر رہے ہو۔" رام کشن نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میرا کہا مان تو کنٹھی کا دھیان من سے نکال دے ورنہ بڑے بھونچال میں پھنس جائے گا' بھاگے راستہ بھی نہیں ملے گا۔ جو میں سمجھ رہا ہوں وہ تیری کھوپڑی میں نہیں آئے گا۔"

"بس....." سیتارام غصے سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بس کر' چپ ہو جا' جوگی کو چکما دینے کی سوچ رہا ہے' ایک بات سن لے کان کھول کر' تُو اس کنٹھی کو ہڑپ نہیں کر سکے گا۔"

"سمے کیوں برباد کر رہے ہو گرو!" میں نے دونوں کی باتوں سے تنگ آ کر کہا۔ "جو

aazzamm@yahoo.com

فیصلہ کرنا ہے' ایک بار کر ڈالو۔"

"تُو پھر درمیان میں ٹانگ پھنسا رہا ہے۔" سیتارام نے مجھے ترچھی نظروں سے گھورا۔ "جو وچن دیا تھا اتنی جلدی بھول گیا۔"

میں جھلا کر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رام کشن نے ایک بار پھر نظریں گھما کر میری طرف غور سے دیکھا اس کے بعد اس نے سیتارام کو جو جواب دیا میرے لئے حیران کن ہی تھا۔

"میں وہ پوتر کنٹھی تیرے حوالے کرنے کو تیار ہوں پرنتو میری دو شرطیں ہوں گی۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ بھی اگل دے۔"

"کل ہماری دوسری مڈبھیڑ جمنا کنارے پرانے شمشان گھاٹ پر ہو گی ..... ٹھیک چار بجے۔"

"چتا کی سوکھی لکڑیاں بھی ساتھ لے آنا۔" سیتارام نے فاتحانہ انداز میں مسکرا کر لقمہ دیا۔

"دوسری شرط میں وہیں بتاؤں گا۔" رام کشن نے اس کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"مجھے منظور ہے لیکن تجھے بھی کالی اور وشنو کی سوگند (قسم) اٹھا کر سچے من سے وچن دینا ہو گا کہ تُو مجھے جُل دے کر بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

رام کشن کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ سیتارام کی بات اسے اچھی نہیں لگی تھی پھر بھی اس نے شرط مان کر قسم کھائی اور مجھے گھورتا ہوا الٹے قدموں مندر کے اندر واپس چلا گیا۔

"گرو!" تم نے کیا بھول کی۔ "میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر تمہارا شکار....."

"نہیں بالک! نہیں۔" سیتارام نے بڑے یقین سے میری بات کاٹ کر کہا۔ "کالی اور وشنو کی قسم کھانے کے بعد ایک پنڈت اپنے دیئے ہوئے وچن سے کبھی نہیں پھرتا۔"

"تم نے اس سے دوسری شرط کیوں نہیں پوچھی؟"

"میں زیادہ کرید کرتا تو وہ بھڑک بھی سکتا تھا۔"

"کیا تمہیں وشواس ہے کہ وہ اپنا وچن پورا کرے گا؟" میں نے وضاحت کی۔ "میرا مطلب اس شے کی طرف ہے جو اس کے قبضے میں ہے؟"

"تُو چنتا مت کر بالک! جوگی سیتارام نرک تک بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میرے منتر کے بیر اس بار اسے بھاگنے نہیں دیں گے' میں نے چاروں طرف پہرے بٹھا رکھے ہیں۔"

"ایک بات اور میری سمجھ میں نہیں آ سکی' وہ رتن کمار کی حیثیت سے میرا نام سن کر چونکا کیوں تھا؟"

سیتارام بھی میری بات سن کر کسی خیال میں مستغرق ہو گیا۔ شاید پہلے اس نے پنڈت رام کشن کی بات پر غور نہیں کیا تھا۔ میرے ذہن میں بھی مختلف خیال گڈمڈ ہونے لگے۔

رام کشن کے بارے میں پہلی نظر میں میرے ذہن نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ سیتارام کے مقابلے میں اگر زیادہ طاقتور نہیں تو کم بھی نہیں ہے' اس کی آنکھوں میں مجھے جو سنجیدگی اور گہرائی نظر آئی تھی وہ اس کی بڑائی کی دلالت کرتی تھی۔ خود سیتارام نے بھی اس سے بھڑنے میں جلدی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا' قدم پھونک پھونک کر آگے بڑھاتا رہا تھا لیکن صورت حال نے ایک دم ہی جو پلٹا کھایا تھا وہ میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔

سیتارام گنیش کے مندر سے رخصت ہو رہا تھا جب وہ خود اس کے سامنے آ گیا تھا' چہرے بشرے سے بھی وہ زیادہ بھاری بھرکم نظر آتا تھا' ٹھوس اور دو ٹوک لہجے میں بات کر رہا تھا اس نے کسی موقع پر سیتارام سے مرعوب ہونے کا تاثر نہیں چھوڑا تھا مگر پھر میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ کچھ گڑبڑا گیا تھا' اس کے بہت سارے مقصد اخذ کئے جا سکتے تھے۔ ممکن ہے اس نے میری قوت کا اندازہ لگا لیا ہو' یہ بات اس کے علم میں آ گئی ہو کہ میں نے وشنو مہاراج کا جاپ بھی کر رکھا تھا۔ درگا جیسی عظیم دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی تھی' گنیش دیوتا کا وجود بھی درگا یا کالی کے جسم سے اترے ہوئے اس میل کا مرہون منت تھا جس کا پتلا بنا کر پاربتی نے اس کے شریر میں شکتی پھونک دی تھی۔ رام کشن نے میری طاقت کا اندازہ لگانے کے بعد ہی قلابازی کھائی ہو گی' اسے سیتارام کی طاقت سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا۔ ہوتا تو وہ کھل کر تنہا میدان میں اترنے کی بھول کبھی نہ کرتا لیکن میری وجہ سے اس نے دوراندیشی سے کام لینے پر غور کیا ہو گا۔ وہ تنہا پڑ گیا تھا' ہم دو تھے۔

شاید اس نے اپنی قوت سے اس بات کا اندازہ بھی لگا لیا ہو کہ ہم ایک اور ایک مل کر اس کے لئے گیارہ بھی بن سکتے تھے مگر کچھ باتیں وضاحت طلب تھیں۔ اگر رام کشن کو

اپنے سیوک من موہن کے بارے میں خبر مل گئی تھی تو پھر اپنی شکتی کے زور سے اسے میرے بارے میں پہلے ہی معلومات حاصل کر لینی چاہئے تھی۔ اس نے سامنے کی غلطی کیوں تھی؟

میرا ذہن قلابازیاں کھاتا رہا پھر ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ "پنڈت رام کشن میرا چہرہ دیکھ کر کسی خیال میں گم ہو گیا تھا' اسے میرے چہرے میں ایسی کون سی بات نظر آ گئی تھی جس نے اس کے سارے کس بل نکال دیئے تھے؟ وہ تنہا سامنے آیا تھا تو یہ سوچ کر ہی آیا ہو گا کہ جوگی سیتارام سے اس کا ٹکراؤ ناگزیر بھی ہو سکتا تھا پھر اس نے میری شکل دیکھتے ہی ہتھیار کیوں ڈال دیئے تھے؟ کیا اس نے محض وقت حاصل کرنے کی خاطر کوئی چال چلی تھی جسے سیتارام بھی نہیں سمجھ پایا' کوئی اور مصلحت آڑے آ گئی تھی؟ اس نے اتنی جلدی کنٹھی سیتارام کو دے دینے کا وعدہ کیوں کر لیا تھا؟ اگر حقیقت یہی تھی کہ اسے ہم دو کے مقابلے میں اپنی کمزوری کا احساس ہو گیا تھا تو وہ اسی وقت سیتارام سے جان چھڑانے کی خاطر اس کی مطلوبہ شے اس کے حوالے کر سکتا تھا۔ خطرہ اسی وقت ٹل جاتا۔ اس نے چوبیس گھنٹوں کی مہلت کیوں مانگی تھی؟ ملاقات کے لئے شمشان گھاٹ کا تعین کیا معنی رکھتا تھا؟ اس نے صرف ایک شرط بتائی تھی' دوسری گول کر گیا تھا۔ خود سیتارام نے بھی دوسری شرط معلوم کرنے کے لئے اصرار نہیں کیا' کیا وہ بھی کسی مصلحت پر عمل کر رہا تھا؟ اصل راز کیا تھا' وہ دونوں کس چکر میں تھے؟ کیا دونوں ہی ایک دوسرے سے خائف تھے جو خم ٹھونک کر میدان میں برملا کودنے سے پہلو تہی کر رہے تھے یا کوئی اور بات تھی؟

سیتارام اور میں دونوں اپنے اپنے خیال میں گم تھے۔ دھرم شالہ پہنچنے کے بعد بھی اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ بھی میری آخری بات سن کر کسی سوچ میں غرق ہو گیا تھا۔ کیا جوگی نے بھی میرا نام رتن کمار رکھ کر کوئی بھول کر دی تھی؟ رتن کمار کون تھا جو پنڈت رام کشن اور سیتارام دونوں کے لئے ایک معمہ بن گیا تھا؟ کیا اس نام سے ان دونوں کی زندگی کا کوئی گہرا تعلق رہ چکا تھا؟ اگر ایسا ہی تھا تو سیتارام نے میرا نام بدلتے وقت اس پر غور کیوں نہیں کیا تھا؟

میرے دماغ میں جھرنا کا بحیثیت پجارن گنیش کے مندر میں نظر آنا بھی حیرت کا باعث تھا۔ وہ میرے خیال کے مطابق سو فیصد جھرنا ہی تھی جس نے ماضی کی تمام باتوں کا حوالہ دے کر اپنی حقیقت تسلیم کرائی تھی۔ اگر بزرگ کی آواز نے مجھے محتاط رہنے کی

aazzamm@yahoo.com

تلقین بروقت نہ کی ہوتی تو شاید میں پھر سیتارام کی کسی سازش کا شکار ہو جاتا۔ وہ جانتا تھا کہ جھرنا میری کمزوری بن چکی ہے اسی لئے اس نے جھرنا کے روپ کو سامنے لا کر مجھے پھر کسی فریب میں مبتلا کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش کی تھی۔ شاید اکیس دن کا حساب کتاب ابھی تک اس کے ذہن میں ڈنک مار رہا تھا' وہ جھرنا کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہو گا کہ میں نے وہ اکیس دن کہاں صرف کئے تھے۔ کوئی اور چال بھی ہو سکتی تھی لیکن بزرگ نے مجھے پہلے ہی قدم پر ٹوک کر محتاط کر دیا تھا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں جانے کی خاطر پر تول رہا تھا جب سیتارام نے میرا ہاتھ پکڑ کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"بالک! آج کی رات تُو یہیں میرے ساتھ سو جا' تیرا دوسرے کمرے میں لیٹنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیوں؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔ "آج رات میں کیا خاص بات ہے؟"

"تُو ابھی ان باتوں کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا پرنتو میں جانتا ہوں کہ آج کی رات ہم دونوں کے لئے بھاری ہے۔"

"کوئی وجہ بھی ضرور ہو گی؟"

"ہاں ..... کوئی کارن نہ ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ ٹوکتا۔" سیتارام نے ہونٹ چباتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "دشمن کو خود سے کمزور سمجھنے کی بھول کبھی نہیں کرنی چاہئے' پنڈت رام کشن نے چوبیس گھنٹے کی شرط باندھی ہے تو اس میں بھی کوئی چال اوش ہو گی۔ تیری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ اگر وہ مہان شکتی کا مالک نہ ہوتا تو میں اسے اتنی ڈھیل بھی کبھی نہ دیتا۔ بڑا چتر اور چنڈال آدمی ہے' اس نے کچھ سوچ بچار کر کے ہی کوئی فیصلہ کیا ہو گا۔"

"لیکن میرا دوسرے کمرے میں سونے سے....."

"تُو نہیں جانتا لیکن جوگی سیتارام جانتا ہے کہ آج کی رات وہ چین کی نیند نہیں سوئے گا۔ اس کی کھوپڑی کسی نہ کسی جوڑ توڑ میں لگی ہو گی۔" اس نے میری بات کاٹ کر ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تُو یہاں میرے پاس رہے گا تو وہ اس منڈل کو نہیں توڑ سکے گا جو میں نے باندھ رکھا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

"ایک بات پوچھوں گرو!" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔ "کیا رتن کمار کا نام رکھتے وقت تمہیں اس بات کا دھیان نہیں آیا تھا کہ پنڈت رام کشن کا بھی اس نام سے کوئی گہرا تعلق ہے؟"

"رتن کمار کے نام سے اس خنزیر کا کوئی سمبندھ نہیں ہے۔" سیتارام تلملا کر بولا۔ "تو جو سوچ رہا ہے ویسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اور کیا بات ہے؟" میں نے اصرار کیا۔ "وہ بار بار میری طرف کیوں دیکھ رہا تھا' رتن کمار کا نام سن کر چونکنے کا کیا کارن تھا؟"

"ابھی ان چکروں میں مت پڑ۔" سیتارام نے بات ٹالنے کی خاطر کہا۔ "کل کا دن اور گزر جانے دے' ساری بات تیری سمجھ میں آ جائے گی۔"

"اور اگر کل بھی اس نے تمہاری بات نہ مانی تو؟"

"تو کیا کہنا چاہ رہا ہے؟" سیتارام نے مجھے بڑی گہری نظروں سے گھورا۔ "کس پاتال میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہے؟"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو گرو!" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "ابھی رام کشن نے دوسری شرط نہیں بتائی ہے۔"

"پھر؟"

"وہ کوئی ایسی شرط بھی باندھ سکتا ہے جسے تم پورا نہ کر سکو۔"

"اب وہ ایسا نہیں کرے گا۔" سیتارام نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "اگر اسے ٹالنا ہوتا تو کھل کر کنٹھی میرے حوالے کرنے کا وچن کبھی نہ دیتا۔"

"آخر اس کنٹھی میں ایسی کیا بات ہے جس نے تمہیں پاگل بنا رکھا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ "تم اسے براہ راست کیوں نہیں حاصل کر سکتے۔ بلاوجہ میرے جیون کو درمیان میں گھسیٹنے سے تمہیں کیا ملا' میں بھی اپنے راستے سے بھٹک گیا۔"

"پھر پڑ گیا پاپ اور پُن کے چکروں میں۔" سیتارام بل کھا کر بولا۔ "میں بات کا دھنی ہوں بالک! میرا کام پورا ہو جائے تو تُو اپنے پرانے راستے پر واپس لوٹ جانا۔ میں دوبارہ تیرا پیچھا نہیں کروں گا۔"

"میں جانتا ہوں گرو! تم اپنا مطلب نکل جانے کے بعد نگاہیں پھیر لو گے۔" میرے لہجے میں تلخی آ گئی۔ "کنٹھی پا لینے کے بعد تمہیں میری ضرورت بھی نہیں رہے گی لیکن تم

نے میری زندگی میں جو گند گھول دیا ہے اسے کون دور کرے گا؟"

"اپنے پرماتما کے سامنے زمین پر متھا رگڑنا' تمہارے من کی لگن سچی ہوئی تو وہ ضرور شما کر دے گا۔" سیتارام نے لاپرواہی سے جواب دیا' اس کے لہجے میں خودغرضی شامل تھی' میں جھلا کر بولا۔

"تم اب بھی ایک بات بھول رہے ہو گرو! میں وہ قیمتی شے ہاتھ میں آ جانے کے بعد اسے تمہیں دان کرنے سے انکار بھی کر سکتا ہوں۔"

"تُو ..... انکار کرے گا ..... جوگی سیتارام سے؟" اس نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "کالی کا جاپ کرنے کے بعد اتنی جلدی اپنی اوقات بھول گیا مورکھ کہ گرو سے نظریں ملا کر بات کر رہا ہے۔"

"شیطانی قوتوں کی بات مت کرو۔" میں جھلس کر رہ گیا۔ "کچھ پوتر شکتیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے جوڑ کا کوئی توڑ نہیں ہوتا۔"

"کون ہے وہ شکتی؟" سیتارام یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "آج تیری زبان پر دل کی بات آ گئی ہے تو اس کا نام بھی اگل دے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ جوگی کے حساب میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہوتی' میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کسی نہ کسی کا ہاتھ تیرے سر پر اوش چھایا کئے ہوئے ہے ..... اگل دے اس کا نام ..... کون ہے وہ؟"

"میں اس نیلے آسمان کے مالک کی بات کر رہا ہوں جو دونوں جہانوں کا مالک ہے۔" میں نے تلملا کر کہا۔ "ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا ایمان ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے' اس کی طاقت لازوال ہے' اس کے سامنے کوئی پرندہ بھی پَر نہیں مار سکتا' سب کی زبانیں گنگ ہو کر رہ جاتی ہیں۔"

"دھرم کرم کی بات کر رہا ہے۔" اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ "اس سندری کے کومل شریر کی گرمی اور شکتی کو بھول گیا جس کے ایک اشارے پر تُو سارے کپڑے لتے اتار کر الف ننگا ہو گیا تھا۔"

"اس ناٹک میں بھی تمہارا ہاتھ شامل تھا۔" میں بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگا۔

"پھر جھگڑا کس بات کا مورکھ!" اس نے زہرخند سے کہا۔ "اب بھی جو گرو کہہ رہا ہے وہی مان لے ..... اسی میں تیری مکتی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ درگا نے بندش نہ عائد کی ہوتی تو شاید میں الجھ پڑتا

aazzamm@yahoo.com

لیکن میں جانتا تھا کہ وہ میرے مقابلے میں سیتارام کی زیادہ حمایت کرے گی۔ اس نے وشنو کا جاپ مکمل کرنے کے بعد مجھ سے کہہ بھی دیا تھا کہ میں سیتارام کے مقابلے میں کھڑا ہونے کی کوشش کبھی نہ کروں ورنہ وہ میری ساری شکتی واپس لے لے گی۔

"ایک بات اور کان کھول کر سن لے۔" سیتارام نے کسی زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ "کل اس کمینے پنڈت کے سامنے اپنی زبان بند ہی رکھنا۔ تیرا نام صرف رتن کمار ہی ہے اس بات کو بھی گرہ سے باندھ لے۔ کل جوگی کے سپنے پورے ہونے کی شبھ گھڑی ہے۔ تُو نے کوئی گڑبڑ گھوٹالا کرنے کی کوشش کی تو میں تجھے بھی شما نہیں کروں گا۔ سن رہا ہے نا میری بات؟"

"ہاں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "سن بھی رہا ہوں اور سمجھ بھی رہا ہوں۔"

"چل ..... اب چپ کر کے اسی کمرے میں ٹانگ پسار کر سو جا۔" سیتارام کے لہجے میں میری تضحیک کا پہلو نمایاں تھا' ایک لمحے کو میرے دل میں آئی کہ ساری مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اس سے ایک آخری فیصلہ کر لوں لیکن پھر کچھ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

☆------☆------☆

میں بظاہر آنکھیں بند کئے لیٹا تھا لیکن اندر ہی اندر اس ایک لمحے کو یاد کر کے دل مسوس رہا تھا جب میں نے موت سے گھبرا کر جوگی سیتارام کے ساتھ زندگی کا سودا کر دیا تھا۔ وہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی' میرے ایمان کی کمزوری تھی جس نے اس لمحے مجھے بزدل بنا دیا تھا' موت اور زندگی خدا کے اختیار کی بات ہے لیکن شاید جیل کی اذیتوں اور حالات کی پے در پے ستم ظریفیوں نے میرے اعتقاد کو متزلزل کر دیا تھا۔ میں اسی لغزش کی سزا بھگت رہا تھا۔ شاید درگا نے بھی میرے ساتھ مذاق کیا تھا' وشنو کا جاپ کرنے کی تلقین اسی نے کی تھی' اس نے یقین دلایا تھا کہ میں ناقابل یقین قوتوں کا مالک بن جاؤں گا لیکن یہ بندش بھی لگا دی تھی کہ میں جوگی سیتارام کو کوئی نقصان پہنچانے کی غلطی نہ کروں جبکہ اس کے علاوہ میرا کوئی اور دشمن نہیں تھا۔

مجھے مہاویر کی بات بھی یاد آئی اس نے کہا تھا کہ میں کبھی رام کشن کے ساتھ پنجہ لڑانے کی بھول نہ کروں۔ یہ بھی واضح الفاظ میں کہا تھا کہ سیتارام نے مجھے صرف اپنے

ایک مقصد کے حصول کی خاطر اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعہ تسخیر کر لیا ہے۔ اب سیتارام بھی صاف طور پر کہہ رہا تھا کہ میں اس کی خواہش کی تکمیل کے بعد اپنا راستہ الگ کر سکتا ہوں۔

میرے ذہن میں خیالات کی یلغار ہو رہی تھی' صرف ایک رات اور ایک دن کی بات اور رہ گئی تھی اس کے بعد سیتارام پنڈت رام کشن سے اپنی مطلوبہ شے حاصل کرنے کے بعد مجھ سے علیحدگی اختیار کر لیتا۔ میں پھر تنہا رہ جاتا۔ میری زندگی کا وہ درمیانی وقفہ کس کھاتے میں لکھا جاتا جو میں نے سیتارام کے ساتھ گزارا تھا؟ میں نے ایمانداری اور راست گوئی کے راستوں کو چھوڑ کر جن غلاظتوں میں وقت گزارا تھا وہ میرے نامۂ اعمال میں لکھے جا چکے تھے' مجھے اس کی سزا بہرحال بھگتنی تھی۔

میں وقت کی گردش کے ہاتھوں شکار ہوا تھا' صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہو گا۔ سفید ریش بزرگ نے کہا تھا کہ وہ میرا امتحان تھا' میری آزمائش تھی جس میں میں بُری طرح ناکامیاب ہو گیا تھا لیکن ابھی زندگی کے کچھ دن باقی تھے' میں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکتا تھا' غلطیوں کی تلافی ناممکن نہیں تھی' میں ندامت کا کھلے دل سے اقرار کر کے اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گڑگڑاتا' سچے دل سے توبہ کر لیتا تو شاید وہ میرے گناہ معاف کر دیتا۔

مہاویر نے مجھے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ پنڈت اگر سیتارام کے مقابلے میں زبر نہیں ہے تو زیر بھی نہیں ہے۔ اگر اس نے سچائی سے کام لیا تھا تو پھر پنڈت نے وہ شے سیتارام کے حوالے کر دینے کی بات ہی کیوں کی تھی؟ وہ کیا خاص بات تھی جس نے رام کشن کے قدم ڈگمگا دیئے تھے؟ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ شے اس کے پاس کسی کی امانت ہے۔ اس کا شارہ کس سمت تھا؟ اس نے اس امانت کی حفاظت کرنے کی خاطر سیتارام جیسے خبیث شیطان سے دشمنی مول لینے کی غلطی کیوں کی تھی؟ وہ اس شے کو ضائع کر دیتا' دریا بُرد کر دیتا' بات ختم ہو جاتی لیکن اس نے ایسا بھی نہیں کیا تھا۔

میں حالات کی گتھی کو جتنا سلجھانے کی کوشش کرتا اتنا ہی الجھ جاتا' میں کب تک ذہنی طور پر بیدار رہا' مجھے یاد نہیں البتہ جب مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی میرا ہاتھ تھام کر مجھے جگانے کی کوشش کر رہا ہے' میری غنودگی کی شدتوں میں کمی آنے لگی پھر مجھے بزرگ کی مانوس آواز سنائی دی تو میرا ذہن بیدار ہو گیا۔ میں نے اس نورانی چہرے کو سامنے دیکھا

aazzamm@yahoo.com

تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"میرے محترم!" میں نے اپنی بے بسی کا اظہار پوری عاجزی سے کیا۔ "میرا دم گھٹ رہا ہے' میں آپ سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔"

"تُو اب بھی کفر کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔" بزرگ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ "دینے والی ذات صرف اس کی ہے جس نے تیرے وجود کے لوتھڑے میں پوری صداقت اور دیانت سے جان ڈالی تھی' اگر مانگنا ہے تو اس کے سامنے دامن پھیلا مجھے کیوں گنہگار کر رہا ہے۔"

"شاید آپ کی سفارش میری ذات کے لئے نجات کا ذریعہ بن جائے۔" میں نے رقت سے گزارش کی۔

"یہ بھی تیری بھول ہے' سچے دل سے اس کے سامنے سربسجود ہو جا' تیرا تعلق بھی براہ راست ہو جائے گا۔"

"میری ہمت جواب دے گئی ہے۔" میں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ "سیتارام کی شیطانی قوتوں نے میرے گرد جو جال بُنا ہے اسے کاٹنے کی طاقت کھو چکا ہوں۔"

"نہیں۔" بزرگ کے نورانی چہرے پر جلالی کیفیت نمودار ہوئی۔ "ہر فرد خود اپنی شخصیت میں کسی شیطان سے کم نہیں' اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کی خاطر شیطان کو موردِ الزام ٹھہراتا ہے۔ تُو نے بھی اس کے احکامات سے روگردانی کی' زندگی کا لبادہ اوڑھ لیا' موت کو یاد رکھتا' اس سے تعلق قائم رکھتا تو شیطان بھی تجھے ورغلانے کی کوششوں میں ناکام ہو جاتا۔ اپنی غلطیوں کو دوسرے کے سر ڈال کر تُو سزا سے نہیں بچ سکے گا۔"

"میں آپ کو دادا جان کی واقفیت کا واسطہ دیتا ہوں۔" میں نے آخری حربہ استعمال کیا۔

"ملعون ..... بدبخت۔" وہ جھلا کر بولے۔ "اگر اس نیک مرد سے تعلق نہ ہوتا تو میں تیری طرف نظریں اٹھانے کا خیال بھی دل میں نہ لاتا۔"

میں نے زبان بند رکھی' بزرگ نے میرا ہاتھ تھام لیا' میں لڑکھڑاتا ہوا اٹھا' اندھیرے میں گرتا پڑتا کمرے سے باہر نکلا تو بزرگ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ "میں جا رہا ہوں۔" ان کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ذہن اور عقل کے دروازے کھلے رکھنا' آگے جو اس کو منظور ہو۔"

میرا ہاتھ بزرگ کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ میرے وجود کے اندھیروں میں پھر سائیں سائیں کا شور بلند ہونے لگا' ذہن پر پھر غنودگی نے حملہ کیا لیکن پھر ایک آواز مجھے کہیں دور سے آتی سنائی دی۔

"بالک! میں جانتا ہوں کہ تُو نے درگا دیوی کے اشارے پر وشنو مہاراج کا جاپ کر کے مہان شکتی پراپت کر لی ہے' ایسا نہ ہوتا تو جوگی کے منڈل سے باہر کبھی نہ نکل پاتا۔"

"کون ہو تم؟" میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں بھی اسی کا پجاری ہوں تجھے جس کا آشیرباد حاصل ہے۔"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"دیوی کو یاد کر بالک!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کی شکتی نے میری پکار سن لی ہے۔"

"تم کون ہو؟" میں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ "مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"جاننے کی کوشش کر رہا ہوں' اسی کارن تیرے پاس آیا ہوں ..... مجھے اپنا نام بتا دے۔"

"میرا نام جان کر کیا کرو گے؟"

"میری ایک گتھی سلجھ جائے گی۔" اس نے اصرار کیا۔ "من میں جو دبدھا ہے وہ دور ہو جائے گی۔"

"میں رتن کمار ہوں لیکن تم....."

"نہیں۔" اس نے جھلا کر میری بات کاٹ دی۔ "تم رتن کمار نہیں ہو سکتے' میرے من میں جو کھٹکا پیدا ہوا ہے اس کا کوئی کارن اوش ہو گا' میری تپسیا میں کبھی کوئی کھوٹ نہیں رہا' میرا من کہتا ہے تُو رتن کمار نہیں ہے۔"

"اور کون ہوں میں؟" میں نے غنودگی کے عالم میں سوال کیا۔

"یہی تو میں کھوجنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" وہ الجھ کر بولا۔ "یہ سمے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر یہ سارا کیا دھرا نشٹ ہو جائے گا۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کر بالک! مجھے بتا دے کہ تیرا نام کیا ہے؟ تُو اس پاپی جوگی کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟"

میرے ذہن میں پھر جوار بھاٹے کی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ دل کی دھڑکنوں میں بے ترتیبی کا رنگ جاگ اٹھا' ایک شدید گھٹن کا احساس تھا جو مجھے بے چین کر رہا تھا' میرے

aazzamm@yahoo.com

دل میں یہ خیال ابھرا کہ میں اپنے ماضی کی داستان فرفر دہراتا چلا جاؤں لیکن اسی لمحے سیتارام کی شعلہ اگلتی نگاہیں میرے سامنے آ گئیں۔

"بالک!" اس کا لہجہ قہر آلود تھا۔ "تیرا نام صرف رتن کمار ہے' اس بات کو بھی گرہ سے باندھ لے۔ کوئی گڑبڑ گھوٹالا کرنے کی کوشش کی تو میں تجھے بھی شما نہیں کروں گا۔ سن رہا ہے نا میری بات؟"

"ہاں ..... سن بھی رہا ہوں اور سمجھ بھی رہا ہوں۔" میں نے کسی معمول کے انداز میں جواب دیا۔

"نہیں بالک! نہیں۔" دوسری آواز کی گھن گرج پھر میرے کانوں میں گونجی۔ "اس پاپی کی بات پر دھیان مت دے' یہ تجھے بہکانے کی کوشش کر رہا ہے' میرا کہا مان لے' مجھے بتا دے کہ تُو کون ہے؟ اس دشٹ جوگی کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟ تیرا اصل کیا ہے؟ سے گزر رہا ہے' سے کی قدر کر' اس بات کو مان لے کہ تُو رتن کمار نہیں ہے۔"

"ہاں ..... میں رتن کمار نہیں ہوں۔" میرے دل کی گہرائیوں سے ایک آواز ابھری۔

"پھر..... پھر..... تو کون ہے؟"

"میں ..... میں....." میں اپنا اصل نام زبان تک لانے کی جدوجہد میں مصروف تھا جب درگا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"سنبھلو رتن کمار! تم صرف رتن کمار ہو ..... جوگی سیتارام نے تم سے یہی کہا تھا۔"

"دیوی! میں بھٹک رہا ہوں۔" میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میری سہائتا کر۔"

"میں نے کہا تھا کہ میرا آشیرباد تیرے ساتھ ہے۔" درگا کی آواز کا جادو میرے کانوں میں نشہ گھولنے لگا۔ "چنتا کیوں کرتا ہے؟ چین کی نیند سو جا۔"

"دیوی!" دوسری آواز نے احتجاج کیا۔ "میں بھی تیرا سیوک ہوں' تُو جانتی ہے کہ میرے من میں کوئی چھل کپٹ نہیں ہے' میں نے تمام جیون دیوی دیوتاؤں کی کٹھن تپسیا کی ہے' دھرم کے معاملے میں....."

"یہ بھی دھرم کرم کا معاملہ ہے۔" دیوی کی خوبصورت پیشانی پر بل آ گئے' اس نے اندھیرے میں کسی کو ناگوار نظروں سے گھور کر جواب دیا۔ "تُو واپس چلا جا' دھرم کا نام لیوا

ہے تو پھر اپنے دھرم کی رکھشا (حفاظت) کر۔"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

"رتن کمار!" دیوی نے دوبارہ مہربان نظروں سے مجھے دیکھا۔ "تُو چین کی نیند سو جا اور اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ تُو نے مجھے جوگی سیتارام کے سلسلے میں کیا وچن دیا تھا۔ تُو نے اپنا وچن توڑ دیا تو تیری ساری شکتی چھن جائے گی' میں بھی نظریں پھیر لوں گی۔"

"مجھے اپنا وچن یاد ہے دیوی!" میں نے اس کی آنکھوں کی مستیوں میں ڈوب کر کہا۔ "تُو نے جو کہا ہے میں اسے یاد رکھوں گا۔"

دیوی مسکراتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی' میں نے غنودگی میں غرق ہونا چاہا تو سفید ریش بزرگ کی قہر آلود نظریں دیکھ کر ہڑبڑا کر جاگ اٹھا' کمرے میں میرے اور جوگی سیتارام کے سوا کوئی اور موجود نہیں تھا۔ میں ابھی اپنی بے چینی اور اضطراب میں مبتلا تھا کہ سیتارام بھی اس طرح ہڑبڑا کر اٹھا جیسے کسی بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو' مجھے جاگتا دیکھ کر بولا۔

"کیا بات ہے بالک! تُو ابھی تک سویا نہیں؟"

"مجھے پیاس لگ رہی تھی اس لئے آنکھ کھل گئی۔" میں نے دروغ گوئی کا سہارا لیا۔

سیتارام نے مجھے تیز نظروں سے گھورا پھر مٹکے سے پانی نکال کر میرے سامنے کر دیا' میں نے خاموشی سے پانی حلق کے نیچے اتارا پھر دوبارہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

صبح میری آنکھ دیر سے کھلی' سیتارام کسی پجاری کے ساتھ بیٹھا کھسر پھسر میں مصروف تھا' دھرم شالہ کا مالک بھی موجود تھا۔ مجھے جاگتا دیکھ کر ان کے درمیان ہونے والی کانا پھوسی بند ہو گئی۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا' پجاری مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا' سیتارام کے تیور بھی مجھے کچھ بدلے بدلے نظر آ رہے تھے۔

"ناشتہ پروس دوں مہاراج!" دھرم شالہ کے مالک نے سیتارام سے پوچھا۔ "اب تو رتن کمار بھی جاگ گیا۔"

سیتارام نے اثبات میں گردن ہلائی تو وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ پجاری جو کسی بوڑھے برگد کی طرح بوسیدہ اور عمر رسیدہ نظر آ رہا تھا' بدستور مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا' میرے ذہن میں رات کی کہانی دوبارہ متحرک ہو گئی' سیتارام کی سنجیدگی اور بوڑھے پجاری کی آنکھوں کی چبھن مجھے بے چین کر رہی تھی' شاید سیتارام پھر میری

aazzamm@yahoo.com

طرف سے کسی شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کمرے میں گہری خاموشی مسلط تھی۔

"کیا بات ہے گرو!" میں نے اپنی جگہ کسمسا کر پوچھا۔ "تم نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا؟"

"تیرے اٹھنے کی راہ دیکھ رہا تھا۔" سیتارام نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "جا..... جا کر منہ پر چھینٹے مار کر آ جا۔"

میں خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔ آج کا دن سیتارام کی زندگی کا سب سے اہم دن تھا۔ اسے جس شے کی تلاش تھی' جس کی خاطر اس نے میری زندگی میں زہر گھولا تھا' آج اس کے قبضے میں آنے والی تھی۔ کم از کم اس نے یہی سوچ رکھا تھا۔ بوڑھے پجاری کی موجودگی بھی اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ جوگی سیتارام نے صبح ہی سے اپنی تیاری شروع کر دی تھی۔ میں نے اس بوڑھے پجاری کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں سر کھپانے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی' میرے ذہن میں رات کی باتوں کے علاوہ ایک خیال اور بھی کلبلا رہا تھا۔ "سیتارام سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے بعد میری منزل کیا ہو گی؟"

میں منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو کر کمرے میں واپس آیا تو ناشتہ پروسا جا چکا تھا۔ بوڑھا پجاری پھر مجھے کسی آدم خور گدھ کی طرح گھورنے لگا' مجھے اس کا انداز کھل رہا تھا' ناشتے کے دوران زیادہ تر خاموشی ہی رہی' سیتارام نے دبی زبان میں بوڑھے پجاری کا تعارف کراتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ میرے بہت پرانے متر پنڈت امرناتھ ہیں' آج ہی کاشی سے واپس لوٹے ہیں' اسی دھرم شالہ میں ٹھہرے ہیں۔"

"مجھے رتن کمار کہتے ہیں۔" میں نے اپنا تعارف کرایا تو پنڈت امرناتھ کے ہونٹ سوکھے پتوں کی طرح کھڑکھڑا کر رہ گئے۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی خاموشی بھی معنی خیز تھی۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد دھرم شالہ کا مالک برتن سمیٹ کر چلا گیا تو سیتارام نے کھنکھار کر کہا۔

"بالک! امرناتھ مہاراج نے اپنا پورا جیون پہاڑی گپھاؤں میں بیتایا ہے' دیوی دیوتاؤں کو راضی کرنے کے کارن بڑی کٹھن تپسیا کی ہے' میرے بڑے بھاگیہ (خوش

قسمتی) جو آج ان کے درشن ہو گئے۔ مہاراج کی زبان سے جو بات نکل جائے وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے' تُو بھی اپنے بھوش کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہے تو مہاراج سے پوچھ لے' ایسے گیانی دھیانی لوگ قسمت ہی سے ملتے ہیں۔"

"پھر تو آج کا دن تمہارے لئے بھی بڑا شبھ (مبارک) ہو گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تُو نے اپنے بارے میں کچھ جانکاری نہیں کی؟" بوڑھے پنڈت نے پہلی بار زبان کھولی۔ اس کے لہجے میں گہرائی تھی' اس کی عقابی نظریں بدستور میرے چہرے پر منڈلا رہی تھیں۔

"کیا تم قسمت کا حال بھی بتا سکتے ہو؟" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا جسے سیتارام نے بھی محسوس کر لیا' اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھرنے لگیں' وہ اپنی خفگی کا اظہار کرنے کی خاطر الفاظ تول رہا تھا جب بوڑھے پنڈت نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا' مجھ پر نظر جمائے بڑے ٹھوس انداز میں بولا۔

"میں تیرے بھیتر کا سارا حال کھنگال چکا ہوں بالک! تیرا جیون کھلی کتاب کی طرح میری نظروں کے سامنے ہے۔ جو بیت گئی' جو بیت رہی ہے اور جو بیتنے والی ہے' میں سب جانتا ہوں۔ تیرے من میں جو کھلبلی سر ابھار رہی ہے میں اسے بھی دیکھ رہا ہوں۔"

"گرو کا سایہ میرے سر پر کب تک باقی رہے گا؟" میں نے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔

"تُو جس بندھن کی بات پوچھ رہا ہے وہ کچے دھاگوں سے بندھا ہے' اس کے ٹوٹنے کا سمے آ چکا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو مہاراج!" سیتارام چونکا۔

"وہی جو تُو پہلے کہہ چکا ہے۔" پنڈت نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "تیرا سپنا اگر پورا ہو گیا تو تیرا اور اس کا ناتا ٹوٹ جائے گا۔"

"میرا سپنا اوش پورا ہو گا۔" سیتارم نے بل کھا کر کہا۔ "جوگی بھی من کے بھیتر جھانکنے کی شکتی رکھتا ہے۔"

"میری بات کا بُرا مان گیا مورکھ!" امرناتھ نے معنی خیز انداز میں سیتارام کو گھورا۔ "میں لگی لپٹی کی بات نہیں کرتا جو بھوش میں لکھا ہے اسے بھی دھرتی کی کوئی شکتی نہیں

aazzamm@yahoo.com

ٹال سکتی۔ تُو جتنا من چاہے ہاتھ پیر مار لے لیکن ہو گا وہی جو....."

"میری بات چھوڑ مہاراج!" سیتارام نے پنڈت کی بات کاٹ کر قدرے خشک لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں رتن کمار کے کارن اس کمرے میں لایا تھا۔"

"کیا جاننا چاہتا ہے تُو؟" پنڈت نے سیتارام کو ناگوار نظروں سے گھورا' اسے سیتارام کی دخل اندازی شاید اچھی نہیں لگی تھی۔

میں سنبھل کر بیٹھ گیا' پنڈت امرناتھ کے تیور بتا رہے تھے کہ صاف گو اور کھرا آدمی ہے۔ شاید سیتارام نے اسے کمرے میں لا کر غلطی کی تھی' میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پنڈت کو مخاطب کیا۔

"پنڈت رام کشن نے گرو کو جو وچن دیا ہے کیا وہ اسے پورا کرے گا؟"

"وہ اپنی بات کا دھنی ہے' اس نے جو بات زبان سے نکال دی اس سے پیچھے نہیں ہٹے گا پرنتو میں چاروں اور گھپ اندھیرے بھی منڈلاتے دیکھ رہا ہوں۔" امرناتھ نے بڑے گھمبیر لہجے میں کہا۔ "پنڈت کی آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔"

"تم کیا دیکھ رہے ہو مہاراج!" میں نے پہلو بدل کر دلچسپی سے پوچھا۔

سیتارام خاموش بیٹھا گرگٹ کی طرح بار بار رنگ بدل رہا تھا۔

"بجلی کی کڑک' گھنگھور گھٹاؤں کی گھن گرج اور شکتیوں کا ٹکراؤ ضرور ہو گا پرنتو....."

"وجے کس کی ہو گی؟" سیتارام نے پھر بات کاٹ کر سوال کیا۔

"جس کے من میں کوئی کھوٹ نہیں ہو گا۔" پنڈت نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "گھپ اندھیروں کے کارن میں اسے ابھی تک پوری طرح نہیں دیکھ سکا لیکن میری ودیا (علم) غلط نہیں ہو سکتی' کوئی مہان شکتی ایسی ضرور ہے جو دور بیٹھی پیچ لڑا رہی ہے۔"

"میں نے بھی یہی کہا تھا۔" سیتارام نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "جوگی کا حساب کتاب کبھی غلط نہیں ہوا' میری نظریں ابھی تک اسے تلاش نہیں کر سکیں لیکن میں نے ہار نہیں مانی' میں اسے کھوجے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

"میری ایک بات مانے گا۔" امرناتھ نے سیتارام کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اس کا دھیان من سے نکال دے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" سیتارام بل کھا کر بولا۔ "میں اور اس کا دھیان من سے

نکال دوں جو میرے راستوں میں روڑے اٹکا رہا ہے۔ کوئی ایسا اوپائے بتاؤ کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ تمہارا گیان دھیان' تمہاری ودیا کس دن کام آئے گی؟"

"ہاں مہاراج!" میں نے لقمہ دیا۔ "تم اگر گرو کی سہائتا نہ کرو گے تو اور کس کے کام آؤ گے؟"

"پنڈت سے ٹھٹھول کر رہا ہے مورکھ!" امرناتھ کا بوڑھا جسم کھڑکھڑانے لگا۔ "دیوی کی کرپا نے تجھے ڈھیل دے رکھی ہے جو اونچے سُروں میں بولنا سیکھ گیا پرنتو پنڈت کی ایک بات کان کھول کر سن لے۔ دیوی دھرم کے معاملے میں تیرا ساتھ نہیں دے گی۔ تُو نے جو شکتی پراپت کی ہے وہ تیرے کسی کام نہیں آ سکے گی' اب تُو انگلیوں کے کھیل تماشے بھی نہیں دکھا سکے گا۔"

میں پنڈت کی بات سن کر چونکا' وہ یقیناً درگا کی بات کر رہا تھا' اس نے میرا بھید پا لیا تھا لیکن کھل کر میرا پردہ چاک نہیں کیا تھا' کوئی مصلحت اس کے آڑے بھی آ رہی تھی جو اس نے انگلیوں کے کھیل تماشے کی وضاحت سے گریز کیا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں' سیتارام بھی بے چین نظر آنے لگا' وہ کبھی میری طرف اور کبھی امرناتھ کی سمت دیکھ رہا تھا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو مہاراج!" میں نے دیدہ و دانستہ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا۔ "تمہاری باتیں میرے سر سے گزر رہی ہیں۔"

"چپ ہو جا مورکھ! زبان کو لگام دے۔" پنڈت نے غصے میں لرزتے ہوئے مجھے تنبیہہ کی۔ "میری زبان کھل گئی تو تیرا سارا بھرم خاک میں مل جائے گا۔ تُو نہیں جانتا کہ تو کس سے مخول کرنے کی بھول کر رہا ہے۔ مکتی چاہتا ہے تو نظریں جھکا لے' امرناتھ کے ساتھ کبڈی کھیلنے کی کوشش کرے گا تو نشٹ ہو جائے گا' دھرتی پر کہیں شرن نہیں ملے گی۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی' وقت کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ میں درگزر سے کام لوں' وہ پنڈت یقیناً پہنچا ہوا تھا جس نے درگا کا بھید جان لیا تھا۔ ممکن ہے اس نے سفید ریش بزرگ کے بارے میں بھی کچھ دیکھ لیا ہو' اس نے کھل کر کوئی بات نہیں کہی تھی لیکن اشاروں کنایوں میں اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ سیتارام کی شیطانی قوتیں بزرگ کے مقابلے میں کسی کام نہیں آئیں گی۔

aazzamm@yahoo.com

پنڈت کی شعلہ بار نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں' غصے کی شدت سے اس کا جسم کپکپا رہا تھا' اس کا سانس بھی پھولنے لگا' وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن سیتارام نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"مہاراج! میرے ساتھ باہر چلو' مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

سیتارام پنڈت امرناتھ کو لے کر تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا' اس نے بڑی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا' اس کے تیور بتا رہے تھے کہ کوئی بات اس کو کھٹک رہی ہے' میں اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

پنڈت امرناتھ کے اچانک درمیان میں آ جانے سے صورت حال میں ایک کھچاؤ سا پیدا ہو گیا تھا' اس نے درگا اور بزرگ کے بارے میں کچھ مخصوص باتیں اشاروں کنایوں میں کی تھیں لیکن سیتارام بچہ نہیں تھا جو ان اشاروں کا مطلب نہ سمجھتا' وہ بھی دل کی گہرائیوں کا حال جاننے کی قوت رکھتا تھا' ممکن ہے اس نے امرناتھ کا من ٹٹول کر اس کے دل کا بھید پا لیا ہو اور اس کی وضاحت کی خاطر سے ہاتھ پکڑ کر باہر لے گیا ہو۔

امرناتھ کا ایک جملہ مجھے بھی پریشان کر رہا تھا' اس نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ دھرم کے معاملے میں دیوی میرا ساتھ نہیں دے گی۔ میں اب انگلیوں کے کھیل تماشے بھی نہیں دکھا سکوں گا۔ درگا نے مجھ سے یہی وعدہ لیا تھا کہ میں وشنو مہاراج کے جاپ کے منتروں سے کبھی کوئی ایسا عمل نہیں کروں گا جو سیتارام کے لئے جان لیوا ثابت ہو۔ میں نے ابھی تک جوگی کے خلاف کوئی ایسا اقدام نہیں کیا تھا البتہ اسے اپنی طاقت کا اندازہ دلانے کی من میں ٹھان رکھی تھی لیکن امرناتھ کی باتوں کا مطلب کچھ اور نکلتا تھا۔

میرا ذہن قلابازیاں کھا رہا تھا' پنڈت امرناتھ کے کہے ہوئے جملے میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ اس نے رام کشن کے بارے میں کہا تھا کہ وہ اپنی بات کا دھنی ہے' اپنے دیئے ہوئے وچن کو توڑنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ تو کیا وہ خاموشی سے کنٹھی سیتارام کے حوالے کر دے گا جس کی خاطر ان دونوں کے درمیان ایک عرصے سے ٹھنی ہوئی تھی؟ میرے ذہن میں کئی سوالات ابھر رہے تھے — اس کنٹھی کا راز کیا تھا' ایسی کیا بات تھی کہ سیتارام اسے براہ راست حاصل نہیں کر سکتا تھا؟ اس نے یقین سے کیسے کہا تھا کہ میں وہ قیمتی شے ہاتھ آ جانے کے بعد اسے خوشی خوشی اس کے حوالے کر دوں گا؟

میرے اندر لاوا ابلتا رہا' فیصلے کی گھڑی آنے کا وقت بتدریج گھٹ رہا تھا' سیتارام کو امرناتھ کے ساتھ باہر گئے دو گھنٹے گزر گئے' میں اندر بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا' مجھے گھٹن کا احساس ستا رہا تھا' ایک دو بار میرے دل میں آئی کہ کمرے سے نکل کر صورت حال کا جائزہ لینے کی کوشش کروں مگر میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی غلطی نہیں کی۔ آخری وقتوں میں سیتارام کو چھیڑنا مناسب بھی نہیں تھا۔ مجھے رات کی باتوں کی کڑیاں ملانے میں دشواری ہو رہی تھی۔ بزرگ کی آمد اور میرا کمرے سے باہر نکلنا اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ اس برگزیدہ بندے نے مجھے اس منڈل سے باہر نکلنے میں مدد کی تھی' جسے سیتارام نے قائم کر رکھا تھا۔ وہ آواز جو مجھ سے بار بار میرا نام دریافت کر رہی تھی میرے خیال کے مطابق پنڈت رام کشن ہی کی ہو سکتی تھی — لیکن وہ خود کھل کر سامنے کیوں نہیں آیا تھا؟ ایسی کیا مصلحت تھی جس نے میرے منڈل سے باہر نکلنے کے بعد بھی اسے پردوں کے پیچھے چھپے رہنے پر مجبور کر دیا تھا؟ — ممکن ہے رام کشن نے خود سامنے آنے کے بجائے ایسے کسی خاص آدمی کو رتن کمار کی اصلیت معلوم کرنے کی خاطر بھیج دیا ہو؟ اس آواز نے بھی دیوی کا حوالہ دے کر کہا تھا کہ دیوی نے اس کی پکار سن لی ہے — تو کیا نیک دل بزرگ نے مجھے صرف اس اسی لئے سیتارام کے منڈل سے باہر نکالنے میں مدد کی تھی کہ میں رام کشن یا اس کے بھیجے ہوئے کسی آدمی کے سامنے اپنی اصلیت کا اظہار کر دوں؟ بزرگ اور رام کشن کے درمیان بھلا کیا تعلق ہو سکتا تھا؟ — اور اگر درگا نے رام کشن کی پکار سن لی تھی تو پھر اس نے درمیان میں آ کر مجھے میرا وعدہ یاد دلانے کی کوشش کیوں کی تھی؟

بات کچھ الجھ سی گئی تھی' میں اسے سلجھانے میں دماغ کی ساری قوتیں بروئے کار لانے کی کوشش کر رہا تھا جب جوگی سیتارام نے دوبارہ کمرے میں قدم رکھا — وہ تین گھنٹے تک پنڈت امرناتھ کے ساتھ کیا راز و نیاز کی باتیں کرتا رہا تھا؟ — میرے دل میں یہ سوال چکرانے لگا' سیتارام کا چہرہ سپاٹ نظر آ رہا تھا' کوئی ایسی واضح علامت نہیں تھی جس سے میں اس کے دل کا راز معلوم کر سکتا۔

"کیا بات ہے گرو!" میں نے براہ راست جوگی کو کریدنے کی ٹھانی۔ "تم نے پنڈت امرناتھ کے ساتھ بڑی دیر لگا دی؟"

"تیرے من میں کیا کھدبد ہو رہی ہے؟" سیتارام نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

aazzamm@yahoo.com

"تُو کیوں بیاکل ہو رہا ہے؟"

"تم نے امرناتھ کا تعارف کراتے وقت کہا تھا کہ وہ تمہارا پرانا ساتھی ہے لیکن اس کی باتیں....." میں نے دیدہ و دانستہ اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"اس کی کون سی بات تیری سمجھ میں آئی؟" سیتارام نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"وہ تم سے کس کا دھیان من سے نکال دینے کی باتیں کر رہا تھا؟" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "اس نے گھپ اندھیروں کی بات بھی کی تھی۔"

جواب میں سیتارام کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں' ایک لمحے کے لئے مجھے اس کی آنکھوں کے ڈھیلے سرخ ہوتے نظر آئے لیکن دوسرے ہی پل اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"میرے خیال میں ایسی کوئی بات ضرور ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے۔" میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "کیا سیوک کو نہیں بتاؤ گے؟"

"پنڈت نے کہا تھا کہ اب میرے اور تیرے درمیان سمبندھ ٹوٹنے کا سے آ گیا ہے۔" سیتارام نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "پر اب ایسا ہو گا نہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"میرا نام جوگی سیتارام ہے بالک!" وہ زہرخند سے بولا۔ "اِس پار یا اُس پار.....

لیکن میں نے جیون میں کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔ جب تک میں یہ نہ معلوم کر لوں کہ وہ کون سی شکتی ہے جس نے جوگی کے راستے میں آنے کی بھول کی ہے' میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ بھلے جان چلی جائے لیکن میں میدان میں اترنے کے بعد گھٹنے نہیں ٹیکوں گا۔"

سیتارام کے لہجے میں اس کے ارادوں کی پختگی جھلک رہی تھی' وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اس پر عمل کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا۔

"تمہیں تمہاری کوششوں میں کامیابی ہو جائے' وہ شے تمہارے ہاتھ آ جائے جس کے کارن تم نے اتنے پاپڑ بیلے ہیں' اس کے سوا کسی اور جھگڑے میں کیوں پڑتے ہو؟" میں نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "پنڈت امرناتھ نے بھی یہی کہا ہے کہ رام کشن اپنی زبان دے کر منہ موڑنے کی غلطی کبھی نہ کرے گا۔"

"اس نے کنکتیوں کے ٹکراؤ کی بات بھی کی تھی۔ انگلیوں کے کھیل تماشوں کا شوشہ بھی چھوڑا تھا۔" سیتارام نے ہونٹ کاٹتے ہوئے مجھے گھورا۔ "تُو ان باتوں کو کیوں بھول رہا ہے؟"

"گرو....."

"نہیں بالک! نہیں۔" اس نے تیزی سے سیدھا ہاتھ نفی میں بلند کر کے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "زیادہ چتر اور چالاک بننے کی کوشش مت کر' میں نے تجھ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میرے حساب کتاب میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔"

"تمہارا دل شاید ابھی تک میری طرف سے صاف نہیں ہوا؟" میں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔

"دل بھی صاف ہو جائے گا مورکھ! سمے سر پر آ گیا ہے' کچھ دیر اور انتظار کر لے۔"

میں جواب دینا چاہتا تھا کہ دھرم شالہ کے ملازم دوپہر کا کھانا لے کر آ گئے' کھانے کے دوران میری نظریں بار بار سیتارام کے چہرے کی جانب اٹھتی رہیں لیکن وہ اپنی کسی سوچ میں غرق تھا۔ کھانے کے بعد اس نے گھڑی پر نظر ڈالی' اس وقت دوپہر کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔

"رتن کمار!" اس نے میری طرف گہری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "تُو کچھ دیر کمر سیدھی کر لے' میں آسن جما کر ذرا دیکھ لوں کہ شمشان گھاٹ کے اوپر جو کالے بادل منڈلا رہے ہیں وہ کس کی چتا کی آگ سے اٹھ رہے ہیں۔ کمرے سے باہر جانے کی بھول نہ کرنا۔"

"گرو! آسن جمانے سے پہلے میری ایک بات بھی سن لو۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "تم پنڈت رام کشن سے کنٹھی حاصل کر لو' اس کے بعد میرا تمہارا ناتا ختم ہو جائے گا۔ تم نے بھی یہی کہا تھا۔"

"میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تُو کبھی من میں جوگی کو جل دینے کا دھیان بھی نہ لانا ورنہ دھرتی پر کہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ نہیں ملے گا۔ یاد ہے تجھے؟" اس کے لہجے میں تلخی گھلنے لگی' نگاہوں کے زاویے تبدیل ہونے لگے۔

"اب تمہارا کیا فیصلہ ہے؟" میں نے محتاط انداز میں سوال کیا۔

"ایک بار کنٹھی میرے ہاتھ میں آ جانے دے پھر بتاؤں گا کہ کتنے بیسی کے ساٹھ ہوتے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کُن لہجے میں جواب دیا۔ "اگر تم نے اپنی بات سے پھرنے کی کوشش کی تو میں بھی سارے وعدے توڑ دوں گا۔"

aazzamm@yahoo.com

"کس کی شکتی پر اچھل رہا ہے؟" اس کے غلیظ ہونٹوں پر پڑی زہریلی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ "کون جوگی کے مقابلے میں تیری سہائتا کرے گا؟ مجھے بھی اس کا شبھ نام بتا دے۔"

"سوچ لو۔" میں نے آخری حربہ استعمال کیا۔ "میں رام کشن سے تمہاری من پسند کنٹھی لینے کے بعد اسے تمہیں دان کرنے سے انکار بھی کر سکتا ہوں۔"

جواب میں سیتارام کی آنکھوں سے شعلے ابلنے لگے۔ وہ اس طرح مجھے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے اپنے کانوں پر اعتبار نہ آ رہا ہو۔ میں اپنی جگہ قدم جمائے بیٹھا رہا' سیتارام کے تیور خطرناک ہو رہے تھے' میں نے بھی طے کر لیا کہ اگر مرنا ہی ہے تو پھر گیدڑ کی نہیں شیر کی موت مرنا پسند کروں گا۔ بزرگ نے بھی ایک موقع پر یہی کہا تھا کہ میں نے موت سے ڈر کر زندگی بچانے کی خاطر سیتارام سے جو سودا کیا تھا وہ ٹھیک نہیں تھا۔

سیتارام مجھے قہرآلود نظروں سے گھورتا رہا' وہ رہ رہ کر گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا تھا' میرا خیال تھا کہ اس کا اگلا قدم بڑھا جارحانہ ہو گا لیکن اس کے اندر کا تناؤ بتدریج کم ہونے لگا' کچھ دیر وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے بھینچتا رہا پھر اس نے اچانک آسن جما کر نگاہیں بند کر لیں' اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے' وہ کسی منتر کے جاپ میں محو ہو گیا۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں' سیتارام کی اچانک خاموشی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی تھی' پنڈت امرناتھ نے اس سے تنہائی میں کوئی ایسی بات ضرور کہہ دی تھی جسے سن کر وہ اس قوت کا سراغ لگانے پر بضد ہو گیا تھا جس نے ہمارے درمیان پردے کی ایک دیوار کھڑی کر دی تھی' وہ درگا بھی ہو سکتی تھی' سفید ریش بزرگ کی ذات بھی ہو سکتی تھی۔ جس انداز میں وہ آسن جمائے بیٹھا تھا اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خود کو کسی معرکے کے لئے پوری طرح آمادہ کر رہا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹے تک سیتارام کسی منتر کے جاپ میں پوری طرح مستغرق رہا پھر اس نے آنکھیں کھول دیں' اس کے چہرے کے تاثرات کسی گہرے سمندر کی طرح ٹھہرے ہوئے نظر آ رہے تھے' اس نے دوبارہ گھڑی پر نظر ڈالی پھر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چل بالک!" اس نے مجھے بڑے سلجھے ہوئے لہجے میں مخاطب کیا۔ "شمشان گھاٹ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے' ہم چار بجے تک وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"گرو! تم نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟" میں نے اسے پھر سنجیدگی سے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ کچھ توقف سے بولا۔ "کنٹھی مجھے دان کرنے کے بعد تُو آزاد ہو جائے گا' پھر جو تیرا من چاہے وہی کرنا۔"

ہم نے دھرم شالہ سے نکل کر سواری پکڑی اور شمشان گھاٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سیتارام نے ہرچند کہ میرا مطالبہ تسلیم کر لیا تھا لیکن اس کی خاموشی مجھے کھل رہی تھی' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس نے میرے سوال کے جواب میں جو جملہ ادا کیا تھا اس میں الفاظوں کے ہیر پھیر کی گنجائش ضرور رکھی ہو گی لیکن میں نے اسے مزید کریدنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔

ہم ٹھیک چار بجے شمشان گھاٹ پہنچ گئے جہاں ہر طرف سناٹا ہی سناٹا تھا۔ دریا کے کنارے ایک پرانا مندر بھی اداس کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ شاید چتاؤں کو جلانے کے بعد وہاں مرنے والوں کی آتماؤں کی خاطر اشلوک پڑھا جاتا ہو۔ مندر کے ساتھ ہی ایک برگد کا بوڑھا درخت تھا' پنڈت رام کشن اسی درخت کے قریب کسی ستون کی طرح جما کھڑا تھا۔

ہم نے سواری کچھ دور چھوڑ دی تھی' سیتارام کی نظریں رام کشن پر جمی تھیں' جیسے جیسے درمیانی فاصلہ گھٹ رہا تھا میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ "رتن کمار!" سیتارام نے مجھے مدھم آواز میں مخاطب کیا۔ "اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ تیرا نام رتن کمار ہی ہے ..... ہمارے درمیان زیادہ بولنے کی کوشش مت کرنا' میں کنٹھی ایک بار حاصل کر لوں پھر تُو آزاد ہو گا۔"

"اپنا وچن یاد رکھنا گرو!" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

رام کشن بھی ہمیں قریب آتا دیکھ کر محتاط ہو گیا تھا' وہ اسی حلئے میں تھا جس میں پہلی بار گنیش کے مندر میں نظر آیا تھا البتہ ایک سرخ رنگ کی مخملی پوٹلی کا اضافہ ضرور ہو گیا تھا جو سرخ ڈور کے ساتھ ہی اس کے گلے میں پڑی مالاؤں کے بیچ نظر آ رہی تھی۔ جوگی سیتارام دس قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس کی نظریں بدستور رام کشن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ رام کشن بھی اپنی جگہ پوری طرح محتاط دکھائی دے رہا تھا' اس نے ہمارے قریب پہنچنے پر صرف ایک بار مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھا' سیتارام کو گھورنے

aazzamm@yahoo.com

لگا۔

"ہم اپنے وعدے کے انوسار ٹھیک چار بجے آ گئے ہیں۔" سیتارام نے بڑے گھمبیر لہجے میں گفتگو کی ابتدا کی۔ "مجھے وشواس ہے کہ تُو بھی اپنے وچن کو پورا کرنے کے کارن وہ کنٹھی اوش ساتھ لایا ہو گا؟"

"رام کشن ہمیشہ سے اپنی ذات میں کھرا رہا ہے۔" پنڈت نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جو کھرا ہو اس کے من میں کھوٹ نہیں ہوتا۔"

"تُو نے جو دوسری شرط رکھی ہے وہ بھی بتا دے' کھرے کھوٹے کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔" سیتارام بل کھا کر بولا۔

"کنٹھی کی بات کیول میرے اور تیرے درمیان ہوئی تھی۔" رام کشن نے کہا۔ "میں اپنے ساتھ کسی سنگی ساتھی کو نہیں لایا۔ تُو بھی اپنے سیوک کو واپس بھیج دے' میں اپنا وچن پورا کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔"

"یہی ہے تیری دوسری شرط؟" سیتارام کے اندر تناؤ کی صورت پیدا ہونے لگی۔

"ہاں۔" رام کشن نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "تیرے سیوک کے جاتے ہی میں کنٹھی پوٹلی سے نکال کر تیری ہتھیلی پر دھروں گا۔"

سیتارام نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا' کینہ توز نظروں سے رام کشن کو گھورنے لگا' میں بھی کسمسانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ پنڈت کی دوسری شرط سیتارام کے لئے قابل قبول نہیں ہو گی۔ مہاویر نے یہی کہا تھا کہ جوگی سیتارام کو جس انمول رتن کی تلاش ہے اسے میرے سوا کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا' خود سیتارام نے بھی یہی کہا تھا کہ میں اس شے کو پانے کے بعد خوشی خوشی اسے دان کر دوں گا۔ اب رام کشن نے مجھے درمیان سے ہٹانے کی شرط عائد کر دی تھی۔ "آخر اس کنٹھی میں ایسی کیا خاص بات تھی جو سیتارام اسے براہ راست حاصل کرنے سے کترا رہا تھا؟" میرا ذہن پھر الجھنے لگا۔

"کس وچار میں گم ہو گیا جوگی!" رام کشن نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کون سی دبدھا پیش آ رہی ہے تجھے؟ تُو نے اس کنٹھی کے کارن اپنا جیون داؤ پر لگا رکھا تھا' اب آخری سمے میں کیوں ہچر مچر کر رہا ہے؟"

"تُو کھرا پنڈت ہے تو پھر پنڈتوں جیسی بات بھی کر۔" سیتارام نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "بچوں جیسی شرطیں کیوں باندھ رہا ہے؟"

"کھرا پنڈت ہوں اسی کارن تو سوچ سمجھ کر بات کی ہے۔" رام کشن کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "اگر تُو مجھے بالک سمجھ رہا ہے تو خود مرد بن کر میری شرط مان لے۔"

"کوئی اور شرط نہیں ہو سکتی؟" سیتارام نے پہلو بدل کر کمزور آواز میں کہا۔

"چل ..... تیری یہ اِچھا (خواہش) بھی پوری کئے دیتا ہوں' تُو بھی کیا یاد رکھے گا کہ ایک پنڈت نے تیرے ساتھ یہ اپکار بھی کیا تھا۔" رام کشن کے لہجے میں اور پختگی آ گئی۔ سیتارام کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "تُو کالی کی سوگند اٹھا کر مجھے اپنے سیوک کا اصلی نام بتا دے' میں اپنے دیئے ہوئے وچن سے منہ نہیں موڑوں گا۔"

سیتارام کسی زخمی سانپ کی طرح تلملا رہا تھا' اس کی قہر آلود نظریں رام کشن کے گلے میں جھولتی سرخ پوٹلی پر جمی ہوئی تھیں۔

"اب کیا بپتا آن پڑی تیرے اوپر جو دم سادھے کھڑا ہے؟" رام کشن کے لہجے میں بڑا گہرا طنز تھا۔

"میری بھی ایک بات کان کھول کر سن لے پنڈت!" سیتارام نے کینچلی بدل کر سرسراتے لہجے میں کہا۔ "میں یہاں سے خالی ہاتھ واپس جانے کے لئے نہیں آیا ہوں۔"

"تُو بہت بھاگ دوڑ کر چکا جوگی! پرنتو تیرے ہاتھ کیا آیا؟" رام کشن کی آواز میں بادلوں کی گھن گرج شامل ہو گئی۔ "آج میری باری ہے ..... آج تُو جانا بھی چاہے تو میں تجھے نہیں جانے دوں گا۔ آج اس شمشان گھاٹ سے کیول ایک ہی واپس جائے گا' دوسرے کا کریاکرم یہیں پورا ہو گا۔"

رام کشن کے جملے نے جیسے بارود کو چنگاری دکھا دی' سیتارام کی آنکھیں شعلہ اگلنے لگیں' میں نے موقع غنیمت جان کر دبی زبان میں کہا۔ "پنڈت کی بات مان لو گرو! میں چلا جاتا ہوں۔ تم نے جس کنٹھی کے کارن اتنے پاپڑ بیلے ہیں اگر وہ ہاتھ سے نکل گئی تو پھر سارا جیون ہاتھ ....."

"تُو اپنی زبان بند رکھ مورکھ!" سیتارام نے مجھے غضبناک نظروں سے گھورا۔ "اب کوئی آواز مت نکالنا' آخری فیصلہ تجھے نہیں' مجھے کرنا ہے۔"

"اس ابھاگی پر کیوں آنکھیں نکال رہا ہے؟" رام کشن کے اندر بھرا ہوا لاوا ابلنے لگا۔ "فیصلہ تو دیوی دیوتاؤں نے اسی دن کر دیا تھا جب تیری پلید شکتیاں تیرے کسی کام نہیں آئی تھیں۔ یاد ہے تجھے؟ تُو نے اسی پوتر کنٹھی کو حاصل کرنے کے کارن اپنے جنتر

aazzamm@yahoo.com

منتر کے بیروں کے زور پر چور اچکوں کو ایک پریوار کو نشٹ کرنے پر تیار کیا تھا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ دو بے گناہ جیون سے ہاتھ دھو بیٹھے پر تو جس بالک کے گلے میں کنٹھی پڑی تھی وہ ان لٹیروں کو بھی نظر نہیں آ سکا' تُو بھی ٹاپتا رہ گیا۔ تیرے بھاڑے کے ٹٹو بھی پرلوک سدھار گئے۔ اس سورگ باشی دھرماتما کی مہان شکتی نے سب کو اندھا کر دیا تھا۔"

"پنڈت!" سیتارام حلق کے بل چیخا۔ "چپ ہو جا' بہت بول چکا تُو۔ اب زبان سے ایک شبد بھی نہ نکالنا' ایک بات یاد رکھ' میں نے کنٹھی کو پانے کے کارن جہاں اتنے سارے جتن کیے ہیں وہاں تجھے بھی اپنے راستے سے ہٹانے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔"

"دیر تو مجھ سے ہو گئی سیتارام!" رام کشن بھی آپے سے باہر ہونے لگا۔ "جس دن تُو گنیش کے مندر میں مہاراج کرم چندر کا جھوٹا سوگ منانے آیا تھا اگر میں کنٹھی نکال کر اسی دن تیرے منہ پر مار دیتا تو تیری آتما بھی تیرے شریر کے ساتھ ہی جل کر بھسم ہو جاتی' کھیل ختم ہو جاتا۔ پر تو میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے آج تک اس پوتر کنٹھی کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا جس کے اندر ہزاروں چمتکار چھپے ہیں' تُو بھی جانتا ہے کہ تُو نے اسے پانے کے کارن کس کا دھرم بھرشٹ کیا ہے؟ میں بھی سمجھ گیا ہوں کہ تُو نے کیا ناٹک رچایا ہے؟"

میرے وجود میں آندھیوں کے تیز و گرم جھکڑ چلنے لگے۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر کرب میں ڈوبی ہوئی چیخ کی آوازیں گونجنے لگیں' زندگی اور موت کے درمیان ہونے والی وہ اعصاب شکن کشمکش چنگھاڑتی ہوئی گولیوں کی ہولناک آوازیں' تڑپتے ہوئے لاشوں سے ابلنے والے خون کے فوارے' ڈاکوؤں کے فلک شگاف قہقہے اور لوٹ مار' وہ سب کچھ میرا وہم نہیں تھا۔ میری زندگی کا وہ خوفناک المیہ تھا جس کا ایک ایک منظر میری یادداشت میں محفوظ تھا' میرے دل و دماغ پر نقش تھا۔

میں اب اتنا بچہ بھی نہیں تھا کہ پنڈت رام کشن نے کنٹھی کے بارے میں جو دلخراش کہانی سنائی تھی اسے سننے کے بعد بھی اپنے والدین کے اس گم شدہ قاتل کا چہرہ نہ شناخت کر سکتا جو اس وقت جوگی سیتارام کی شکل میں میری نظروں کے سامنے موجود تھا۔ میرے سینے میں دبی ہوئی انتقام کی چنگاریاں شعلوں کا روپ اختیار کرنے لگیں' طویل عرصے سے خاموش آتش فشاں کا لاوا پھٹ پڑنے کو جوش مارنے لگا' میرے وجود میں گرم ہواؤں کے سلگتے ہوئے بگولے نشتر بن کر چبھنے لگے' میری رگوں میں دوڑتے لہو کی گردش تیز ہو گئی' میں نے اس انمول شے کے راز کو پا لیا جس کے حصول کی خاطر سیتارام کی شیطانی

قوتوں نے مجھے آذر سے رتن کمار بنا دیا تھا' صراط مستقیم سے ہٹا کر گمراہی کے ان راستوں پر قدم اٹھانے کو مجبور کر دیا تھا جو کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے تھے۔

میں نے کسی آدم خور کی نظروں سے سیتارام کو گھورا جو بدستور رام کشن سے مخاطب تھا۔

"تُو اگر میرا ناٹک سمجھ گیا ہے تو یہ بھی جان لے کہ تیرا انت تیرے سر پر منڈلا رہا ہے۔" اس نے بڑے سفاک لہجے میں کہا پھر اس کا سیدھا ہاتھ برق رفتاری سے فضا میں بلند ہوا۔ وہ فیصلہ کن لہجے میں غرایا۔ "اگر مکتی چاہتا ہے تو کنٹھی گلے سے اتار کر میری طرف پھینک دے اور دم دبا کر جیون کی طرف واپس لوٹ جا ورنہ ایسا سراپ دوں گا کہ نرک کی اگنی بھی تجھے سویکار کرنے سے منہ پھیر لے گی۔"

"دشٹ' اپرادھی' گھمنڈی۔" رام کشن نے حقارت سے جواب دیا۔ "تُو جوگی ہو کر ایک پنڈت کو آنکھیں دکھا رہا ہے' موری کی اینٹ ہو کر چوبارے چڑھنے کے سپنے دیکھ رہا ہے' پاپی....."

سیتارام غصے میں تھر تھر کانپنے لگا' اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے وہ کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا جب میں نے غصے میں آ کر وشنو مہاراج کا نام لے کر الٹے ہاتھ کی تیسری انگلی اٹھا دی' میں نے سیتارام کو مارنے کا قصد نہیں کیا تھا' صرف دل میں یہ سوچا تھا کہ اس کی زبان پر تالے پڑ جائیں' وہ کسی جنتر منتر کا ورد نہ کر سکے لیکن میری انگلی فضا میں اٹھی کی اٹھی رہ گئی' درگا کی سرسراتی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"نہیں رتن کمار! اس سمے وشنو مہاراج کی شکتی تمہارے کسی کام نہیں آ سکے گی' ہم دھرم کے معاملے میں تمہاری کوئی سہائتا نہیں کر سکتے۔"

"دیوی! تُو جانتی ہے کہ جوگی نے میرے جیون کی ساری خوشیاں چھین لی ہیں' اس نے میرے سر سے ماتا پتا کا سایہ بھی چھین لیا جبکہ میں نردوش تھا۔ اس نے میری زندگی میں زہر گھولا ہے' کیا یہ انیائے نہیں ہے؟"

"نیائے اور انیائے کی بات مت کرو۔" دیوی کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "ہم تمہارے من میں اٹھنے والے بھونچال کو دیکھ رہے ہیں' دیوی یہ بھی جانتی ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تم اگر دیوی اور وشنو مہاراج کی سہائتا چاہتے ہو تو اس سے ہمارے دو سیوکوں کے درمیان آنے کی بھول مت کرنا۔ ہم نے کہا تھا کہ سیتارام ہمارا پرانا سیوک ہے' ہم اس کے

aazzamm@yahoo.com

خلاف تمہاری پرارتھنا سویکار نہیں کریں گے۔ ہاں اگر تم نے ہمارا کہا مان لیا تو....."

"سب جھوٹ ہے ..... مکر و فریب ہے۔" میں چیخ اٹھا۔ "تُو نے صرف یہ وچن لیا تھا دیوی کہ وشنو کی شکتی کو سیتارام کو مارنے کی خاطر استعمال نہیں کروں گا لیکن تُو اگر من کا بھید جانتی ہے تو یہ بھی دیکھ رہی ہو گی کہ میرے اندر کیسا طوفان جوش مار رہا ہے۔"

درگا نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ سیتارام نے میری طرف خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے بے حد غضبناک اور حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"تُو درمیان سے ہٹ جا مُسلے! دیوی نے مجھے سب بھید بتا دیا ہے۔ اب وہ میرے مقابلے میں تیری کوئی سہائتا نہیں کرے گی۔ تیری اوقات اب میرے سامنے ایک چیونٹی سے زیادہ نہیں ہے' کالی کی شکتی نے بھی تجھ سے منہ موڑ لیا ہے' اب تیرا انت (خاتمہ) بھی تیرے سر پر منڈلا رہا ہے۔"

مجھے اپنی بے بسی کا شدت سے احساس ہوا' میں اندر ہی اندر تڑپ کر رہ گیا' میرے والدین کا قاتل' میری خوشیوں کا دشمن میری نظروں کے سامنے کھڑا مجھے للکار رہا تھا اور درگا نے میری قوت چھین لی تھی۔

"بالک!" پنڈت رام کشن نے دبنگ آواز میں مجھے دلاسا دیا۔ "تُو چنتا مت کر' میں نے تیرے سورگ باشی دادا کو وچن دیا تھا کہ اگر تیرے اوپر کوئی کٹھن گھڑی آئی تو میں تیری رکھشا کروں گا۔ میں نے اس مہاپُرش سے بہت کچھ پراپت کیا تھا' ہمیشہ گرو سمان اس کی بھگتی کرتا تھا' اس نے پنڈت پرجو دیا کی تھی وہ میں بھولا نہیں ہوں۔ آج میں تجھے بچانے کی خاطر اپنا جیون بھی بھینٹ کر دوں گا۔ تُو ایک طرف ہو جا بالک! میں دیکھتا ہوں کہ جوگی کتنے پانی میں ہے' تُو بھی اپنے من کی بھڑاس نکال لینا پرنتو ابھی سمے تیرے حق میں نہیں ہے' کچھ دیر اور انتظار کر لے۔"

رام کشن کی توجہ میری طرف مبذول ہوئی تو سیتارام موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنا کام کر گیا۔ اس نے کوئی خطرناک جنتر پڑھ کر پھونکا تو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں نے رام کشن کو لپیٹ میں لے لیا۔ اس کے جسم کی رنگت سیاہ پڑ گئی' جگہ جگہ آبلے پڑ گئے۔ سیتارام نے دوسرا وار کرنے کی خاطر زمین سے مٹی اٹھا کر اس پر کوئی منتر پڑھ کر اچھالا لیکن رام کشن سنبھل چکا تھا اور کترا کر ایک طرف ہو گیا پھر وہ قدم جما کر کھڑا ہو گیا' بلند آواز میں بولا۔ "چھچھورے' اب بھی سمے ہے' میرے سامنے گھٹنے ٹیک دے' پنڈت کا

ہاتھ بھی اٹھ گیا تو پھر رکے گا نہیں۔"

سیتارام نے جواب میں زمین پر لوٹ لگائی اور شیش ناگ کا روپ دھار کر برق رفتاری سے رام کشن کی طرف لہراتا ہوا لپکا۔ ایک لمحے کو پنڈت کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں پھر وہ تلملا کر بولا۔

"سیتارام ..... میں کہتا ہوں رک جا پاپی! میں اب جان گیا ہوں کہ مہاراج کرم چندر کا اصلی قاتل کون ہے؟ تُو اتنا نیچ ہو جائے گا' یہ میں نے سپنوں میں بھی نہیں سوچا تھا۔ دوشی تُو ہے اور سزا غریب بچاری پنّا لال کو بھوگنی پڑ رہی ہے۔"

سیتارام شیش ناگ کے روپ میں لہراتا رام کشن کے قریب پہنچ گیا پھر اس نے غضبناک انداز میں پھن کاڑھ کر ڈسنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کا پھن کسی نادیدہ رکاوٹ سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا۔ شاید رام کشن نے اپنے گرد کوئی ایسا منڈل کھینچ رکھا تھا جسے عبور کرنا سیتارام کے بس کی بات نہیں تھی۔

میں اپنی جگہ کھڑا پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ پھر شیش ناگ نے زمین پر لوٹ پوٹ کر دوبارہ سیتارام کی شکل اختیار کر لی' اس بار اس نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی ایک مالا اتار کر رام کشن کی طرف پھینکی۔ فضا میں شعلوں کا ٹکراؤ بڑا بھیانک ثابت ہوا' غالباً اس کی شیطانی قوتوں نے منڈل کا چکر توڑ دیا تھا' اسی لمحے سیاہ ذرات کی بارش شروع ہو گئی لیکن رام کشن پھرتی سے قلابازی کھا کر سیاہ ذرات سے بچ نکلا۔ اس نے پھر چیخ کر کہا۔

"سیتارام! میں آخری بار تجھے گنیش کے نام پر ایک موقع اور دے رہا ہوں' تُو نہیں جانتا کہ میں تجھے کس کارن ڈھیل دے رہا ہوں۔ ادیتی دیوی کا جاپ کرنے کے بعد میں نے کھیل تماشے کرنے سے منہ موڑ لیا تھا پرنتو تُو مجھے مجبور کر رہا ہے۔"

سیتارام نے جواب دینے کے بجائے اگلا وار کیا۔ اس بار اس جگہ کی زمین اپنی جگہ سے پھٹ گئی جہاں پنڈت رام کشن کھڑا تھا' میرا خون جوش مارنے لگا' رام کشن ایک لمحے تک فضا میں معلق رہا پھر وہ اوندھا ہو کر زمین میں نمودار ہونے والے گڑھے میں گر کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"ہو گیا ستیاناس۔" سیتارام خوشی سے چیخا۔ "مورکھ جوگی سیتارام سے ٹکرانے کے سپنے دیکھ رہا تھا۔"

سیتارام کے جملے کا مفہوم بہت واضح تھا' رام کشن اتنی آسانی سے زمین میں زندہ

aazzamm@yahoo.com

دفن ہو جائے گا' یہ بات میرے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی اور ایسی صورت میں جبکہ اس کے گلے میں دادا جان کی کراماتی تسبیح پوٹلی میں موجود تھی' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ جب سیتارام نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورا پھر انتہائی ذلت آمیز لہجے میں بولا۔

"مُسلے! تُو نے جوگی سیتارام سے جان چھڑانے کی بات کی تھی' یاد ہے تجھے؟"

"ہاں۔" میں نے سینہ تان کر جواب دیا۔ "مجھے یاد ہے اور میں اب بھی اپنے عہد پر قائم ہوں لیکن جانے سے پہلے میں اپنے والدین کے کمینے قاتل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"تُو ..... اور جوگی سیتارام کو مارے گا ..... ہاہا ..... ہاہا....." سیتارام نے فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے بڑے گھمنڈ سے کہا۔ "کیوں ہنسانے کی بات کر رہا ہے؟"

میرے اندر کا آتش فشاں پھٹ پڑا' درگا نے کہا تھا کہ اس نے ناراض ہو کر مجھ سے وشنو اور کالی دونوں کی ساری شکتی چھین لی تھی' مجھے سیتارام کی اصلیت کا علم ہو جانے کے بعد اب ان قوتوں کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ شاید اس لئے کہ ایمان کی سب سے بڑی قوت ابھی میرے دل میں باقی تھی جو بڑی تیزی سے میرے وجود کے گھپ اندھیروں میں روشنی کی کرن بن کر پھوٹ رہی تھی' میں نے صدق دل سے خدا کا نام لے کر کہا۔

"سیتارام! تم غلطی پر ہو ..... میں تمہیں ہنسانے کی بات نہیں' یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم نے جو کچھ بویا تھا اب اسے کاٹنے کا وقت بھی آ گیا ہے۔ آج دنیا کی کوئی شکتی تمہارے کام نہیں آئے گی۔"

"اچھا....." اس نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "رسی جل گئی پر بل ابھی تک باقی ہے۔"

"بل بھی چلا جائے گا لیکن اس سے پہلے میں تمہارا سارا کس بل بھی نکالنے سے دریغ نہیں کروں گا۔" میں تیزی سے سیتارام کی سمت لپکا لیکن جواب میں سیتارام نے کوئی منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میں اوندھے منہ زمین پر گرا پھر اس سے پیشتر کہ میں سنبھل پاتا مجھ پر کھولتے ہوئے گرم پانی کی بارش شروع ہو گئی۔ میں تکلیف کی شدت سے

بلبلانے لگا' میرے جسم پر بڑے بڑے آبلے نمودار ہونے لگے' میرا دم گھٹنے لگا' میں نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن سیتارام کی گندی شیطانی قوتوں نے مجھے پوری طرح جکڑ رکھا تھا' میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی جنبش نہ کر سکا' میرے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔

"جوگی سیتارام سے پنجہ لڑانے کے سپنے دیکھ رہا تھا پاپی ..... گندی نالی کے بدبودار کیڑے!" سیتارام نے سرد اور سفاک آواز میں کہا۔ "وشنو مہاراج کا جاپ کرنے کے بعد میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے لگا تھا' میں نے کہا تھا نا بالک کہ جوگی کا حساب کتاب کبھی غلط نہیں ہوتا۔ آج تیری ساری ہیکڑی نکل گئی۔ وہ بھی دھرتی میں دفن ہو گیا جو تیری رکھشا کا وچن نبانے کی بات کر رہا تھا۔ کنٹھی بھی اس پاپی کے ساتھ گئی تو اب تُو دھرتی پر رہ کر کیا کرے گا؟ ..... تُو بھی نرک میں چلا جا حرام کے بیج۔"

سیتارام نے مجھے بڑی گندگی گالی دی تھی لیکن میں جواب میں بلبلا کر رہ گیا' میرا سارا وجود کھولتے ہوئے پانی کی بارش میں جھلس رہا تھا' جب سیتارام کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اس کی آنکھوں میں شعلوں کا رقص جاری ہو گیا۔

"مُسلے! کوئی آخری اِچھا (خواہش) ہو تو وہ بھی بتا دے۔" سیتارام گرج کر بولا۔

"جیون کی بھکشا مت مانگنا' میں تجھے جیون دان نہیں کروں گا۔ ہاں اگر تُو رتن کمار بن کر مرنا پسند کرے تو میں گرو ہونے کے ناتے تیری چتا کو آگ ضرور دکھا سکتا ہوں۔ جلدی سوچ بچار کر لے' یہ سمے بھی بیت گیا تو پھر تیری وہی مثال ہو گی کہ ـــــ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں تیرے رتن کمار پر۔" میں نے بمشکل چیخ کر جواب دیا۔ "حرامزادے! یہ بھی کان کھول کر سن لے کہ میں نے آذر کو بھی دفن کر دیا' اب تیرے سامنے برکت علی زندہ ہے۔ دھرم شالہ میں بکروں کی قربانی میں نے کسی کالی پیلی کے نام پر نہیں' خدا کے حضور پیش کی تھی۔"

سیتارام نے میرا جواب سن کر نفرت سے قہقہہ بلند کیا پھر اس نے دوسرا جنتر پڑھ کر پھونکا تو کھولتے ہوئے پانی کی بارش رک گئی' میرے چاروں طرف زمین سے بچھو اور آدم خور چیونٹے نکل نکل کر میرے جسم سے لپٹ گئے' میرے جوڑ جوڑ میں نشتر چبھنے لگے' وہ میرے گوشت کو بڑی تیزی سے کھا رہے تھے' میرے وجود کا سورج غروب ہونے کا وقت

aazzamm@yahoo.com

قریب آ رہا تھا' میں نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے' سچے دل سے خدا کو یاد کر کے ا
گناہوں سے توبہ کرنے لگا' سیتارام میرے سامنے سینہ تانے کھڑا قہقہے لگا رہا تھا جب ا
آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"برکت علی! تُو نے اس قادر مطلق کو آواز دی جو اپنے کسی نیک بندے کو مایو
نہیں کرتا اسی کا نام لے کر اپنے جسم پر ہاتھ پھیر لے' تیری ساری اذیتیں دور ہو جا
گی۔ صرف اس کی قوت لازوال ہے' باقی سب فریب ہے۔ وہی غیب سے تیری مدد کر
گا۔"

میں نے سچے دل سے خدا کا نام لے کر اپنے جسم پر ہاتھ پیرا تو سیتارام کی آنکھیں
حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ خود مجھے بھی ایسا محسوس ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ
ہوں' میرے جسم کی رنگت بحال ہو چکی تھی' آبلوں کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہ گ
میری رگوں میں خون کی گردش پھر بحال ہو گئی' میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا' آدم خ
چیونٹے اور بچھو جل کر راکھ ہو چکے تھے۔

"کیوں سیتارام! اب کیا خیال ہے تمہارا؟" میں نے جوگی کو نفرت سے گھور
ہوئے کہا۔ "کیا اب بھی تم ایک مسلمان کی برتری کو تسلیم نہیں کرو گے؟"

"یہ تُو نہیں بول رہا ہے۔" اس نے بل کھا کر جواب دیا۔ "وہ شکتی بول رہی ہ
جس نے میرے تیرے درمیان اندھیرے کی دیوار کھڑی کر دی تھی پر نتو آج میں اس
بھی کھوج لوں گا۔"

"تم دس جنم اور لے لو تب بھی اس پاک ذات کی قوتوں کا بھید نہیں پا سکو گے ا
لئے کہ تم سر تا پا گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہو۔"

"گرو کو بھاشن دے رہا ہے مُسلے!" سیتارام نے حقارت سے کہا پھر اس کے ہونٹ
دوبارہ کسی منتر کا جاپ کرنے لگے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ناقابل یقین تھا۔

سیتارام مجھے صفحۂ ہستی سے مٹانے کی خاطر کسی خطرناک جنتر منتر میں مصروف
جب میں نے اس کی پشت پر اچانک پنڈت رام کشن کو کھڑا دیکھا' وہ زمین میں دفن نہیں
ہوا تھا' شاید وقتی طور پر نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ممکن ہے ادیتی دیوی نے اسے جوگ
کی نظروں سے غائب کر دیا ہو۔ بہرحال اب وہ سیتارام کی پشت پر کھڑا اسے قہر آلود نظروں
سے گھور رہا تھا۔ سیتارام نے ایک بار پھر کچھ پڑھ کر میری طرف پھونکا' میرے چاروں

طرف کوڑیالے ناگ زمین سے اگنے لگے لیکن قبل اس کے وہ میرے قریب آتے' مجھے
کوئی گزند پہنچاتے' رام کشن نے الٹا پاؤں اٹھا کر زمین پر مارا' کوڑیالے ناگ تڑپ تڑپ کر
مرنے لگے پھر جل کر راکھ ہو گئے۔ سیتارام اپنے بیروں کا انجام دیکھ کر چونکا پھر اس نے
تیزی سے پلٹ کر پشت کی جانب نظر ڈالی تو ایک لمحہ کو اس کو بھی شدید حیرت سے دوچار
ہونا پڑا۔

"تُو نے بہت اچھل کود کر لی مورکھ! اب پنڈت کی باری ہے۔" رام کشن کا لہجہ بڑا
سرد اور سفاک تھا۔ اس نے اپنا جملہ ختم ہوتے ہی ہاتھوں کو فضا میں بلند کر کے اس طرح
گھمانا شروع کیا جیسے کسی چیز کو الٹ پلٹ رہا ہو۔ میری نظریں جوگی سیتارام پر جم کر رہ
گئیں جو زمین پر قلابازیاں کھا رہا تھا' اس کے حلق سے کربناک چیخوں کی آوازیں بلند ہو
رہی تھیں' وہ شدید اذیتوں سے دوچار تھا۔ رام کشن خاصی دیر تک ہاتھ کے اشاروں سے
سیتارام کو پٹخنیاں دیتا رہا پھر اس نے ہاتھوں کی حرکت بند کی تو سیتارام مجھے زمین پر
چاروں خانے چت پڑا نظر آیا' اس کا چہرہ اور جسم بُری طرح لہولہان ہو رہا تھا۔

میں نے تیزی سے آگے بڑھنا چاہا کہ اپنے دشمن کو اپنے ہاتھوں سے کیفر کردار تک
پہنچا سکوں لیکن مجھے میرے ارادوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ کسی غیر مرئی قوت نے جیسے
میرے قدم جکڑ رکھے تھے۔ میں اپنی کیفیت پر غور کر رہا تھا کہ پنڈت رام کشن کی آواز
میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"نہیں بالک! نہیں ..... تُو اس دشٹ اور پاپی کے گندے شریر کو ہاتھ لگائے یہ
تجھے شوبھا نہیں دیتا' اس پرادھی کے لئے تو اس مہان پُرش کی کنٹھی ہی بہت ہے جس کو
پانے کے کارن یہ پاگل ہو رہا تھا۔"

پنڈت رام کشن نے سرخ پوٹلی گلے سے اتار کر میری طرف اچھال دی' جوگی
سیتارام زمین پر پچھاڑیں کھا رہا تھا' پنڈت کا ایک ہی عمل اس کے لئے بہت کافی ثابت
ہوا۔ میں نے پوٹلی کھول کر دیکھی تو آبدیدہ ہو گیا۔ میں نے اس متبرک تسبیح کو پہچان لیا
جس میں گہرے عنابی رنگ کے تین امام نظر آ رہے تھے' اسی تسبیح کی کرامت نے اللہ کے
حکم سے ان لٹیروں کو بھی اندھا کر دیا تھا جنہوں نے میرے والدین کا خون کیا تھا۔ میرے
اندر جنون سر ابھارنے لگا جب رام کشن کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"بالک! آج پنڈت نے اپنا وچن پورا کر دیا۔ تُو اس کنٹھی کا چمتکار دیکھنا چاہے تو اسے

aazzamm@yahoo.com

جوگی کے پلید شریر پر ڈال دے' تیرے من کی آشا بھی پوری ہو جائے گی۔"

میں نے رام کشن کا کہا ماننے سے انکار نہیں کیا' خدا کا نام لیا اور تسبیح کو عقیدت سے بوسہ دے کر سیتارام کی طرف اچھال دیا' اس کے بعد میری نگاہوں نے جو منظر دیکھا اسے میں معجزہ ہی کہوں گا۔ تسبیح جوگی کے جسم سے ٹکرائی تو اس کے جسم سے شعلے بلند ہونے لگے' اس کا پورا جسم اس طرح شدید جھٹکے کھانے لگا جیسے اسے بجلی کے ننگے تاروں میں باندھ کر کرنٹ چھوڑ دیا گیا ہو پھر اس کا وجود جل کر کوئلہ ہو گیا۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ مجھے گمراہ کرنے والا دنیا سے بڑے عبرتناک انداز میں ہمیشہ کے لئے منہ موڑ چکا تھا۔ پنڈت رام کشن نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگا لیا۔ اس کی آنکھوں میں عقیدت کے آنسو تھرتھرا رہے تھے۔ میں نے بھی اس قادر مطلق کے سامنے سر جھکا لیا جس نے ایک کافر کے ہاتھوں سے میری گلوخلاصی کی تھی۔

☆====== ختم شد ======☆



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com